بلادِ اسلامیہ میں زیاراتِ مقدسہ
پر ایمان افروز تذکرہ

افتخار احمد حافظ
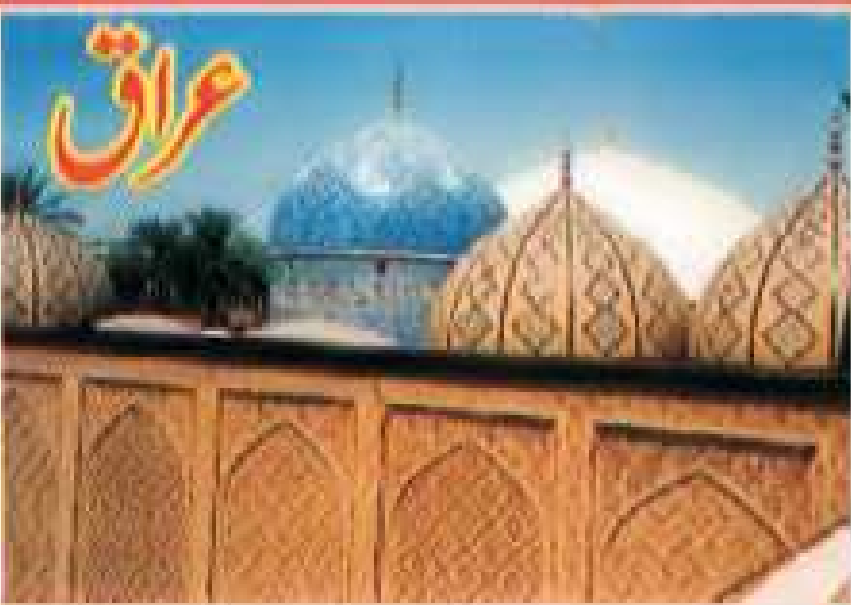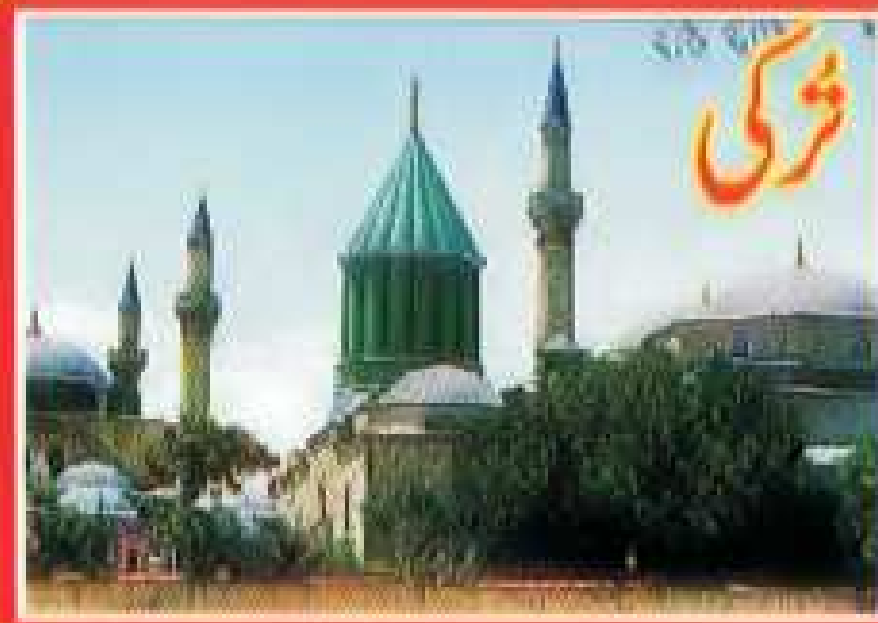
بسم الله الرحمن الرحيم

زیاراتِ مقدسہ

(بلادِ اسلامیہ میں زیاراتِ مقدسہ پر ایمان افروز تذکرہ)

ترکی، شام، اُردن، عراق اور

پاکستان میں مقاماتِ مقدسہ

نادر و نایاب رنگین تصاویر

افتخار احمد حافظ

(۱۹۹۹ء)

نام کتاب : زیاراتِ مقدسہ

موضوع : تصوف

مؤلف : افتخار احمد حافظ

تعداد اشاعت : بار اول : ۱۰۰۰

تاریخ اشاعت : رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ جنوری ۱۹۹۹ء

مطبع : محمود برادرز پرنٹرز، راولپنڈی

قیمت : 250 روپے

ملنے کا پتہ : **IFTAKHAR AHMAD HAFIZ**
House No. 999/A-6 , Street No. 9
Afshan Colony, Rawalpindi Cantt.
PAKISTAN.

915

افتخار احمد، حافظ (1954—)

زیاراتِ مقدسہ : بلادِ اسلامیہ میں زیاراتِ مقدسہ پر ایمان افروز تذکرہ / مؤلف از افتخار احمد حافظ - راولپنڈی : مصنف، ۱۹۹۹ء

44 ، 203 ص : تصاویر

قیمت : 250 روپے

۱۔ زیاراتِ مقدسہ۔ سفرنامے، ۲۔ ترکی، شام، اردن، عراق، پاکستان۔ سیاحت و سفرنامے۔ ۳۔ عنوان

سبحان الله
اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم
اللہ
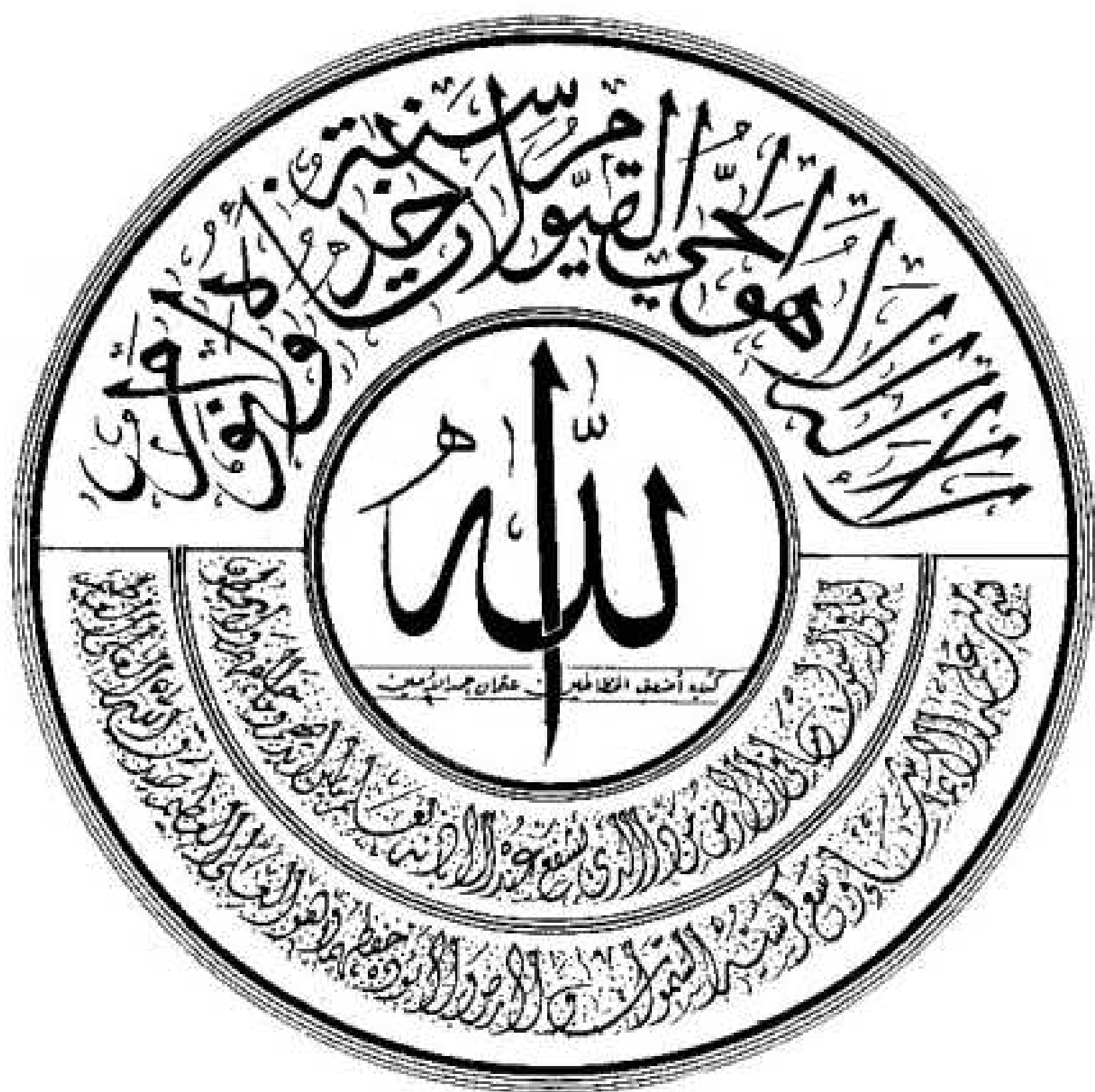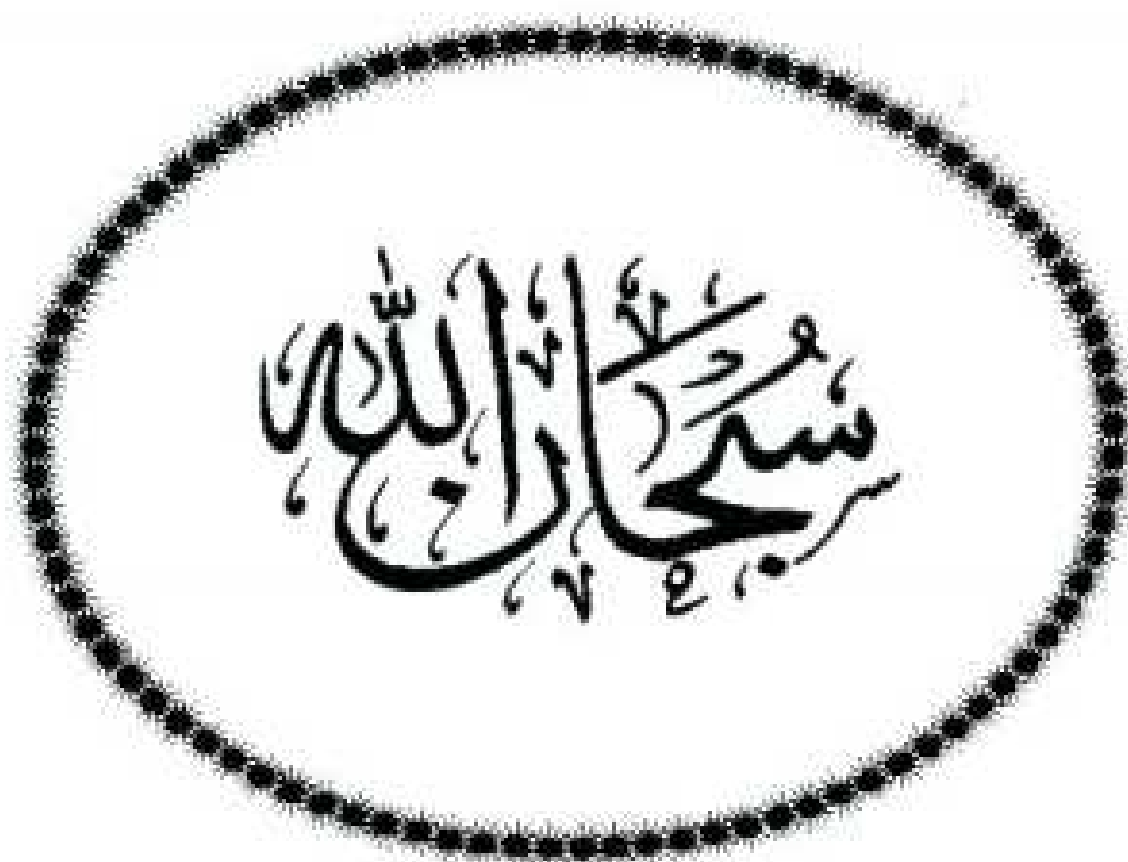
اللهم
صل على محمد
وعلى آل محمد كما
صليت على ابراهيم
وعلى آل ابراهيم انك
حميد مجيد اللهم بارك
على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم
وعلى آل ابراهيم انك
حميد مجيد

بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔
یہ وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے۔
(القرآن)

از خدا جوییم توفیق ادب بی ادب محروم شد از لُطف رب
ہرکه خواهد همنشني باخُدا تانشیند در حُضور اولیاء
اولیاء راهست قُدرت ازاُله
تیر جستہ باز آرندش زاره
(مولانا رومؒ)

انتساب

اپنی اس معمولی سی کوشش کو
اپنے مرحوم والدین کے نام
کرتا ہوں کہ جن کی دعاؤں
کے اثر سے مجھے یہ کام
کرنے کی توفیق ہوئی۔

فہرست مضامین

تفصیل	صفحہ نمبر

عراق

بغداد شریف

فہرست تصاویر

پیش لفظ

معتزلہ کو چھوڑ کر پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے روحانی تصرفات میں اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ نیک روحیں اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کے فضل واحسان سے آفاق عالم میں چکر لگاتی رہتی ہیں اور بمطابق ضرورت اہل حق کی تائید اور امداد فرماتی ہیں۔ ان نیک بخت روحوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرنے کے لئے سعادت مند افراد انہیں ایصال ثواب کرتے ہیں۔ ان کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں اور اچھے الفاظ میں ان کا تذکرہ کر کے اپنے اللہ جل شانہ اور رسول اکرم ﷺ کو راضی کرتے ہیں۔

ایسے ہی خوش بخت احباب میں سے ایک انتہائی اولوالعزم اور صاحب بصیرت دوست جناب افتخار احمد حافظ کی کتاب سے میں آپ کا تعارف کرانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

محترم حافظ صاحب کو اولیاء اللہ سے عشق کی حد تک لگاؤ اور پیار ہے۔ بزرگان دین کے مزارات پر حاضری گویا ان کی فطرت سلیمہ کا جزو اور ایمان کا حصہ ہے۔

قارئین کو یہ جان کو خوشگوار حیرانگی ہوگی کہ مصنف نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی پر انوار قبور کی زیارت کے لئے نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بلاد اسلامیہ کا دورہ کیا۔ زیر نظر کتاب میں ایسی مقدس ساعتوں کو تذکرہ ہے جو اہل اللہ کی زیارت میں گزریں۔ ان پر نور مقامات کے دلچسپ مناظر کا بیان ہے جن کا صاحب تصنیف نے مشاہدہ کیا۔ ان روح پرور نظاروں اور پرکشش جلوؤں کا عکس جمیل ہے جو ایسے قدسی صفات بندوں کے مزارات سے پھوٹتے ہیں۔ محترم حافظ صاحب کی اس تصنیف لطیف کا

مطالعہ کرتے ہوئے ان کی ذات میں ایک ایسا انتہائی منفرد اور اچھوتا کردار نظر آتا ہے جو ایک طرف تو بزرگان دین کی محبت میں سرمست وبیخود ہے تو دوسری طرف اصلاح احوال کے جذبہ سے بھی غافل نہیں۔ اس صفت کا عملی اظہار قارئین اس کتاب میں مکھڈ شریف کے سفرنامے کا جائزہ لیتے ہوئے محسوس فرمائیں گے۔

مصنف مذکور نے جہاں جی بھر کے حضرت پیر محمد علی صاحب مکھڈیؒ کے مزار مبارک سے اکتساب فیض کیا۔ اپنی پرکشش تحریر کے ذریعے روحانی دنیا میں سفر کرنے والے مسلمانوں کو اس منبع فیض سے اکتساب کی دعوت دی وہاں ساتھ ہی ان کے جانشینوں' عام مسلمانوں اور حکومتی اداروں کو بھی پرزور الفاظ میں تنبیہ فرمائی کہ اتنی بڑی شخصیت کا انتہائی عظیم کتب خانہ اور علمی ورثہ حوادثات زمانہ کی نذر ہو رہا ہے۔ آگے بڑھو اس کی قدر کرو اور اس امانت کو اگلی نسلوں تک پہنچانے کا اہتمام کرو۔ اس موقع پر ان کی تجاویز آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

مجھے چند ماہ قبل شام اور چند دوسرے ممالک میں سفر کرنے کا موقع ملا۔ میں اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں علی وجہ البصیرت اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر جناب افتخار احمد حافظ کی یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے دوران سفر ساتھ ہو تو کسی اور دلیل راہ کی ضرورت نہیں۔

''سفر لاہور اور راولپنڈی سے سیال شریف تک'' کا مطالعہ کرتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت داتا علی ہجویریؒ کے فقر و درویشی کی اس سلطنت میں ''شمس سیال'' پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے۔ میخانہ پیر سیال سے شراب عشق نوش کرنے والوں کا تانتا بندھا ہے اور شرق و غرب میں آپ کے متوالوں کا جم غفیر ہے جو ایک طرف ایقان و عرفان کے خزانے لٹا رہے ہیں تو دوسری طرف علم و آگہی کی مشعلیں روشن کیے ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں مصنف مذکور نے اس بین الاقوامی علمی اور روحانی تحریک کا تذکرہ بھی کیا ہے جو حضور ضیاء الامتؒ کی ذات کے حوالے سے متعارف ہوئی ہے۔ کتاب کے اس

حصے کا مطالعہ کرتے ہوئے قارئین یقیناً محسوس کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک سراپا ادب بندہ اس کے محبوبوں کی بارگاہ میں جانے کے آداب سکھا رہا ہے۔ ہماری آنے والی نسلوں کو رفعتوں کے ان میناروں سے متعارف کرا رہا ہے۔ جو اس مادیت گزیدہ دور میں روحانی امن کی روشن دلیل ہیں۔ الفتوں اور محبتوں کی اس گھنی چھاؤں سے آگاہ کر رہا ہے جو گمراہیوں کی چلچلاتی دھوپ سے بچنے کا واحد سہارا ہے۔

خداوند قدوس کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور جناب مصنف کے قلم کو مزید جولانیاں عطا فرمائے تاکہ وہ اس پرفتن دور میں روحانی شادمانیوں کے تذکرے کرتے رہیں۔

بجاہ حبیبہ الامین صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ واصحابہ و اولیاء ملتہ اجمعین الی یوم الدین

28.12.98

ابو نعیم محمد امین الحسنات شاہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت امیر السالکین

بھیرہ شریف

تقریظ

سفر نامہ کسی بھی سرزمین کی سیاحت کا آنکھوں دیکھا حال ہوتا ہے جو وہاں کے باسیوں کے رہن سہن، ثقافت و تمدن اور تاریخ و جغرافیہ کی جھلکیاں بیان کرتا ہے۔ سفر نامے میں چشم دید واقعات بیان کیے جاتے ہیں کیونکہ مشاہدے کے بغیر کسی بھی چیز کے بارے میں حقیقی جذبات و تاثرات تک پہنچنا ناممکن ہے۔ یہ بات مقامات مقدسہ پر سب سے زیادہ صادق آتی ہے۔

زیر نظر سفر نامہ بھی ایک ایسا فن پارہ ہے جس میں وفور جذبات اور مذہبی جوش و خروش کے ساتھ ساتھ حقیقت بینی اور ذوق تجسس فراواں نظر آتا ہے۔

دنیا کے تمام بڑے بڑے سیاحوں نے سفر نامے لکھے ہیں جن میں تاہیان، یانگ سوانگ، البیرونی، ابن بطوطہ اور مارکوپولو کے نام بہت مشہور ہیں۔ دور جدید میں بھی سفر نامے کی صنف بہت مقبول ہوئی ہے۔ اس میں شبلی نعمانی سے لے کر مولانا عبدالماجد دریا آبادی، جمیل الدین عالی، ابن انشاء، حکیم محمد سعید اور مستنصر حسین تارڑ جیسے نام آتے ہیں۔ جن کی ادبی حیثیت مسلمہ ہے۔

مصنف ایک باذوق اور باخبر سیاح کی حیثیت سے ہمیں ان روحانی مقامات تک لے جاتا ہے جہاں سے رشد و ہدایت اور خداوند تعالیٰ کے جمال و جلال کی کرنیں چار دانگ عالم کو روشن و منور کر رہی ہیں۔

اس سفر نامے کی ادبی حیثیت کا تعین تو ادباء و نقاد حضرات کا کام ہے مگر دینی رجحان رکھنے والے باذوق قارئین و محققین اس کی داد ضرور دیں گے اور یقیناً یہ ان کی معلومات اور دلچسپی کا باعث بھی بنے گا۔

مجھے امید ہے کہ قابل احترام بزرگان اردو ادب و دین اسلام مصنف جناب افتخار احمد حافظ کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ کیونکہ سفر نامہ جس سادگی و خلوص سے تحریر کیا گیا ہے وہ پرتپاک مطالعے کا مستحق ہے۔ گر قبول افتد زہے عزوشرف

والسلام

15/11/96

حافظ نجیب احمد

ڈپٹی ڈائریکٹر

نیشنل لائبریری آف پاکستان

شاہراہ دستور، اسلام آباد۔ پاکستان

مشاہیر
کے تاثرات

پاکستان میں

جمہوریہ ترکی کے سفیر

عزت مآب جناب (BOZKURT ARAN)

کے تاثرات

TURKISH EMBASSY
AMBASSADOR

Islamabad, 4 January 1999

Dear Mr Ahmed,

I have been informed about the contents of the book entitled "***Islamic & Religious monuments in Turkey/Syria/ Jordan/Iraq and Pakistan***. The details with which you have explained the sacred historic places particularly about my country are reflective of your interest towards the Islamic history.

To my opinion, every visitor to Turkey feels his visit unachieved, unless he pays a visit to the holy mausoleums of Hazrat Maulana Jalaluddin Rumi, in Konya and Hazrat Ayub Ansari, in Istanbul.

I am very happy with the work you have done to highlight the historic Islamic values through this book that would be an additional source for the Urdu readers of brotherly Pakistanis to learn more about Turkey and other Islamic countries.

With my best wishes and encouragement to your work, I remain,

Sincerely yours,

Bozkurt ARAN

Mr Iftikhar Ahmad Hafiz,
No. 999/A-6 Street No. 9,
Afshan Colony,
RAWALPINDI CANTT

فون دفتر : ۳۳۹۳۶۵
گھر : ۹۲۰۷۶۵۷
فیکس : ۳۳۶۸۸۳

افتخار عارف

صدر نشین

ذ - ۴۲۹

تاریخ: ۷ - دسمبر ۱۹۹۸ء

گزشتہ چند برسوں میں زیارات مقدسہ کے حوالے سے متعدد سفرنامے شائع ہوئے ہیں۔ پیش نظر سفر نامہ بھی اسی سلسلے کی ایک مستحسن کڑی ہے۔ عراق، شام، اردن اور ترکی میں حاضری دینے والا شخص نجف، کربلا، بغداد، سامرہ کوفہ، دمشق، عمان، حمص، قونیہ اور استنبول ہی کا سفر نہیں کرتا بلکہ وہ اسلامی تاریخ کے ان روشن راستوں پر گامزن ہوتا ہے جو ہمارے لیے ایک خط نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اہل بیت اطہار اور ان کے خانوادہ جلیلہ کی آرام گاہیں، صحابہ کرامؓ اور آئمہ شریعت و طریقت کے مزارات صرف تاریخی آثار ہی نہیں ہیں بلکہ وہ جادۂ خیر کثیر کے ایسے سرچشمے ہیں جو طالبان حق کو ہر زمانے میں سیراب و شاداب رکھتے رہے ہیں۔ افتخار احمد حافظ نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب، امام حسین علیہ السلام، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، امام محمد ابوالحسن علیہ السلام، امام علی الہادی النقی علیہ السلام کے آستانوں پہ حاضری دی ہے۔ سیدنا بلال حبشیؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ، کی خاک پاک کو چشم و دل کے لیے باعث برکت گردانا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ، سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، مولائے روم حضرت جلال الدین رومیؒ، شیخ اکبر محی الدین عربیؒ کے دروازوں پر دستک دی ہے تو واپسی پر خالی ہاتھ تو واپس نہیں آئے ہوں گے۔ خداوند کریم کا وعدہ ہے کہ وہ اپنا ذکر کرنے والوں کو، یاد رکھنے والوں کو کبھی محروم نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ حاضریوں کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی توفیق دے کہ اس صراط مستقیم پر گامزن ہو سکیں جس کے سبب یہ شخصیتیں لائق تکریم و تعظیم ٹھہرائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ افتخار احمد حافظ کے جذبہ اخلاص کو قبول فرمائے، ان کی کوتاہیوں سے صرف نظر کرے اور دارین میں ان کے لیے خیر و برکت کے دروازے کھول دے۔

(افتخار عارف)

جناب افتخار احمد حافظ صاحب کی خدمت میں
بصد ادب

● مقتدرہ قومی زبان ● پطرس بخاری روڈ، ایچ ۸/۴ ● اسلام آباد ●

کشمیر بنے گا پاکستان
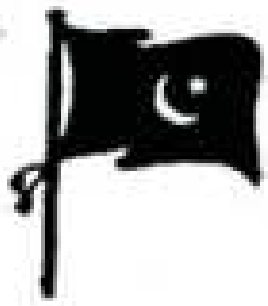
سردار محمد عبدالقیوم خان

صدر
آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس

تاریخ ____________

حافظ افتخار احمد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اور ان کی کاوش میں مزید برکت عطا کرے۔ بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری کا شوق اگرچہ بے شمار دلوں کی آرزو رہی ہے اور رہے گی مگر حافظ صاحب نے جو ان کی یادگاروں کو حتی الامکان یکجا کر دیا ہے تو یہ بہت بڑا کارِ خیر ہے۔ بزرگانِ دین کے تذکرے کے بارے میں کسی فارسی شاعر نے حقیقت پر مبنی نہایت ہی مفید حقیقی بات کہی ہے ؎

ذکر شان تازہ ایانش کند
ذکر شان جلوہ بر جانش کند

اللہ کے فضل و کرم سے تصوف چونکہ میرا بھی شوق ہے اس لئے حافظ صاحب کی تالیف پڑھنے میں وقت لگا نہ دقت ہوئی۔ اپنے شوق کے علاوہ اس کام میں تائید ربانی بھی شامل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا اپنا ایک لطف ہے۔ مجھے خود کئی مقامات پر حاضری کا شرف حاصل رہا اس لئے اس تذکرے سے ایمان میں تازگی پیدا ہونا فطری امر ہے۔ بہر حال مختلف کتابوں اور سفر ناموں میں جو واقعات درج ہیں حافظ صاحب نے ان کو یکجا کرنے کی نہایت ہی مستحسن کوشش کی ہے۔ یہ کتاب اہل طلب و جستجو کے لئے یقیناً مفید ثابت ہوگی۔ زندہ حضرات کی کمی جس تیز رفتاری کے ساتھ گذشتہ چند سالوں میں ہوئی ہے اس سے تو خوف آتا ہے بلکہ آنے والی نسلوں پر رحم بھی آتا ہے کہ اگر وہ تلاش کریں گے تو کہاں اور کیسے۔ اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں کہ معروف مزاراتِ مبارکہ کی طرف رجوع کریں یا پھر جہاں اطمینان ہو اس خانوادے کے ذمہ دار فرد سے ہی استفادہ کریں کیونکہ روحانی فیض کے نظام کا ایک حصہ یہ بھی ہے۔

حافظ صاحب کی کاوش کے بارے میں یہ کہنا تو لاحاصل ہے کہ انہوں نے مذکورہ علاقوں میں مدفون تمام باکمال حضرات کا احاطہ کیا ہو۔ تاہم زیادہ معروف و معتبر حضرات کی قبور پر حاضری دی ہے۔ اور یہی بات ممکن بھی ہے۔ اس کا کچھ اور فیض ہو نہ ہو مگر ایک فیض سے تو بات خالی نہیں رہ سکتی کہ جہاں اعمال نامے میں کئی دوسری دنیاوی باتیں شامل ہوں گی وہاں سب سے مفید بات یقیناً یہی ہوگی کہ فلاں فلاں اللہ تعالیٰ کے دوست کے ہاں بھی حاضری دی تھی۔ میرے خیال میں یہ بات بذات خود بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے سوا حاصل نہیں ہو سکتی۔

ضمناً یہ خیال آرہا تھا کہ حافظ صاحب کو فلسطین جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اُردن میں بھی جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کے مزار مبارک پر حاضری دی وہاں ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار مبارک بھی ہے اور اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر اس گڈریے کا مزار مبارک بھی ہے جس کا ذکر مولائے روم نے بہت دلنشین انداز میں کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ علاقہ کہیں اسرائیلیوں کے قبضہ میں تو نہیں ہے۔ خدا کرے کہ حافظ صاحب کو فلسطین کی سرزمین میں مدفون حضرات کی قبور کی زیارات کا بھی شرف حاصل ہو جائے۔ اسی طرح آزاد کشمیر اور کشمیر کی سرزمین میں مدفون اولیاء کاملین کے مزارات بھی زیارت کے لائق ہیں۔ تاہم جو کاوش حافظ صاحب نے کی ہے اس کی کوئی مادی قدر و قیمت نہیں ہو سکتی۔ اس کا انعام اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور برگزیدہ ہستیوں کی قبور پر حاضری ہی خود کافی ہے۔ اللہ قبول کرے۔ آمین۔

(سردار محمد عبدالقیوم خان)

11/12/98

مرکزی سیکرٹریٹ، C-85 سیلائٹ ٹاؤن نزد چاندنی چوک، راولپنڈی، فون: 051-428178، فیکس: 051-840979،

83/A، سیلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی پاکستان

۹۸۔۱۲۔۲۰

دل میں ایمان کی شمع فروزاں ہو تو قلب و ذہن کا ہر گوشہ دین کی صداقت کی روشنی سے منور ہو جاتا ہے۔ایسے میں زیاراتِ مقدسہ کا سفر نصیب ہو جائے تو بے اختیار لبوں سے تشکر کے کلمات ادا ہوتے ہیں۔ افتخار احمد حافظ اس معاملے میں بہت خوش نصیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خاص کرم اور بزرگوں کی نظر سے انہوں نے عراق' شام' اُردن' ترکی کا سفر کیا۔ اور ایسے بزرگان دین' اہل بیت' صحابہ کرامؓ کی چوکھٹ پر حاضری دی جنہیں دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔

یہ سفرنامہ تحریر کرتے سمے حرف لفظ بنے اور پھر دل میں اترتے چلے گئے۔ ان میں نہ صرف دل کی آواز پنہاں ہے بلکہ رنگ بھی۔ قوس قزح کے یہ رنگ ابھرتے چلے آتے ہیں۔ جملوں کے آہنگ سے ایک نیا ولولہ ابھرتا ہے۔ طویل مسافتوں کا یہ مسافر دبے دبے لہجے میں دلکش جامعیت کے ساتھ حقیقت کا اظہار کرتا ہے۔ اس کا یہ تاریخی سفر آگہی کے ساتھ ساتھ جذبے اور وجدان کا سفر بن جاتا ہے اور قاری بالواسطہ اظہار کی اس جہت میں ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ من و تو میں بٹی ہوئی اکائی کو مجتمع کرنے کی کامیاب کوشش میں زماں و مکاں کی تجلیات و جمالیات کو عیاں کرتے ہوئے قاری کو مصنف نے ایک لمحہ کے لئے تاثر سے بھٹکنے نہیں دیا بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے باطن ظاہر' محجوب منکشف اور نادیدہ دیدنی ہو گیا ہے۔ یہی افتخار احمد کی کامیابی ہے۔

تمام Latest معلومات' نئے جانے والے زائرین کے لئے مشعلِ راہ ہیں اور دیکھا جائے تو صدقہ جاریہ بھی۔ رب تعالیٰ ان کی یہ کوشش قبول فرمائے اور ان کو دین و دنیا کی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔

صغریٰ بانو شیریں

اعزازی معاون خصوصی

ماہنامہ اُردو ڈائجسٹ

کلمہ شکر
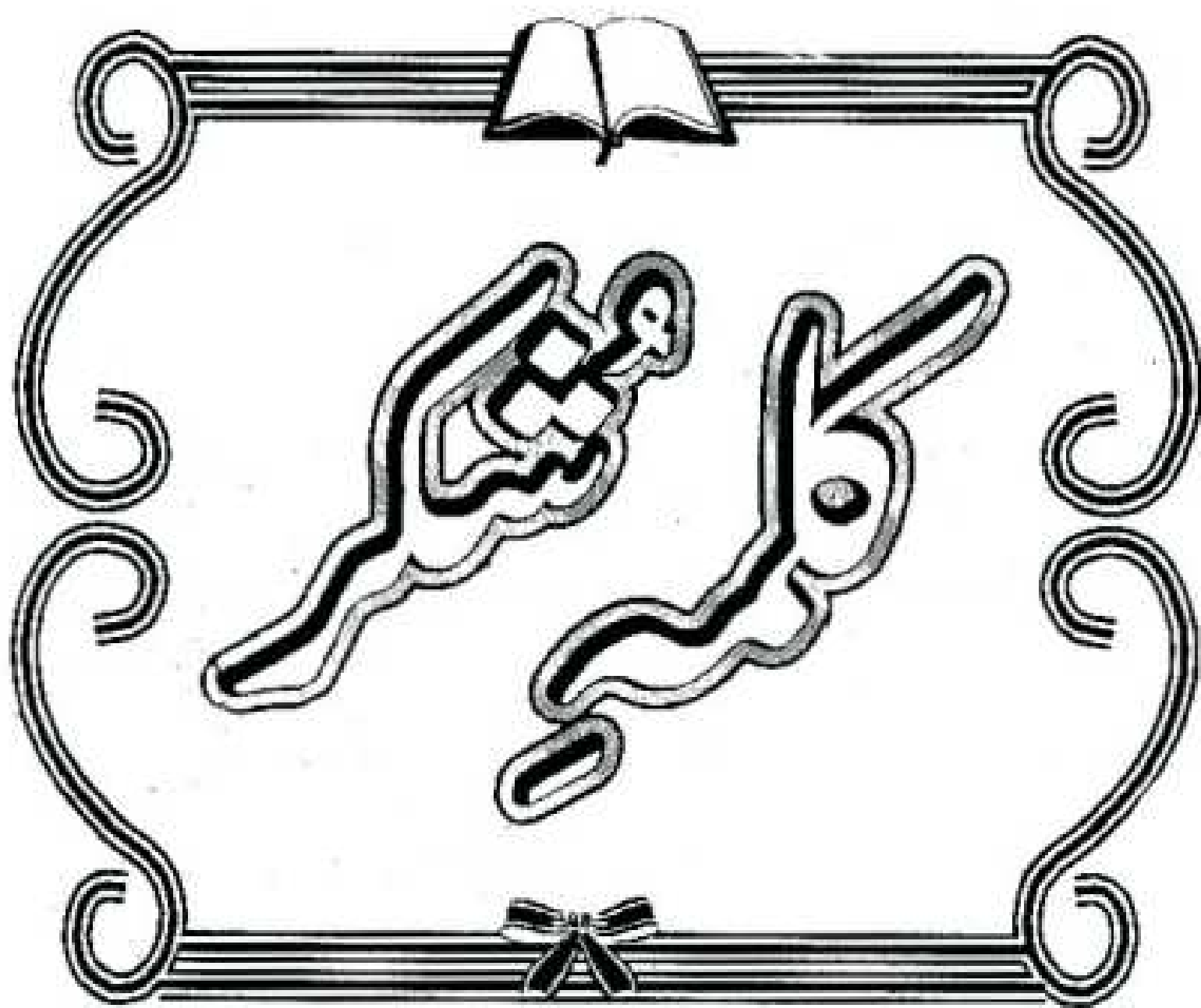
جن مقتدر اور واجب الاحترام شخصیات نے بندۂ ناچیز کی اس تحریر (زیارات مقدسہ) پر اپنے تاثرات اور خیالات کا اظہار فرمایا' بندہ تہہ دل سے ان تمام شخصیات کا مشکور و ممنون ہے۔ خاص طور پر پاکستان میں جمہوریہ ترکی کے سفیر عزت مآب جناب BOZKURT ARAN کا' کہ جنھوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اس تحریر پر اپنے خیالات ثبت فرمائے۔

خداوند تعالیٰ ان تمام حضرات کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

افتخار احمد حافظ

وجہ تحریر
اور
عرضِ مؤلف

اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی اکرم ﷺ پر ہزاروں درود و سلام کے بعد عرض ہے کہ ہمارے اکثر اولیائے عظام اور بزرگان دین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے علوم اور منازل کی تکمیل کے لئے ہمیشہ سفر میں رہتے اور اس دوران اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مستفیض ہونے کے علاوہ بزرگان دین کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضری دیتے اور فیض حاصل کرتے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ ان عظیم اولیاء میں سے ہیں جن کی زندگی کا اکثر حصہ دنیا کی سیاحت میں گزرا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات نے آپ کو ایسے باطنی اسرار اور رموز سے نوازا جو بہت کم اولیاء کو حاصل ہوئے۔ آپؒ نے ممالک اسلامی میں گھوم پھر کر علمائے عظام اور صوفیائے کرامؒ سے فیوض و برکات حاصل کئے اور جہاں گشت کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اسی مذکورہ مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور انہی بزرگان دین کی سنت پر عمل کی کوشش کرنے کے لئے اس بندۂ ناچیز اور اس کے برادر بزرگ جناب محمد بشیر صاحب نے چند بلادِ اسلامیہ کا سفر اختیار کیا تاکہ وہاں پر موجود ان بزرگان دین کی خدمت میں حاضری دی جائے۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگیاں دینِ اسلام کے لئے وقف کر دی تھیں۔

ہم سب سے پہلے ترکی کے مشہور شہر استنبول گئے اور اس کے ایک گوشہ میں میزبان رسول ﷺ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مزار مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ پھر استنبول میں بقیہ زیارات کے علاوہ توپ کاپی پیلس (Topkapi Palace) جس میں سب سے زیادہ تبرکاتِ نبویہؐ ہیں ان کی زیارت کی۔ پھر وہاں سے اس عظیم ہستی کی خدمت میں حاضری کے لئے استنبول سے قونیہ شریف تک بذریعہ بس سفر کیا جن کی تصنیف کو "ہست قرآن در زبان پہلوی" کا لقب حاصل ہوا۔ یہ وہ ہستی ہے جن کو دنیائے تصوف میں لوگ مولانا رومؒ کے نام نامی سے جانتے ہیں۔ قونیہ ترکی کا وہ شہر ہے جسے حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت شمس تبریزیؒ اور شیخ صدر الدین قونویؒ کے مسکن و مدفن ہونے کا

شرف حاصل ہے۔

ترکی میں اہم زیارات سے فراغت کے بعد ملک شام روانہ ہوئے۔ جسے آنحضرت ﷺ کا شہر تجارت اور عظیم صحابہ کرامؓ اور انبیاءؑ کے مسکن و مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ دمشق میں موجود زیاراتِ مقدسہ کا شرف حاصل کرنے کے بعد شہر حمص روانہ ہوئے اور سیدنا خالد بن ولیدؓ جن کو نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس سے "سیف اللہ" کا لقب ملا تھا۔ آپ کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

اس سے اگلے سفر میں اردن روانہ ہوئے جہاں پر عظیم نبی حضرت شعیب علیہ السلام، عظیم صحابی حضرت ضرار بن ازورؓ اور مقام اصحاب کہف کی زیارات کا شرف حاصل کرنے کے بعد بذریعہ بس عراق روانہ ہوئے جسے سرزمین انبیاء و اولیاء سے یاد کیا جاتا ہے۔

عراق میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے در اقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اور آپؒ کے عرس مبارک کی تقریبات میں بھی شامل ہوئے۔ پھر شہر بغداد کی باقی زیارات اور وہاں سے کربلاء، کوفہ، نجف اشرف اور موصل میں انبیاء کرامؑ، اولیائے عظام اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور ساتھ ساتھ ان تمام مقامات مقدسہ کی تصاویر بھی محفوظ کرتے رہے تاکہ قارئین تحریر کے ساتھ ساتھ تصاویر کا بھی مشاہدہ کر سکیں۔ ان تمام سفروں سے پہلے بازار میں ان ملکوں میں مقامات مقدسہ اور ان کی تفصیل پر مشتمل کتابیں تلاش کرتا رہا۔ لیکن انتہائی کوشش کے باوجود اردو میں کوئی ایسی مفصل اور مکمل کتاب نہ مل سکی۔ جو اس مقصد کو حل کر سکتی۔ تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ انشاء اللہ واپس پہنچ کر ان مقاماتِ مقدسہ کی تفصیل کو ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں مدون کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ ایک طرف تو نئے زائرین ان تازہ اور دقیق معلومات سے حتی الامکان استفادہ کریں تو دوسری طرف یہ تحریر ہمارے لئے صدقہ جاریہ کا باعث بن سکے۔

بحمد اللہ اب ان تمام سفروں کی تفصیل کو تحریری صورت میں مع رنگین تصاویر

آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ جہاں تک اس بندہ ناچیز کو ان بزرگان دین کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں ان کو بھی مختصراً مناسب جگہ پر ذکر کر دیا ہے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان عظیم ہستیوں کے حضور میرا یہ نذرانہ عقیدت کچھ بھی نہیں یہ تو صرف ان کی خدمت میں ایک ادنیٰ سی حاضری ہے اور وہ بھی اس لئے کہ میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی نازل کردہ اس رحمت میں شامل ہو جاؤں جو ان بزرگوں کا ذکر کرنے سے نازل ہوتی ہے اور پھر قرآن پاک اور حدیث نبوی ﷺ کے بعد بزرگان دین کا کلام ہی سب سے بہتر و افضل ہے کیونکہ ان کا کلام حال کا نتیجہ ہوتا ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام یوسف ہمدانی سے پوچھا گیا کہ حضرت جب یہ زمانہ گزر جائے اور یہ بزرگ حضرات بھی وفات پا جائیں تو ایسا عمل بتائیں کہ سلامت رہیں تو آپؒ نے فرمایا کہ ہر روز آٹھ اوراق ان بزرگ لوگوں کے کلام کے پڑھ لئے جائیں تو یہ بہتری کا موجب ہوگا۔

مجھے اپنی کم علمی کا اعتراف ہے کیونکہ میرے پاس کوئی اتنا علم نہیں جو میں ان بزرگان دین کے شایان شان کچھ لکھ سکتا۔ میں تو صرف اور صرف بقول حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ نیشا پوری اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ دوستی کا بھی ایک ادنیٰ سا دعویٰ کرتا ہوں کیونکہ جب ایک کتے نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے دوستوں (اصحابِ کھف والے حضرات) کے ہمراہ چند قدم اٹھائے تو اس کتے کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کر دیا۔ اسی طرح ہم بھی تیرے دوستوں کے ساتھ دوستی کا ادنیٰ سا دعویٰ کرتے ہیں۔ اپنے دوستوں اور بزرگان دین جن کی خدمت میں ہم نے حاضری دی ان کے وسیلہ جلیلہ سے ہم پر رحم فرما اور اس نظر خاص سے بھی محروم نہ رکھ جو ان بزرگان پر رہتی ہے۔ اور یہ بندہ ناچیز بھی اس کی بارگاہ عظیم سے یہ امید کرتا ہے کہ اور تو میرا کوئی عمل اس قابل نہیں لیکن بزرگان دین کے بارے میں اس تحریر کی وجہ سے کل قیامت کے دن مجھ ناچیز پر بھی نظر عنایت کر دی جائے گی کہ میں نے بھی ان بزرگان دین کے ذکر کو عام کرنے کے لئے ایک انتہائی معمولی کام کیا۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد جہاں پر کوئی غلطی دیکھیں تو اس بندہ کو ضرور مطلع کریں تاکہ اس کی تصحیح کی جاسکے اور ساتھ ساتھ ایک اور درخواست بھی ہے کہ جو حضرات ان مقاماتِ مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل کریں تو اپنی دعاؤں میں اس بندۂ ناچیز اور اس کے والدین کو ضرور یاد رکھیں جس کے لئے میں ان کا پیشگی شکر گزار ہوں۔

آخر میں رب کائنات سے دعا ہے کہ خداوندا اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اس تذکرہ بزرگان کو میرے لئے اور میرے والدین کے لئے صدقہ جاریہ اور باعث نجات بنا اور ان تمام حضرات کو بھی جزائے خیر عطا فرما جنہوں نے اس تحریر کو نشر کرنے میں مدد فرمائی۔
آمین بحق سید المرسلین ﷺ

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

افتخار احمد بن حافظ فقیر محمد

راولپنڈی
رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ
جنوری ۱۹۹۹ء

قطعہ تاریخ (سال اشاعت)

کتاب "زیارات مقدسہ"

"فیض اعجاز ولایت" (۱۴۱۹ہجری)

"باب چراغ معرفت" (۱۹۹۹عیسوی)

یہ کتابِ خوب و نادر جس میں حافظ نے کیا
تذکرۂ صاحبانِ احتشام و تمکنت
ان بلاد پاک کی اس میں ہیں تصویریں جہاں
عارفانِ حق ہیں آسودہ' گرامی مرتبت
اس کی خوبی سے بشاشت پائیں گے ارباب عشق
اہلِ عرفان کو کرے گی شاد اس کی خاصیت

☆

وہ قلم تحسین کا حقدار ہے جس نے لکھی
یہ کتاب' آئینۂ فوز و فلاح و منفعت
آفتابِ مطلعِ صدق و صفا کی' اک کرن
ایک موجِ بادۂ میخانۂ روحانیت
دو تواریخِ طباعت اس کی طارق نے کہیں
لطف ہاتف سے' ہے شیوہ جس کا عون و عاطفت

نتیجہ فکر:
طارق سلطان پوری'
حسن ابدال

الله
محمد رسول الله
والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم

ترکی
میزبان رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاریؓ
اور
عظیم صوفی حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ
کا مدفن

دنیا کا خوبصورت اسلامی شہر

استنبول

دنیا کا وہ واحد شہر جو دو براعظموں
(ایشیا اور یورپ) کے درمیان واقع ہے

یوں تو پورے ترکی میں ہر دور کے آثار متحیر کر دینے والے ہیں۔ لیکن اس کے ایک عظیم اور خوبصورت شہر استنبول میں بے شمار مذہبی اور تاریخی مقامات قابل دید ہیں۔ استنبول کئی صدیوں تک اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا ثقافتی مرکز رہا ہے۔ اس شہر کے ایک گوشہ میں میزبان رسول ﷺ' حضرت ابو ایوب انصاریؓ آرام فرما ہیں اور اسی خوبصورت شہر کے ایک عظیم عجائب گھر (توپ کاپی پیلس) میں سب سے زیادہ تبرکات نبی اکرم ﷺ آج تک محفوظ ہیں۔

استنبول کی بلند و بالا عمارات اور سر بفلک مساجد کے مینار اور جزیرہ باسفورس کی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی دلکش لہریں ایک پر کیف اور خوبصورت منظر پیش کرتی ہیں۔ یہ دنیا کا وہ واحد شہر ہے جو دو براعظموں ایشیا اور یورپ میں واقع ہے اور منظر اور موقع کے اعتبار سے کوئی دوسرا شہر اس کا ثانی نہیں۔ یہ ہی وہ قسطنطنیہ ہے جس کے فاتح لشکر کے لئے حضور ﷺ نے مغفرت کی بشارت دی تھی۔ سب سے پہلے جہاد میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی شریک تھے۔ اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ اور شہر سے باہر دفن کئے گئے۔ آپؓ کا مزار مبارک آج بھی مرجع خلائق ہے اور آج بھی اس علاقے کو ایوب سلطان کے نام سے پکارتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں یہ شہر عیسائیوں کا مشہور مذہبی مرکز تھا۔ جسے عثمانی ترکوں کے خلفیہ سلطان محمد فاتح نے ایک انوکھی اور بے مثال جنگ لڑنے کے بعد اس شہر کو فتح کیا۔ کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی شہر ایسے خوبصورت موقع پر واقع نہیں ہے۔ استنبول کو مسجدوں کا شہر بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہاں پر بے شمار خوبصورت مساجد ہیں۔ چند مساجد کا تفصیلی ذکر درج ذیل ہے۔

مسجد سلطان احمد

اس مسجد کو مسجد سلطان احمد یا نیلی مسجد (Blue Mosque) بھی کہتے ہیں۔ نہایت ہی خوبصورت مسجد ہے اور کافی وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی ہے اور عظیم اسلامی فن تعمیر کا ایسا شاہکار ہے جس کی نظیر مشکل سے ہی ملے گی۔ سیاح اس مسجد کے فن تعمیر کو دیکھ کر سحر زدہ ہو جاتے ہیں۔ اندرون مسجد بہترین قالین اور خوبصورت فانوس آویزاں ہیں' اونچے

اونچے گنبد بنے ہوئے ہیں' اور بولنے سے آواز دور تک جاتی اور گونجتی ہے۔ اس مسجد کے میناروں کی تعمیر کو دیکھ کر انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ اتنی اونچائی اور اتنی کم چوڑائی کے ساتھ کس طرح ان کی تعمیر ممکن ہوئی اور پھر اس دور میں جب سائنس نے اتنی ترقی حاصل نہ کی تھی۔ اس مسجد کے 6 خوبصورت مینار ہیں۔ اسی وجہ سے سلطان احمد نے مسجد الحرام میں ساتویں مینار کا اضافہ کرادیا تاکہ حرم کی فوقیت برقرار رہے۔ اس مسجد کی تعمیر ۱۶۰۹ء میں شروع ہو کر ۱۶۱۶ء میں مکمل ہوئی۔

اس مسجد کے احاطے کے باہر ایک عمارت میں سلطان احمد کا مزار ہے۔ جس نے اس مسجد کی تعمیر کروائی۔ اور اس عمارت میں سلطان احمد کی قبر کے علاوہ اور بھی بے شمار عثمانی خلفاء کی قبریں ہیں اور ساتھ ہی الماریوں میں مختلف ادوار کے قیمتی اور تاریخی نوعیت کے نوادرات پڑے ہوئے ہیں۔

مسجد و مزار مبارک حضرت سیدنا ابو ایوب انصاریؓ

یہ مقام استنبول شہر سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔ اور اس علاقے کو ایوب سلطان کے نام سے پکارتے ہیں۔ شہر سے ہر وقت بآسانی بسیں' ٹیکسیاں وغیرہ مل جاتی ہیں۔ جمعہ والے دن کافی رش ہوتا ہے اور ویسے عام دنوں میں بھی لوگ اکثر آتے رہتے ہیں۔ مسجد سیدنا ابو ایوب انصاریؓ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ بہترین قسم کے فانوس اور قیمتی سرخ قالین بچھے ہوئے ہیں اور مسجد سے باہر سامنے کی طرف حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مزار مبارک ہے۔ حضرت سیدنا ابو ایوب انصاریؓ وہ عظیم اور خوش نصیب صحابی رسول ﷺ ہیں جن کو نبی اکرم ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے۔

آنحضرت ﷺ قبا کی بستی میں چند روز قیام کے بعد شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو بنی سالم کے محلّہ میں جب آپ کا قافلہ مبارک پہنچا تو سورج ڈھل گیا تھا اور نماز جمعہ ادا کرنے کا وقت ہو گیا تھا۔ نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم صادر ہوا اور چند ہی لمحوں میں

صحابہ کرامؓ نے اپنی صفیں درست کرلیں اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے ایک کھلے میدان میں بیٹھ گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے نماز سے پہلے خطبہ مبارک ارشاد فرمایا۔ یہ آپ ﷺ کی مدینہ پاک میں پہلی نماز جمعہ تھی اور پہلا خطبہ تھا۔ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے تو قبیلہ بنی سالم کے چند حضرات آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور گزارش کی:

(یارسول اللہ! ہمارے ہاں قیام فرمائیں' ہمارے قبیلہ کی تعداد بھی کافی ہے' سازوسامان اور اسلحہ بھی کافی مقدار میں ہے اور ہم آپ ﷺ کے دفاع کی بھی پوری طاقت رکھتے ہیں)

ان کی گزارش پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(میری اونٹنی کا راستہ خالی کردو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم مل چکا ہے اور یہ حکم الٰہی کے مطابق ہی ٹھہرے گی)

آپ کا یہ ارشاد مبارک سن کر کسی کو مزید اصرار کی ہمت نہ رہی اور سب نے سر تسلیم خم کردیا اور اس اونٹنی کے لئے راستہ چھوڑ دیا اور وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئی۔ راستہ میں جہاں جہاں سے آپؐ کا گزر ہوتا۔ لوگ آپؐ کی خدمت میں ادب سے حاضر ہوتے اور عرض کرتے:

(یارسول اللہ ﷺ ہمارا مال' ہماری جانیں آپؐ پر قربان آپ ہمارے ہاں تشریف رکھیں)

آنحضرت ﷺ تبسم فرماتے اور دعائے خیر دیتے اور فرماتے:

(میری اونٹنی کو چھوڑ دو وہ خدا کی طرف سے مامور ہے اور جہاں وہ ٹھہرے گی وہیں قیام ہوگا)

جب یہ مبارک قافلہ چلتے چلتے بنی مالک بن نجار کے محلہ میں پہنچا تو وہ اونٹنی اس جگہ بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبویؐ ہے۔ آپ ﷺ اپنی ناقہ سے اترے اور فرمایا کہ انشاء اللہ یہ ہماری قیام گاہ

ہے۔ یہاں سب سے قریب حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا گھر تھا۔ وہ یہ دیکھ کر کہ اتنی بڑی سعادت ان کے حصے میں آئی ہے۔ خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ آپ کا چہرہ مسرت سے چمک رہا تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مکان دو منزلہ تھا۔ خوش قسمت میزبان نے اپنے مقدس مہمان سے عرض کیا کہ آپؐ اوپر کی منزل میں قیام فرمائیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے نیچے کی منزل میں ٹھہرنا پسند فرمایا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا نبی اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بات ناگوار ہے کہ میں اوپر والے حصے میں قیام کروں اور آپ نیچے والے حصے میں۔ آپؐ مہربانی فرما کر اوپر والے حصے میں تشریف لے آئیں تو اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

(میرے لئے اور ملاقات کے لئے آنے والوں کے لئے یہ امر آرام دہ ہے کہ ہم نیچے والے حصہ میں رہیں)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم رات کا کھانا تیار کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے اور اس میں سے جو بچ جاتا ہم حصول تبرک کے لئے حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں کے نشانات تلاش کرتے اور پھر وہاں سے کھانا کھاتے۔ یہ ہیں وہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ جن کا مزار پرانوار استنبول میں ہے۔ آپؓ کا مزار مبارک ایک اونچے چبوترے میں ہے۔ اور مزار مبارک کو پیتل کی جالی دار دروازے سے بند کیا ہوا ہے۔ اور یہ ایک پر کیف مقام ہے۔ ترکی کے اکثر لوگ سکون قلب کے لئے یہاں حاضری دیتے ہیں۔ اور خاص کر جمعہ والے دن کافی رش ہوتا ہے لیکن دیکھا گیا ہے کہ اتنا رش ہونے کے باوجود لوگ بڑے طریقے سے لائن میں خاموشی سے اندر داخل ہوتے ہیں۔ سلام پیش کرتے ہیں اور کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا نقش پا جو ایک پتھر پر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار مبارک کے سامنے والی دیوار میں نصب ہے۔ اوپر شیشہ لگا ہوا ہے اور درج ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے۔

هذا نقش قدم پیغمبریؑ

(یہ میرے پیغمبر ﷺ کے پاؤں مبارک کا نشان ہے)

مسجد سلیمانیہ SULEYMANIYE MOSQUE

یہ چار میناروں والی مسجد استنبول کی خوبصورت ترین مساجد میں سے ایک ہے۔ اس کی تعمیر ۱۵۵۰ء سے شروع ہو کر ۱۵۵۷ء میں پایہ تکمیل تک پہنچی۔ یہ مسجد بھی فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

مسجد فاتح FATIH MOSQUE

اس مسجد کی تعمیر ۱۴۶۳ء تا ۱۴۷۰ء میں ہوئی۔ اور فاتح استنبول سلطان محمد فاتح نے اس کی تعمیر کروائی۔ یہ مسجد بھی قابل دید ہے۔

مسجد رستم پاشا RUSTEM PASA MOSQUE

اس مسجد کی تاریخ تعمیر ۱۵۶۱ء ہے اور اس کی تعمیر حکم رستم پاشا ہوئی۔ اس مسجد میں بہترین ازنک Iznik ٹائیلوں کا استعمال ہوا ہے اور اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود بھی یہ قابل دید ہیں۔

استنبول شہر میں بے شمار عجائب گھر اور قدیم محلات (Palaces) بھی ہیں۔ ان میں سے چند ایک تاریخی اور مذہبی نوعیت کے حامل محلات اور عجائب گھروں کا ذکر کچھ اس طرح ہے۔

توپ کاپی پیلس TOPKAPI PALACE

توپ کاپی پیلس کا شمار دنیا کے قدیم ترین محلات میں ہوتا ہے اور یہ محل ایک وسیع و عریض رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ ایک پھیلی ہوئی عمارتوں کا غیر معمولی مجموعہ ایک عجیب و غریب نظارہ پیش کرتا ہے۔ یہ محل بھی طرز تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ گو کہ اس محل میں بہت سی عمارات ہیں مگر جو مقام اور مرتبہ اس عمارت کو حاصل ہے۔ جس میں حضور نبی

اکرم ﷺ کے تبرکات موجود ہیں۔وہ کسی عمارت کو حاصل نہیں۔ تمام سیاح حضرات اسی عمارت کی طرف زیادہ متوجہ رہتے ہیں۔ اس عمارت کے اس مخصوص کمرہ میں جہاں آپ ﷺ کے تبرکات پڑے ہوئے ہیں کے باہر ہر وقت نہایت ہی پر کیف اور دلکش آواز میں تلاوت قرآن پاک ہوتی رہتی ہے۔ذیل میں ان تبرکات مقدسہ کا مختصر تعارف پیش ہے:

ایک صندوق میں آنحضرت ﷺ کا جبہ مبارک

یہ جبہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت کعب بن زہیرؓ کو بطور تحفہ عطا فرمایا تھا۔اس جبہ مبارک کو انتہائی احتیاط کے ساتھ ایک بکس میں رکھا گیا ہے۔

دندان مبارک

جنگ احد کے دوران آنحضرت ﷺ کا شہید ہونے والا دانت مبارک ایک خوبصورت صندوق میں محفوظ ہے۔

مہر مبارک

آنحضرت ﷺ کی مہر مبارک ایک خوبصورت بکس میں محفوظ ہے۔

آپؐ کے خطوط مبارکہ

آنحضرت ﷺ کی طرف سے مختلف شخصیات کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے لکھے گئے خطوط شیشے کی الماریوں میں محفوظ ہیں۔

نقش پا مبارک

آنحضرت ﷺ کا نقش پا مبارک جو ایک پتھر پر ہے اور اس کے بارے میں مشہور ہے کہ معراج شریف کو جاتے ہوئے آپ ﷺ نے اسی پتھر پر پاؤں مبارک رکھا تھا۔

موئے مبارک

آنحضرت ﷺ کے متعدد موئے مبارک شیشے کی الماریوں میں مختلف صندوقوں میں محفوظ ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی تلواریں اور کمان مبارک اور عصا۔

خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے تبرکات اور تلواریں۔

خانہ کعبہ کے متعلقات۔

اس کے علاوہ بھی کئی تبرکات اور متفرق ادوار کے نوادرات دوسری عمارات میں محفوظ ہیں جو قابل دید ہیں۔

توپ کاپی پیلس کے علاوہ اور بھی کئی محلات ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر واقع ہیں اور قابل دید ہیں:

دولمہ باشی پیلس	DOLMABAHEE PALACE
یلدز پیلس	YILDIZ PALACE
گوکسو پیلس	GOKSU PALACE
ایاصوفیہ میوزیم	AYASOFYA MUSEUM

یہ عمارت کئی صدیوں تک عالم عیسائیت کا سب سے بڑا گرجا تھا۔ اور پھر جب بالآخر قسطنطنیہ عثمانی ترکوں کے ہاتھوں فتح ہو کر اسلامی سلطنت کا حصہ بن گیا تو فاتح قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح نے اس میں نماز کی ادائیگی کے ساتھ اس قدیم تاریخی گرجے میں خدا کی وحدانیت کی گواہی دی۔ اس وقت یہ عمارت ایک قومی عجائب گھر کی صورت میں محفوظ ہے اور شہر استنبول کی عظیم تاریخ پر شاہد ہے۔ اس عمارت میں عیسائی ادوار کے قدیم نوادرات اور بہت سی اشیاء قابل دید ہیں۔

ایاصوفیہ میوزیم کے علاوہ استنبول میں چند ایک مشہور میوزیم:

- ترکی اور اسلامی فنون کا میوزیم۔

THE MUSEUM OF TURKISH & ISLAMIC ART

- فوجی میوزیم MILITARY MUSEUM

- اتاترک میوزیم ATATURK MUSEUM
- فنون لطیفہ کا میوزیم MUSEUM OF FINE ARTS
- ترکی قالینوں کا میوزیم۔ MUSEUM OF TURKISH CARPETS

استنبول شہر دو حصوں میں منقسم ہے اور درمیان میں حیرۂ باسفورس ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور اس حیرۂ کو عبور کرنے کے لئے ہر وقت دونوں طرف بحری جہاز اور کشتیاں تیار رہتی ہیں اور کرایہ بھی اتنا زیادہ نہیں ہے۔ ترکی میں لمبے سفر کے لئے بہترین آرام دہ بسیں موجود ہیں اور ان میں اوور لوڈنگ بالکل نہیں ہوتی۔ بعض بسیں دو منزلی بھی ہیں۔ جن کے ایک حصہ میں سگریٹ نوشی کی اجازت ہوتی ہے اور ایک حصہ میں ممانعت ہوتی ہے۔ اور سارے راستے بسوں میں مختلف مشروبات سے مسافروں کی بڑے باادب طریقے سے تواضع کی جاتی ہے۔ نیز بسوں کا عملہ بھی نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے۔ اسی طرح بسوں کے اڈے شہر سے باہر بنے ہوئے ہیں اور بڑی ترتیب اور خوبصورتی سے بنے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر انقرہ کے بس اسٹینڈ کی جتنی بھی تعریف کیجائے وہ کم ہوگی۔ نہایت ہی وسیع ' خوبصورت اور ایک منفرد انداز سے بنا ہوا ہے۔ بس اسٹینڈ کے اندر کا سارا سسٹم بالکل ایئرپورٹ جیسا ہے۔ مکمل ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ اندر بہترین دکانیں 'معلوماتی مراکز اور صاف ستھرے باتھ روم بنے ہوئے ہیں اس بس اسٹینڈ سے ترکی کے ہر بڑے شہر کے لئے دن رات بسیں چلتی رہتی ہیں۔

اب ترکی کے ایک اور قدیم شہر قونیہ کے بارے میں چند معلومات۔
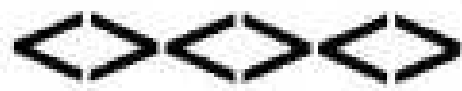
قونیہ

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ

اور

شاہ شمس تبریزیؒ

کا مسکن ومدفن

قونیہ ترکی کا وہ شہر ہے جسے مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت شمس تبریزیؒ اور شیخ صدرالدین قونویؒ کے مسکن و مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مولانا کا نام نامی محمد، لقب جلال الدین، عرف مولانائے روم، آپؒ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد سے ہیں۔ آپ ۶ ربیع الاول ۶۰۴ ہجری بمقام بلخ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ بہاؤالدین سے حاصل کی۔ شیخ بہاؤالدین کے مریدوں میں سے سید برھان الدین محقق بڑے پائے کے عالم و فاضل تھے۔ آپ کے والد نے مولانا کو سید برھان الدین کی آغوش میں دے دیا۔ مولانا نے اکثر علوم و فنون انہی سے سیکھے۔ مولانا جلال الدین رومی اپنے والد کے ہمراہ قونیہ آئے اور والد کے ساتھ مقیم رہے۔ پھر والد کی وفات کے بعد تکمیل فن کے لئے شام کا قصد کیا۔ اس زمانے میں دمشق اور حلب علوم و فنون کے مرکز تھے۔ آپ پہلے حلب (شام) تشریف لے گئے اور مدرسہ حلاویہ میں اکتساب علم کرتے رہے۔ اسی طالب علمی کے زمانے میں مولانا نے فقہ، حدیث اور تفسیر میں کمال حاصل کر لیا اور جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا اور کسی سے حل نہ ہوتا تو لوگ مولانا کی طرف رجوع کرتے۔ مولانا حلب سے دمشق تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد واپس قونیہ میں قیام پذیر ہو گئے۔

سید برھان الدین سے استفادہ:

مولانا جلال الدین رومیؒ کے والد نے جب وفات پائی تو سید برھان الدین اپنے وطن ترمذ میں تھے۔ یہ خبر سن کر ترمذ سے روانہ ہوئے اور قونیہ میں شاگرد و استاد کی ملاقات ہوئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو گلے سے لگایا اور دیر تک دونوں حضرات پر بیخودی کی کیفیت رہی۔ اور جب سید برھان الدینؒ نے مولانا کو تمام علوم میں کامل پایا تو کہا صرف علم باطنی رہ گیا ہے اور یہ تمہارے والد کی امانت ہے۔ جو میں تم کو دیتا ہوں۔ چنانچہ سید برھان الدینؒ نے نو (۹) برس تک مولانا کو طریقت اور سلوک کی تعلیم دی۔ مولانا نے اپنی مثنوی میں حضرت سید برھان الدینؒ کا اس طرح ذکر کیا ہے جس طرح ایک مخلص مرید اپنے پیر کا نام لیتا ہے۔

اس وقت تک مولانا پر ظاہری علوم کا رنگ غالب تھا۔ علوم دینیہ کا درس دیتے وعظ فرماتے' فتاوی لکھتے اور سماع وغیرہ سے سخت احتراز کرتے۔ مولانا کی زندگی کا دوسرے دور شمس تبریز کی ملاقات سے شروع ہوتا ہے۔ اس ملاقات کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔

ایک روایت کے مطابق مولانا ایک حوض کے کنارے درس و تدریس یں مصروف تھے اور سامنے کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ شمس تبریزؒ اس طرف آنکلے اور حضرت شمس نے پوچھا کہ یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے کہا کہ یہ قیل و قال ہے تم کو اس سے کیا غرض شمس نے کتابیں اٹھا کر حوض میں پھینک دیں۔ اب مولانا پریشان ہوئے اور کہا کہ اے فقیر یہ تم نے کیا کیا یہ تو ایک ایسا ذخیرہ تھا جواب کسی طور پر نہیں مل سکتا۔ مولانا کی یہ گریہ و زاری سن کر شمس تبریزی نے حوض میں ہاتھ ڈالا اور ایک ایک کر کے ساری کتابیں حوض سے باہر نکال دیں۔ اور اب جب مولانا نے دیکھا کہ یہ کتابیں تو بالکل خشک ہیں اور ان میں کہیں نمی تک کا نام و نشان نہیں تو مولانا پر سخت حیرت طاری ہو گئی اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو شمس نے جواب دیا کہ یہ عالم حال ہے تم کو اس سے کیا غرض۔ یہ کہہ کر شمس تو روانہ ہو گئے اور ادھر مولانا کی دنیا بدل چکی تھی۔ شمس کے پیچھے بھاگے' قدموں میں گر پڑے اور شمس کی بیعت کر لی۔

مشہور مسلمان سیاح ابن بطوطہ جب سفر کرتے کرتے قونیہ میں پہنچا تو مولانا کی قبر مبارک کی زیارت کی اور حضرت شمسؒ کی ملاقات کے بارے میں جو روایت وہاں مشہور تھی اس کے مطابق مولانا جلال الدین رومیؒ اپنے مدرسے میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص حلوا بیچتا ہوا مدرسے میں آیا حضرت مولانا نے اس سے حلوے کی ایک قاش لی اور تناول فرمائی۔ حلوا دے کر وہ تو کسی طرف نکل گیا ادھر مولانا کی یہ حالت ہوئی کہ بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور خدا جانے کدھر چل دیئے۔ برسوں کچھ پتہ نہ چلا کئی برس کے بعد جب آئے تو حالت یہ تھی کہ کچھ نہ بولتے' جب کبھی زبان کھلتی تو اشعار پڑھتے تھے۔

اس زمانے میں مولانا کی حالت میں ایک نمایاں تغیر پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ اب تک سماع سے محترز تھے لیکن اب اس کے بغیر چین نہیں آتا۔ چونکہ مولانا نے درس و تدریس کے اشغال کو چھوڑ دیا تھا اور حضرت شمسؒ کی خدمت سے دم بھر کو جدا نہیں ہوتے تھے۔ اب مولانا کی یہ حالت دیکھ کر تمام احباب حضرت شمسؒ کے دشمن ہو گئے اور آپ کے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا تو اچانک ایک دن شمسؒ غائب ہو گئے اب شمس کے بچھڑنے کے بعد مولانا نے سب سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ مدت کے بعد حضرت شمس نے مولانا کو دمشق سے خط لکھا اور اس خط نے شوق کی آگ اور بھڑکا دی۔ مولانا نے اس زمانے میں نہایت رقت آمیز اور پر اثر اشعار کہے۔ اب لوگوں نے معافیاں مانگنی شروع کیں تو یہ طے پایا کہ سب مل کر دمشق جائیں اور حضرت شمسؒ کو منا کر لائیں۔ مولانا نے اپنے فرزند حضرت سلطان ولد کو قافلے کا سالار بنا کر شمسؒ کے نام ایک منظوم خط لکھ کر بھیجا۔ آخر کار شمس واپس آگئے اور پھر قونیہ میں محافل سماع آباد ہو گئیں۔ دوبارہ پھر لوگ دشمن ہو گئے یہاں تک کہ شمس نے اب کی دفعہ عزم کر لیا کہ جا کر پھر کبھی نہ آئیں گے۔ چنانچہ دفعتہً حضرت شمسؒ ایسے غائب ہوئے کہ دوبارہ پھر نظر نہ آئے۔ مولانا نے ہر طرف آدمی دوڑائے لیکن کہیں پتہ نہ چلا اور بالآخر خود تلاش کو نکلے دمشق میں قیام کر کے ہر طرف سراغ رسانی کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر قونیہ کو واپس آگئے۔ مدت تک مولانا کو شمس کی جدائی نے بے قرار و بے تاب رکھا۔

ایک دن اسی حالت میں گھر سے نکلے راہ میں شیخ صلاح الدین زرکوب کی دکان تھی۔ وہ چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے۔ مولانا پر ہتھوڑی کی آواز نے سماع کا اثر پیدا کیا۔ وہیں کھڑے ہو گئے اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ شیخ صلاح الدین نے وہیں کھڑے کھڑے دکان لٹوا دی اور دامن جھاڑ کر مولانا کے ساتھ ہو گئے۔ مولانا کو صلاح الدین کی صحبت سے کچھ تسلی ہوئی اور جس بات کے لئے مولانا شمس تبریزؒ کو ڈھونڈتے پھرتے تھے ان سے حاصل ہوئی۔ تقریباً دس برس تک مولانا اور شیخ صلاح الدین زرکوب کی صحبتیں گرم

رہیں۔بالآخر ۶۶۴ھ میں تین چار روز بیمار رہنے کے بعد شیخ صلاح الدین وفات پا گئے۔ مولانا نے تمام رفقاء اور اصحاب کے ساتھ ان کے جنازے کی مشائعت کی اور اپنے والد کے مزار کے پہلو میں دفن کیا۔ مولانا کو ان کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔

شیخ صلاح الدین زرکوبی کی وفات کے بعد مولانا نے اپنے معتقدان خاص میں سے حسام الدین چلپی کو اپنا ہمدم وہمراز بنایا اور مولانا جب تک زندہ رہے انہی سے دل کو تسکین دیتے رہے۔ مولانا ان کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے کہ لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ شاید مولانا ان کے مرید ہیں وہ بھی مولانا کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ ایک دن بھی مولانا کے وضو خانے میں وضو نہیں کیا۔باہر برف گر رہی ہوتی لیکن حسام الدین چلپی گھر جا کر وضو کر کے آتے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ نے حسام الدین چلپی کی ہی خواہش اور استدعا پر مثنوی کا آغاز کیا اور یہ وہ کتاب ہے کہ جسے آگے چل کر (ہست قرآن در زبان پہلوی) کا خطاب ملا۔ قرآن پاک اور کتب احادیث کے بعد مثنوی مولانا روم ایک مستند اور معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے۔ کسی صاحب دل نے مولانا روم کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

من چہ گویم وصفِ آں عالی جناب
نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

۶۷۲ ہجری میں قونیہ میں بڑے زور کا زلزلہ آیا اور مسلسل ۴۰ دن تک قائم رہا۔ تمام لوگ حیران و پریشان پھرتے آخر مولانا کے پاس آئے کہ یہ کیا بلائے آسمانی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ زمین بھوکی ہے لقمہ تر چاہتی ہے اور انشاء اللہ کامیاب ہوگی۔

چند روز بعد مزاج ناساز ہوا۔بیماری کی خبر عام ہوئی۔ تو تمام شہر عیادت کے لئے چل پڑا۔ شیخ صدر الدین قونوی مولانا کی حالت دیکھ کر بے قرار ہوئے اور دعا کی کہ خدا آپ کو جلد شفا دے۔ مولانا نے فرمایا کہ شفا آپ کو مبارک ہو۔ عاشق اور معشوق میں بس ایک پردہ رہ گیا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ بھی اٹھ جائے اور نور نور میں مل جائے۔ایک شخص نے

پوچھا کہ آپ کا جانشین کون ہوگا تو آپ نے حسام الدین چلپی کا نام لیا۔ حالانکہ مولانا کے اپنے بڑے صاحبزادے سلطان ولد سلوک و تصوف میں بڑے پایہ کے شخص تھے۔ چلپی حسام الدین نے پوچھا کہ آپ کے جنازے کی نماز کون پڑھائے گا' فرمایا صدر الدین قونوی۔ یہ وصیتیں کر کے مولانا ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ غروب آفتاب کے وقت انتقال فرماگئے۔ رات کو تجہیز و تکفین کا سامان تیار کیا گیا۔ صبح کو جنازہ اٹھا تو بچے' بوڑھے' جوان' امیر' غریب' عالم ہر طبقے اور فرقے کے آدمی جنازے کے ساتھ تھے۔ اور روتے جاتے تھے۔ عیسائیوں اور یہودیوں تک جنازے کے ساتھ انجیل اور تورات پڑھتے جاتے۔ بادشاہ وقت خود جنازے کے ساتھ تھا۔ صندوق جس میں تابوت رکھا گیا تھا راستے میں چند دفعہ بدلا گیا اور اس کے تختے توڑ کر تبرک کے طور پر تقسیم کیے گئے۔ شام تک جنازہ قبرستان میں پہنچا۔ شیخ صدر الدین نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے لیکن چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ آخر قاضی سراج الدین نے نماز جنازہ پڑھائی۔ چالیس دن تک لوگ مسلسل مزار کی زیارت کو آتے رہے۔ مولانا کا مزار مبارک اس وقت سے آج تک بوسہ گاہ و مرجع خلائق ہے اور اس وقت ایک میوزیم کی صورت میں موجود ہے اور اس کے کھلنے اور بند ہونے کے اوقات مقرر ہیں۔ قونیہ شہر میں داخل ہوں تو دور سے ہی آپؒ کی مسجد اور مزار مبارک کے گنبد و مینار نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ میوزیم میں جانے کے لئے ٹکٹ خرید کر اندر داخل ہوں۔ تو سامنے بڑے دروازے پر درج ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے۔

یا حضرت مولانا

اور اس عبارت کے نیچے مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

کعبة العشاق باشد این مقام

هر که ناقص آمد این جاشُد تمام

(عشاق کعبہ اس مقام پر آپہنچے اور جو بھی یہاں نامکمل آیا وہ کامل ہو گیا)

اس دروازے سے اندر داخل ہوں تو سامنے ایک اونچے چبوترے پر مولانا رومؒ کی

طویل اور اونچی قبر مبارک ہے اور اس پر نہایت خوشنما غلاف پڑا ہوا ہے۔ سامنے کی دیوار پر سنہری حروف میں مختلف آیات لکھی ہوئی ہیں۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے حضرت سلطان ولد آرام فرما ہیں۔ اور آپ کی پائنتی آپ کے والد محترم حضرت سلطان بہاؤالدینؒ کی قبر مبارک ہے۔ آپ کے محبوب خلیفہ حضرت حسام الدین چلپیؒ اور بہت سے خلفاء اور عزیز و اقارب بھی اسی چبوترہ میں آرام فرما ہیں۔ بڑے دھیمے دھیمے بانسری کے میوزک نے اندر کے ماحول کو پر کیف بنایا ہوا ہے۔ مزار شریف پر ہر وقت لوگ آتے رہتے ہیں۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کرتے ہیں۔ مولانا روم کے مزار مبارک کے ساتھ والے کمرے میں مولانا کے تبرکات پڑے ہوئے ہیں۔ لوگ ان کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ ان تبرکات میں مولانا رومؒ کا جبہ مبارک گودڑی 'واسکٹ اور ٹوپیاں شیشے کی بند الماریوں میں محفوظ ہیں۔ ساتھ ہی دوسری الماریوں میں آلات موسیقی 'مثنوی کے نمونے اور قرآن پاک کے قدیم نسخے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کمروں سے ملحق مولانا کی مسجد کو بھی تبرکات کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ جن میں آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک بھی محفوظ ہیں۔ ایک الماری میں مولانا روم کے مزار مبارک کی چابی 'عثمانی دور کی ایک گھڑی 'مولانا کی تصانیف اور دوسرے متفرق تبرکات قابل دید ہیں۔

مزار شریف سے باہر بھی ملحقہ کمروں میں کافی قابل دید اشیاء موجود ہیں۔ ان میں مولانا کی خیالی تصویر 'درویشوں کے کمرے اور محفل رقص کا منظر ماڈل کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ قونیہ مین مزار مولانا پر ہر سال ۱۵ تا ۷ ادسمبر آپ کے عرس مبارک کی تقریب منعقد ہوتی ہے۔ اور بے پناہ رش ہوتا ہے۔ پورے ملک سے لوگ حاضر ہوتے ہیں اور محفل سماع (رقص مولوی) کی تقاریب منعقد ہوتی ہیں۔ نعت رسول مقبول ﷺ کے بعد مثنوی شریف بھی پڑھی جاتی ہے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ کے اخلاق و عادات 'ریاضت 'زہد و تقوای 'قناعت 'وجد و استغراق اور تصانیف کے بارے میں چند ایک تفاصیل درج ذیل ہیں۔

مولانا روم کے اخلاق کا ایک مختصر سا واقعہ کہ ایک دفعہ آپ بازار میں جا رہے تھے لڑکوں نے دیکھا تو ہاتھ چومنے کے لئے بڑھے آپ کھڑے ہو گئے۔ لڑکے ہر طرف سے آتے اور ہاتھ چومتے جاتے مولانا بھی ان کی دلداری کے لئے ان کے ہاتھ چومتے ایک لڑکا کسی کام میں مشغول تھا اس نے کہا مولانا ذرا ٹھہریئے میں فارغ ہو لوں۔ مولانا اس وقت تک وہیں کھڑے رہے کہ لڑکا فارغ ہو کر آیا اور دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔

ریاضت اور مجاہدہ حد سے بڑھا ہوا تھا۔ سماع کے جلسوں میں مریدوں پر جب نیند غالب ہوتی تو ان کی خاطر دیوار سے ٹیک لگا کر زانو پر سر رکھ لیتے تا کہ مرید بے تکلف ہو کر سو جائیں جب وہ سو جاتے تو خود اٹھ بیٹھتے اور ذکر و فکر میں مصروف ہو جاتے۔ نماز میں استغراق اس قدر ہوتا تھا کہ سپہ سالار جو برسوں مولانا کے ساتھ رہے کہتے ہیں کہ بارہا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اول عشاء کے وقت نیت باندھی اور دو رکعتوں میں صبح ہو گئی۔

ایک دفعہ سخت سردی کے دن تھے مولانا نماز میں اس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ لیکن مولانا اس طرح نماز میں مشغول رہے۔

مولانا نہایت درجہ بے تکلف متواضع اور خاکسار تھے ایک دفعہ جاڑوں کے دن میں حسام الدین چلپی کے پاس گئے چونکہ کافی وقت ہو چکا تھا اور دروازے سب بند تھے وہیں ٹھہر گئے برف گر گر کر سر پر جمتی رہی لیکن اس خیال سے کہ لوگوں کو زحمت نہ ہو نہ آواز دی اور نہ ہی دروازہ کھٹکھٹایا۔ صبح جب دروازہ کھلا تو حسام الدین آکر پاؤں پر گر پڑے اور رونے لگے مولانا نے گلے سے لگایا اور تب ان کی تسکین ہوئی۔

مولانا ایک دفعہ مریدوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے ایک تنگ گلی میں ایک کتا سر راہ سو رہا تھا۔ جس سے راستہ رک گیا تھا۔ مولانا وہیں رک گئے اور دیر تک کھڑے رہے ادھر سے ایک شخص آ رہا تھا۔ اس نے کتے کو ہٹا دیا۔ مولانا نہایت آزردہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے ناحق اس کو تکلیف دی ہے۔

تصانیف مولانا:

فیہ مافیہ

یہ خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کے نام لکھے تھے۔

دیوان

سوانح مولانا رومؒ از مولانا شبلی نعمانی کے مطابق دیوان میں قریباً پچاس ہزار شعر ہیں۔ چونکہ غزلوں کے مقطع میں عموماً شمس تبریز کا نام ہے اس لئے عوام اس کو شمس تبریزی کا دیوان سمجھتے ہیں لیکن یہ غلط ہے اور در حقیقت مولانا نے شمس تبریز کے نام سے ہی یہ دیوان لکھا ہے۔

مثنوی

یہی وہ کتاب ہے جس نے مولانا کے نام کو آج تک زندہ رکھا ہوا ہے۔ مثنوی کی تصنیف میں حسام الدین چلپی کو بہت دخل ہے اور در حقیقت یہ نایاب کتاب انہی کی بدولت وجود میں آئی' مولانا ان کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ جہاں مثنوی میں ان کا ذکر کرتے ہیں معلوم ہوتا کہ پیر طریقت اور استاذ کا ذکر ہے۔ مثنوی کے کل چھ دفتر ہیں اور سوائے پہلے دفتر کے ہر دفتر کا آغاز حسام الدین چلپی کے نام سے مزین ہے۔ مثنوی کو جس قدر مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی آج تک کسی کتاب کو نہیں ہوئی۔

قونیہ میں مزار مولاناؒ کے قریب ہی حضرت شمس تبریزیؒ کی مسجد اور آپ کا مزار مبارک ہے۔ ایک بڑے سے چبوترے میں آپ کا مزار ہے اور اوپر ایک بڑی سی سبز چادر پڑی ہوئی ہے۔ اور ساتھ ہی چھوٹی سی خوبصورت مسجد بھی ہے۔

قونیہ میں اور مساجد کے علاوہ درج ذیل تاریخی نوعیت کی مساجد بھی موجود ہیں۔

☆مسجد علاؤالدین

اس مسجد کو سلطان علاؤالدین کیقباد نے تعمیر کروایا اور یہ مسجد کافی اونچائی

تصاویر
ترکی

مسجد سلطان احمد (Blue Mosque)

ایا صوفیہ میوزیم

(Yeni) مسجد

تبرکات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم
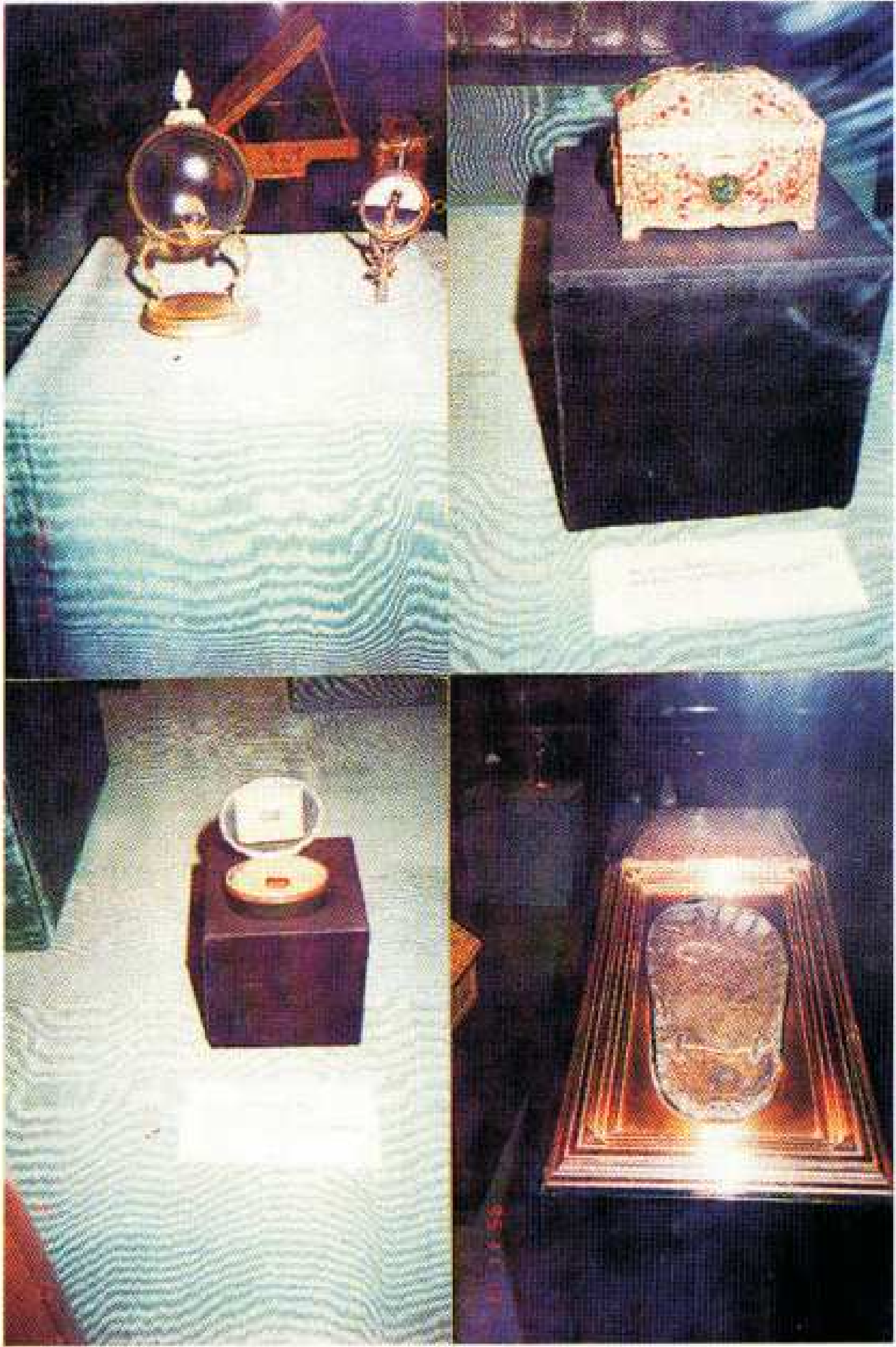
توپ کاپی پیلس میں تبرکات نبویہؐ
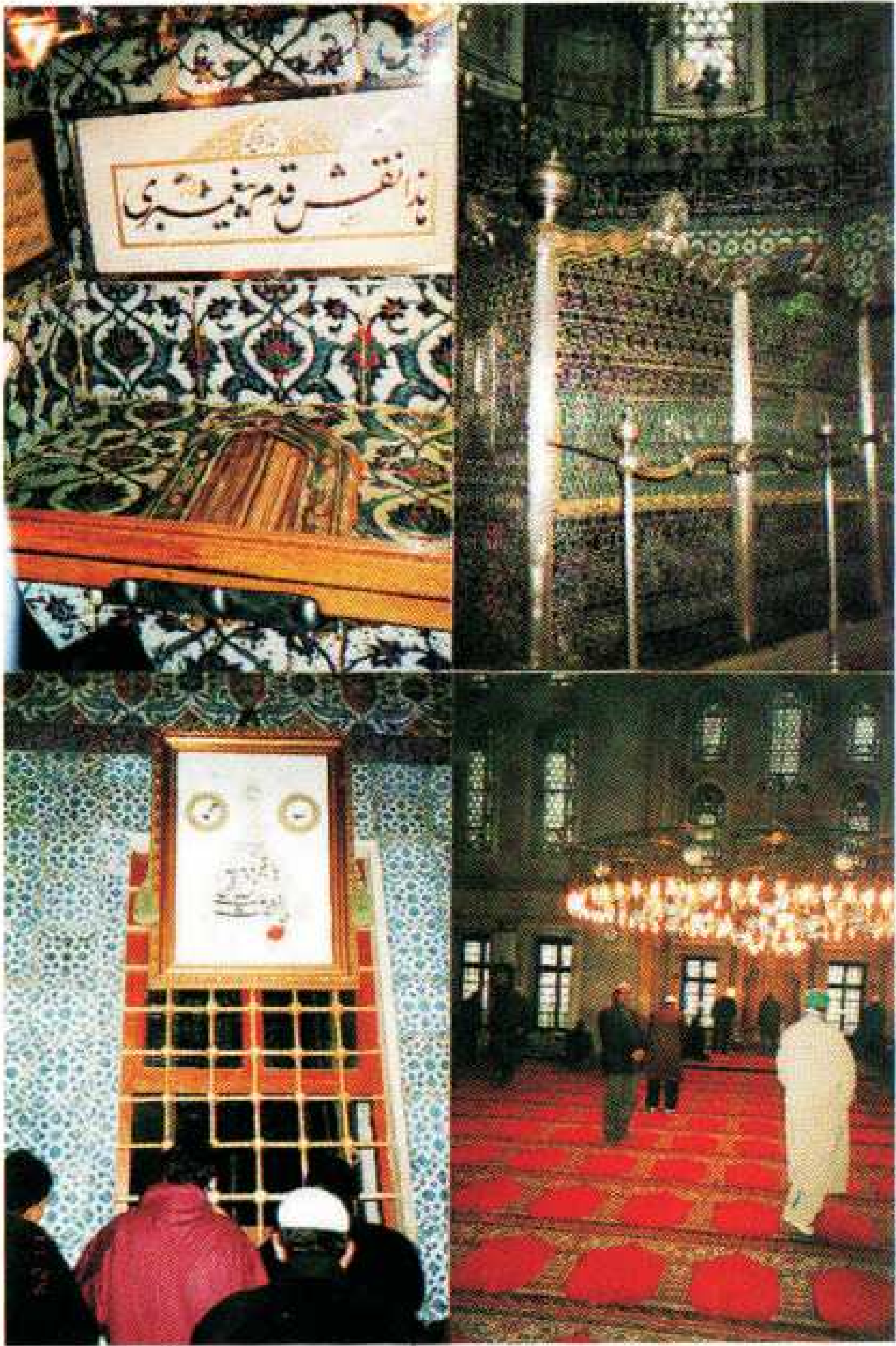
مسجد و مزار مبارک حضرت ابو ایوب انصاریؓ

قونیہ میں مزار مولانا رومؒ
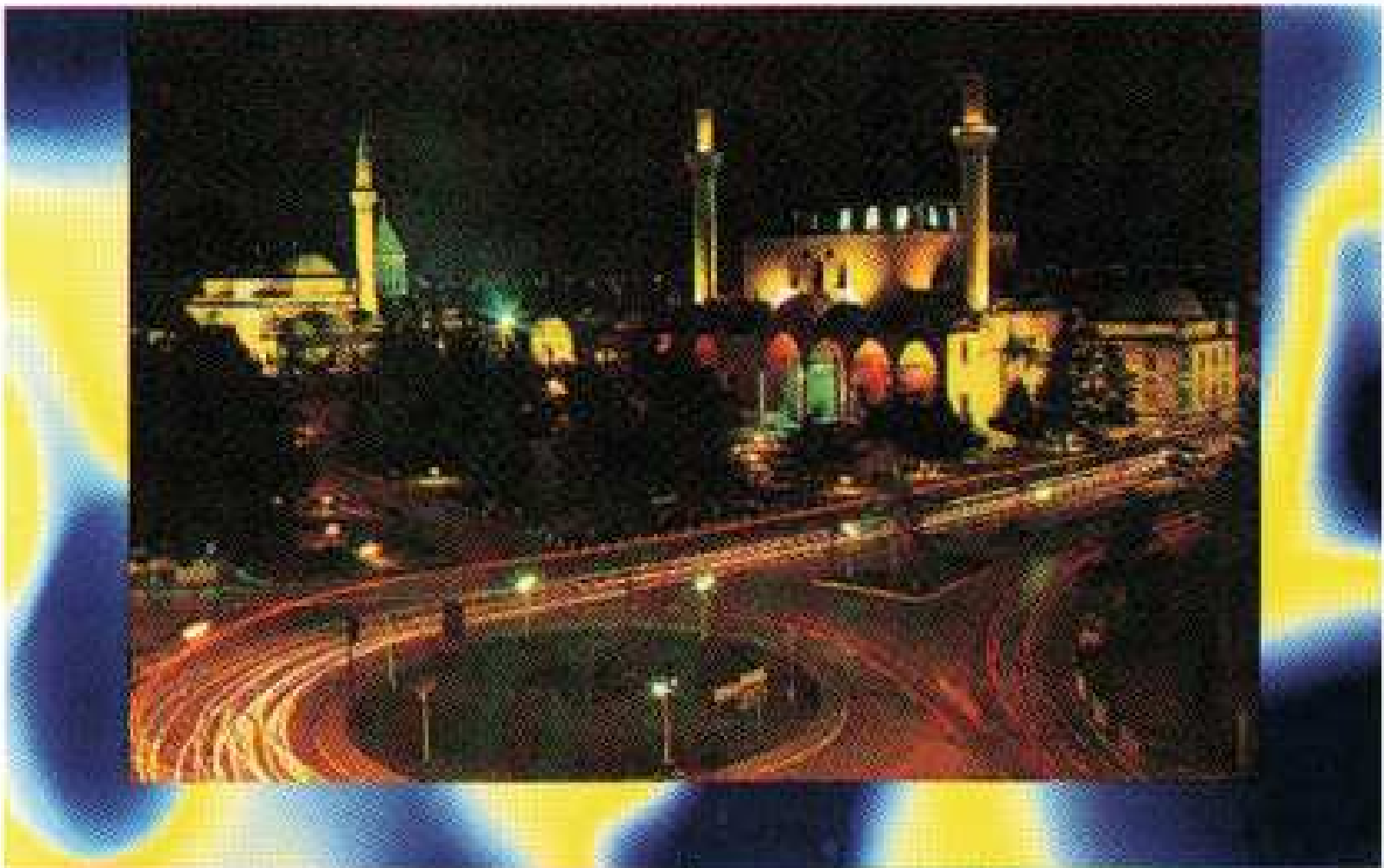
رقص مولوی
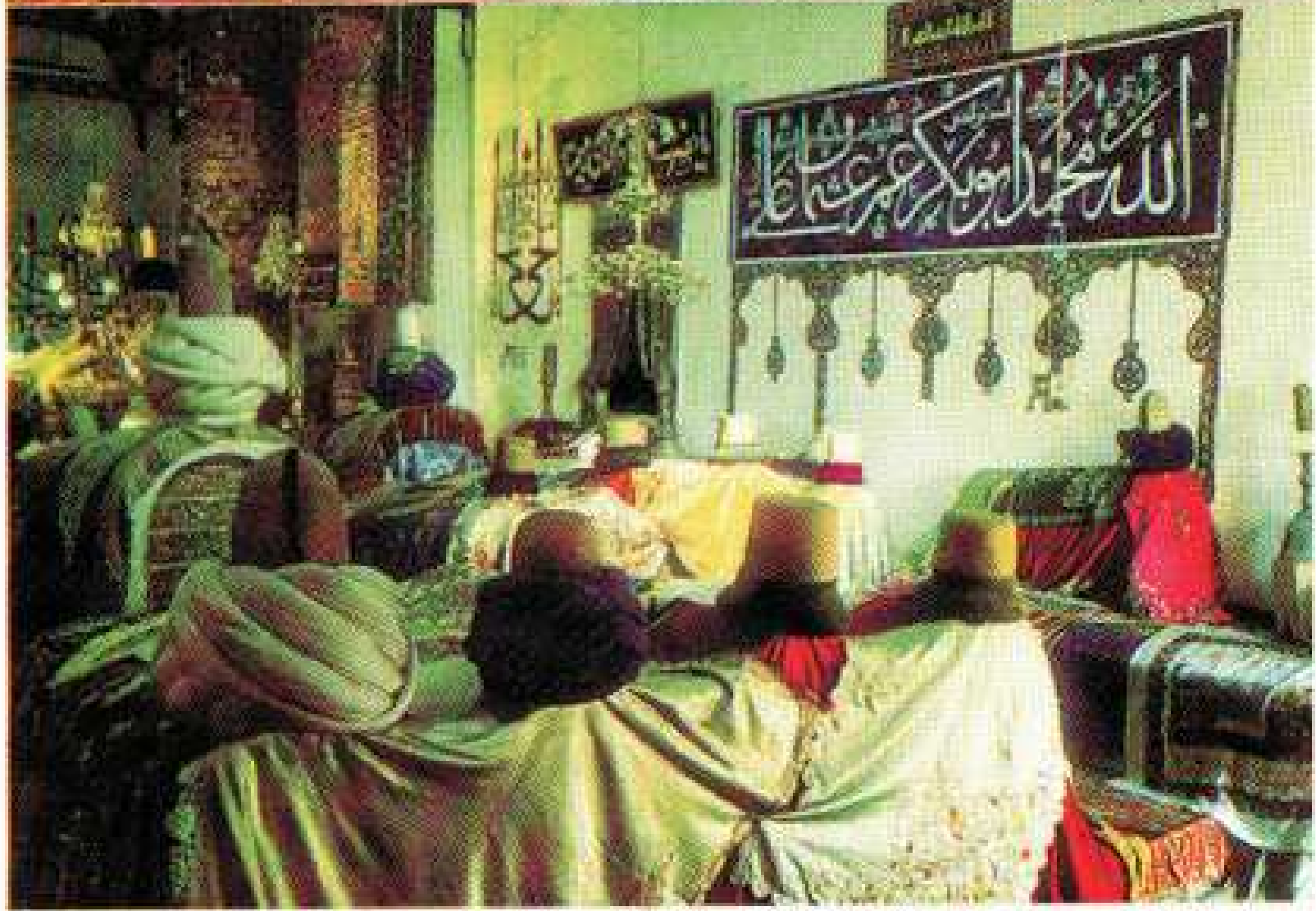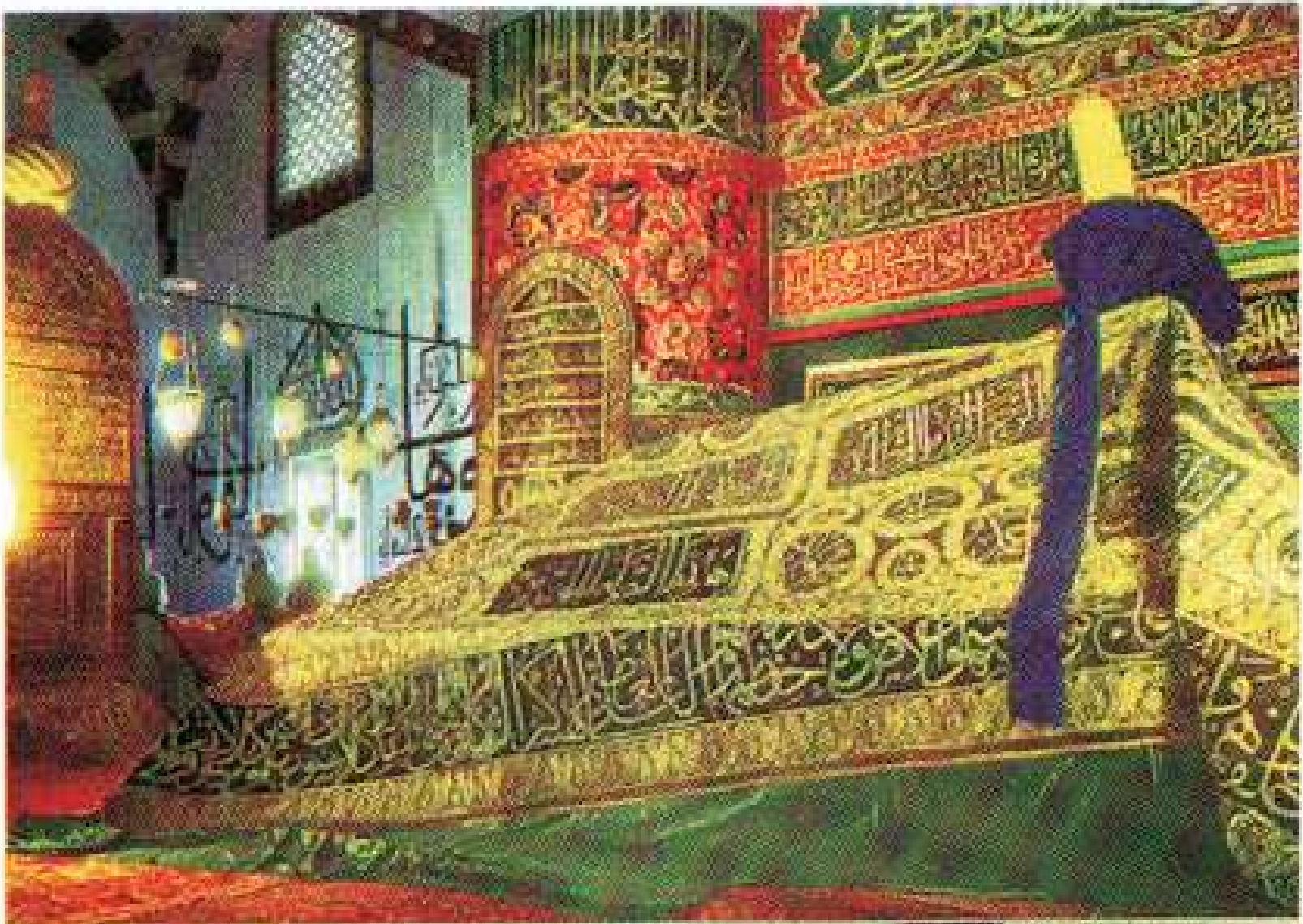
مولانا رومؒ کے عزیز و اقارب کے مزارات مبارکہ
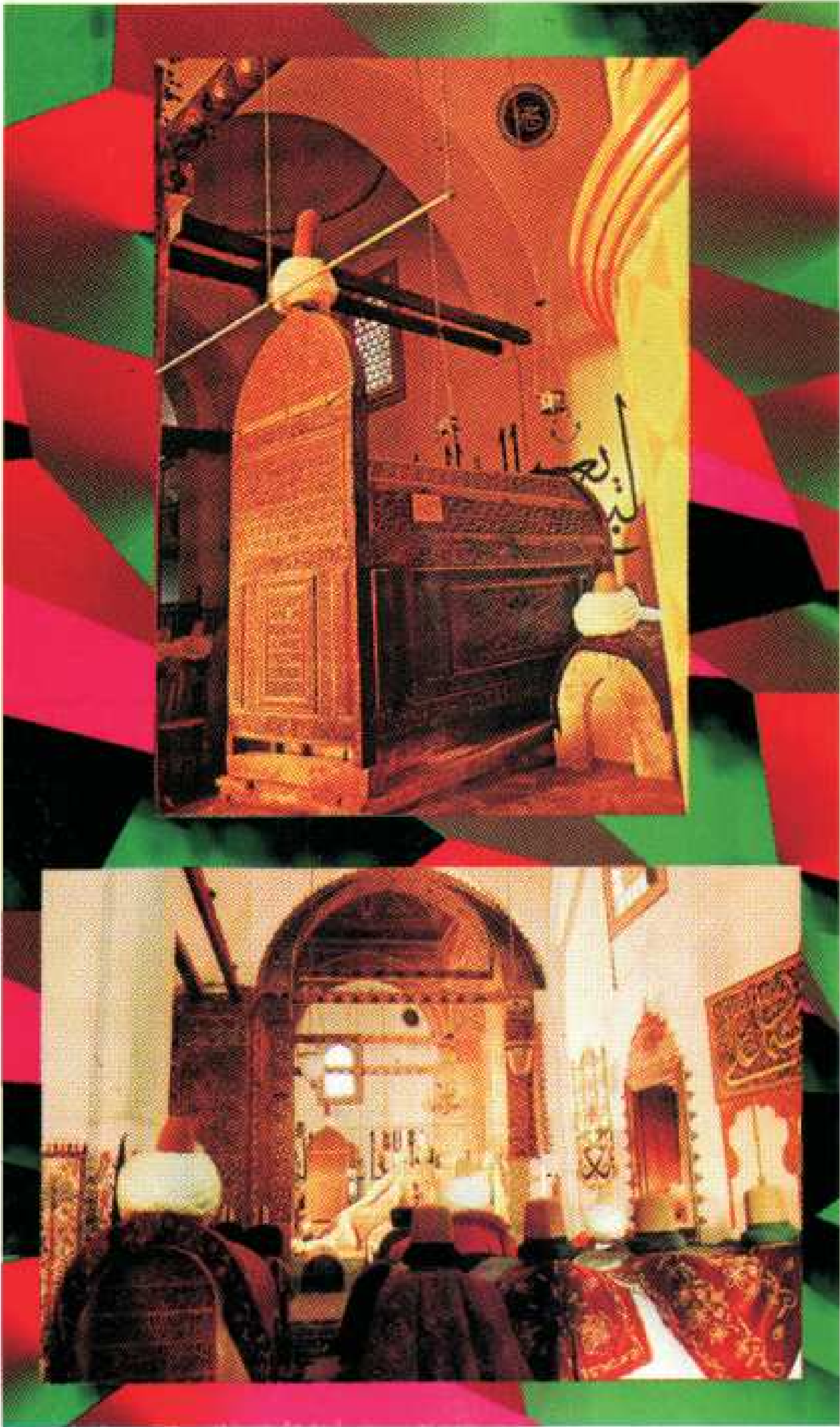
حضرت مولانا رومؒ کے والد محترم کا مزار مبارک

مزار حضرت شمس تبریزیؒ
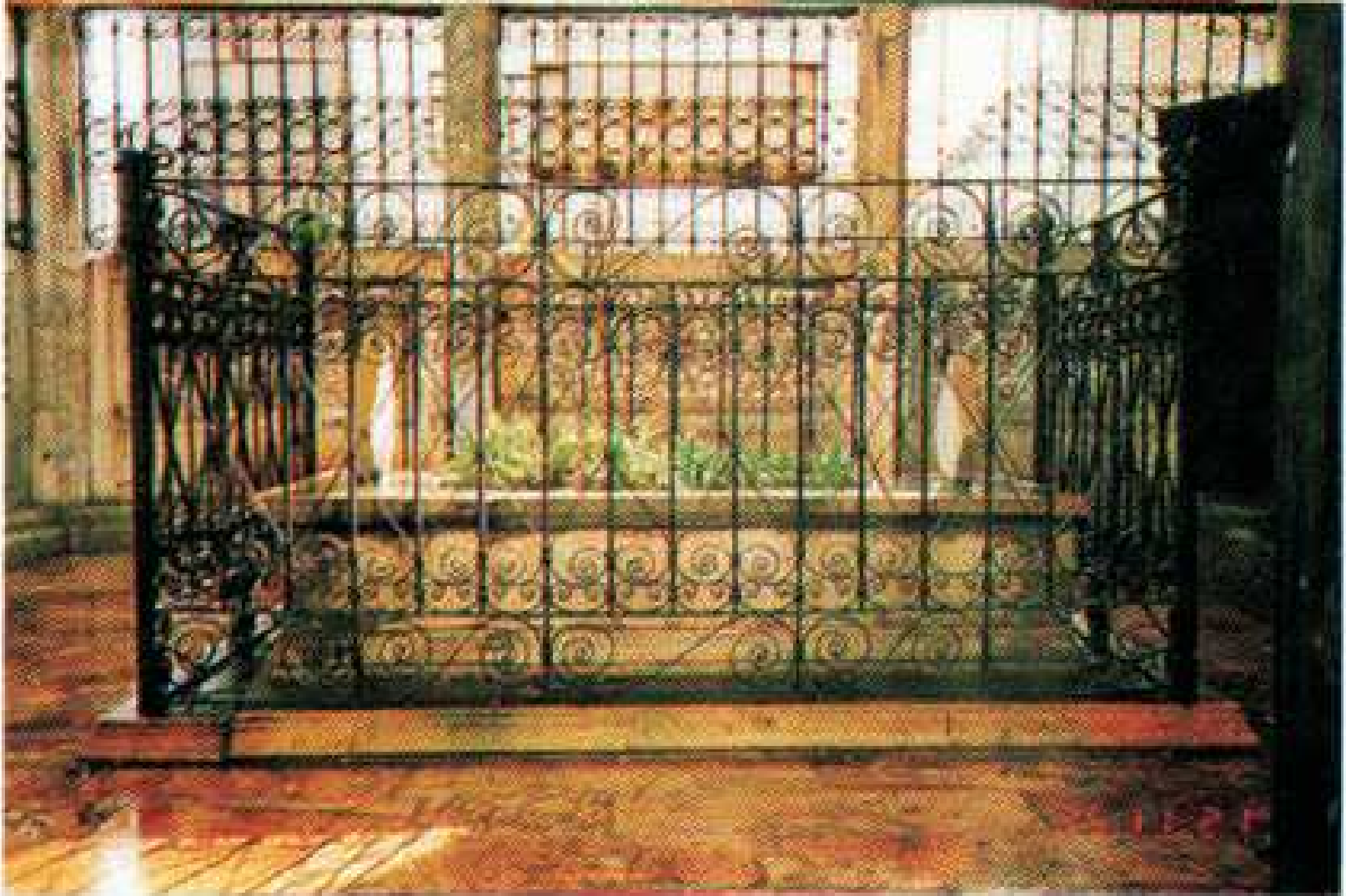
مزار پر انوار حضرت شیخ صدر الدین قونویؒ

شام
آنحضرت ﷺ کا شہر
تجارت اور عظیم صحابہ کرامؓ
کا مسکن و مدفن

دمشق

اوراس کے گردو نواح میں

مقامات مقدسہ اور زیارات

نبوت سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا مال تجارت لے کر اس سرزمین کی طرف سفر کرتے ہیں۔ آپؐ کے ساتھ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا روانہ کردہ غلام میسرہ بھی ہے اور یہ ملک شام کی طرف آپ کا دوسرا سفر ہے۔ پہلا سفر آپ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ کیا تھا۔ دوسرے سفر میں آپؐ نے شام میں اس وقت تک قیام فرمایا جب تک آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کا سارا مال تجارت جو مکہ سے ساتھ لائے تھے فروخت کر دیا اور اسی سرزمین کے بارے میں آپ ﷺ نے بے شمار دعائیں کیں۔ آپؐ کے وصال کے بعد کافی مشہور صحابہ کرامؓ اس سرزمین پر جلوہ افروز رہے۔ ان میں سر فہرست مشہور راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ اور موذن رسولؐ حضرت بلال حبشیؓ ہیں۔ اسی سرزمین میں وہ ہستی بھی آرام فرما ہیں جن کو دربار نبویؐ سے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا خطاب ملا۔ حضرت سیدنا خالد بن الولیدؓ جن کی بہادری اور شجاعت کی داستانیں مشہور ہیں۔ انبیاء میں حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحیٰی علیہ السلام بھی اس سرزمین میں آرام فرما ہیں۔ اولیائے عظام میں حضرت سلطان ابراہیم بن ادھمؒ بھی ملک شام میں آرام فرما ہیں۔

اب ان زیارات مقدسہ کی تفصیل حاضر خدمت ہے۔

دمشق شہر کے مرکز میں ایک بازار بنام سوق حمیدیہ ہے جو کہ کورڈ ہے۔ یہ بازار کافی لمبا ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں طرف دور تک پھیلا ہوا ہے۔ اس بازار میں ہر قسم کی دکانیں، ہوٹل، قہوہ خانہ، بینک اور کتابوں کی دکانیں بھی موجود ہیں۔ اس بازار میں داخل ہوں تو دائیں جانب دو تین دکانیں چھوڑ کر ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کا نام مسجد ابو ھریرہؓ ہے۔ اسی چھوٹی سی مسجد کے ایک گوشہ میں اتنے بڑے صحابی رسول ﷺ آرام فرما ہیں۔ جن کی شخصیت محتاج تعارف نہیں اور دنیا جن کو حضرت ابو ھریرہؓ کے نام سے جانتی ہے۔ اس امت مرحومہ تک جتنی بھی احادیث رسولؐ پہنچی ہیں ان میں سے اکثر حضرت ابو ھریرہؓ کی ہی روایت کردہ ہیں۔ آپؓ اصحاب صفہ میں بھی شامل تھے۔ نماز کے اوقات کے علاوہ یہ مقام بند ہوتا ہے لیکن ساتھ والی دکانوں سے معلوم کرنے پر کوئی صاحب دل یہ مقام کھلوا کر زیارت

کرواد یتا ہے۔

سلطان نور الدین زنگیؒ

اسی کورڈ بازار (سوق حمیدیہ) کے ختم ہونے سے پہلے دائیں طرف ایک چھوٹا سا بازار بنام سوق الخیاطین ہے۔ اسی بازار کے عین درمیان میں دائیں طرف ایک کمرے میں عظیم سلطان جناب سلطان نور الدین زنگی آرام فرما ہیں۔ یہ وہ عظیم سلطان ہے جس کو نبی اکرم ﷺ بار بار خواب میں آئے اور حضورؐ کے ارشاد کے مطابق ملک شام سے یہ سلطان روز و شب کی مسافتیں طے کر مدینہ منورہ پہنچا اور ان نصرانیوں کو قتل کروایا۔ جو سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ اقدس میں سرنگ لگا رہے تھے۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے مل کر خفیہ طور پر روضہ اقدس کو نقصان پہنچانے اور آپ ﷺ کے جسم اطہر کی بے حرمتی کرنے کا منصوبہ بنایا مگر خدائے بزرگ و برتر نے نور الدین زنگیؒ کے ذریعے ان کو اپنے اس ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

سلطان نور الدین بہت بلند اخلاق تھا۔ اس کی زندگی دوسروں کے لئے قابل تقلید تھی۔ وہ نہایت پارسا، دین دار، بہادر اور نڈر تھا۔ میدان جنگ میں ہمیشہ پہلی صف میں لڑتا۔ ان تمام باتوں کے علاوہ وہ شب بیدار بھی تھا۔

سلطان نور الدین زنگی نے ان نصرانیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد حجرہ شریف کے اردگرد پانی کی تہہ تک سیسہ پلائی دیواریں بنوادیں جو اب تک قائم ہیں۔

سلطان نے جب اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت دیکھی کہ روئے زمین کے تمام بادشاہوں میں سے یہ کام اس سے لیا گیا ہے تو اس نے اپنی اس خوش نصیبی پر خوشی کے آنسو بہائے۔ سلطان نور الدین زنگی کے پاس حضور ﷺ کا موئے مبارک تھا۔ وصال سے پہلے وصیت فرمائی کہ یہ موئے مبارک میرے لبوں میں رکھ دینا۔

سلطان نور الدین زنگی کا مزار بالکل سادا سا ہے۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک اکثر بند رہتا ہے لیکن باہر ساتھ والی دکانوں سے معلوم کرنے پر

کھول دیتے ہیں۔

سلطان نورالدین زنگیؒ کے مزار مبارک پر فاتحہ پڑھنے کے بعد دوبارہ سوق حمیدیہ کی طرف روانہ ہوں تو تھوڑا سے چلنے کے بعد سامنے عظیم مسجد (جامع اموي) ہے یہ وہ شاہی مسجد ہے جس کی تعمیر خلیفہ عبدالملک مروان کے زمانہ میں ہوئی۔ نہایت وسیع و عریض مسجد ہے۔اس میں چند ایک تاریخی اہمیت کے مقدس مقامات ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

قبر مبارک حضرت یحیٰ علیہ السلام

مسجد اموي کے عین درمیان میں آپ کا مزار مبارک سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ جس کے اوپر ایک چھوٹا سا گنبد بھی ہے اور چاروں طرف جالی لگی ہوئی ہے۔ جہاں کھڑے ہو کر حضرت یحیٰ بن زکریا علیہ السلام کی خدمت میں سلام و فاتحہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

مقام ہود علیہ السلام اور مقام خضر علیہ السلام

قبلہ رخ دیوار پر ایک مقام پر یہ الفاظ درج ہیں

هذا مقام هود عليه السلام

(یہ نبی اللہ ہود علیہ السلام کا مقام ہے)

ایک دوسرے مقام پر قبلہ رخ یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

هذا مقام خضر عليه السلام

(یہ حضرت خضر علیہ السلام کا مقام ہے)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس مقام پر یہ الفاظ درج کروائے تھے۔ کہ میں نے یہاں پر حضرت خضر علیہ السلام کو مصروف عبادت دیکھا ہے۔

مقام رأس امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسجد اموي کی ایک جانب کونے میں ایک مقام پر شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک مدفون ہے اور ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو مسجد امام زین العابدینؒ کہلاتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس مقام کو حضرت امام زین العابدینؒ کے

ایام اسیری میں عبادت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

مسجد اموی کا مشرقی مینار

اسی مسجد اموی کے ایک مشرقی مینار کے متعلق ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اسی مینار پر نزول فرمائیں گے۔

یہ تھے چند ایک مقامات مقدسہ۔ جو مسجد اموی میں واقع ہیں۔ بذات خود مسجد اموی نقش و نگار اور فن تعمیر کے لحاظ سے ایک عظیم شاہکار ہے۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

مسجد اموی سے پیدل چلتے ہوئے تھوڑے ہی فاصلے پر اس مرد مجاہد اور غازی کا مزار پر انوار ہے جس نے صلیبی جنگوں میں عیسائیوں کی مشترکہ طاقت کو ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دیا اور بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضہ سے آزار کرایا۔ خوبصورت سنگ مرمر کے دو مزار ہیں۔ ایک سلطان صلاح الدین ایوبی کا اور دوسرا ان کے وزیر عماد الدین کا ہے اور کمرے میں سلطان کی تصویر بھی لگی ہوئی ہے۔

اے مرد مجاہد تیری ہمت 'شجاعت اور عظمت کو سلام۔

سیدۃ رقیہ بنت امام حسینؓ

مقبرہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ سے تھوڑا آگے جا کر شہید کربلا حضرت امام حسینؓ کی کمسن صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا مزار پر انوار ہے۔ آپ میدان کربلا سے بیماری میں ہی واپس لوٹی تھیں اور آپؓ کا دمشق میں انتقال ہوا تھا۔ آپ کا مزار مبارک انتہائی خوبصورت اور بڑے دلکش انداز میں بنا ہوا ہے۔ اعلیٰ قسم کے فانوس اور بہترین قالین پڑے ہوئے ہیں اور ہر وقت بے پناہ رش رہتا ہے۔ مزار شریف کے اندر کا ماحول بڑا پر کیف اور پر رقت ہوتا ہے اور ایک عام انسان پر بھی عجیب و غریب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ لوگ ہر طرف بیٹھے ذکر و اذکار کرتے رہتے ہیں اور نوافل ادا کرتے ہیں۔

مقام سیدۃ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ مقام سوق حمیدیہ یا مرکز شہر سے تقریباً بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ٹیکسی اسٹینڈ سے ہر وقت گاڑیاں آسانی سے مل جاتی ہیں اور تقریباً آدھ گھنٹہ میں اس مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔ عام طور پر اس مقام کو ست زینبؓ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ حضرت زینبؓ وہ باعظمت اور صبر و تحمل کی پیکر خاتون ہیں کہ جنہوں نے کربلا کا خونی میدان اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سانحہ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پورا پورا ساتھ دیا اور سخت مصائب اور مظالم کے باوجود صبر کا دامن نہ چھوڑا اور پھر اس لٹے ہوئے قافلے کی سربراہی کرتے ہوئے دمشق پہنچی اور یزید کے سامنے ایسی تقریر کی جس کے الفاظ رہتی دنیا تک کتابوں میں محفوظ رہیں گے۔

سیدۃ زینبؓ کا مزار بھی نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ بہترین قسم کے فانوس ہر طرف آویزاں ہیں اور ہر طرف بہترین قالین بچھے ہوئے ہیں۔ دیواروں پر مختلف رنگوں میں کاشی کا کام کیا ہوا ہے۔ یہاں پر بھی بڑی رقت آمیز کیفیت ہوتی ہے۔ ہر آدمی آپؓ کے حضور نذرانہ سلام پیش کرتا ہے اور پھر نوافل اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اے بنت شیر خدا تیری عظمت کو سلام۔

مقبرۃ باب الصغیر

یہ قبرستان دمشق کا قدیم ترین قبرستان ہے۔ اس عظیم قبرستان میں اہل بیت' صحابہ کرام' اولیاء عظام اور بڑے بڑے علماء اور محدثین کے مزارات مبارکہ ہیں لیکن اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے قدیم نشانات اب معدوم ہو رہے ہیں۔ ذیل میں چند ایک مزارات مقدسہ کا اجمالاً ذکر کیا جا رہا ہے۔

موذن رسولؐ حضرت بلال حبشیؓ

حضرت بلال حبشیؓ کی عظیم شخصیت سے کون واقف نہیں۔ آپؓ کا جو مقام دربار نبوی ﷺ میں تھا اس کو کون نہیں جانتا۔ سیدنا بلال حبشیؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اور ان

ازلی سعادت مندوں میں سے تھے جن کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ آپ کے مالک کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ مسلمان ہو گئے ہیں تو اس کا خون کھولنے لگا اس نے عزم کر لیا کہ وہ اس جرم کی بلال کو اتنی سزا دے گا کہ اس سزا کا برداشت کرنا ناممکن ہو گا۔ حضرت حسانؓ فرماتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے مکہ آیا تو میں نے بلال کو دیکھا کہ اس کے گلے میں ایک لمبی رسی تھی جسے بچوں نے پکڑا ہوا تھا اور وہ اسے کھینچ رہے تھے اور بلال کہہ رہے تھے۔

احد احد

حضرت عمرو بن عاص کہتے ہیں۔

ایک روز میں بلال کے پاس سے گزرا جبکہ اسے گرم کنکریوں پر لٹا کر عذاب دیا جا رہا تھا اور وہ کنکریاں اتنی شدید گرم تھیں کہ اگر گوشت کا ٹکڑا بھی رکھا جاتا تو وہ پک جاتا۔ اس کے باوجود بلالؓ یہ کہہ رہے تھے احد احد

بلآخر یہ سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آئی کہ آپؓ نے بلال کے بدلے اپنا ایک غلام جس کی قیمت کئی ہزار دینار تھی امیہ بن خلف کو دیا اور اس طرح حضرت بلالؓ کو اس ظالم کے پنجہ سے رہائی دلا کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ نبی اکرم ﷺ حضرت بلالؓ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اور ان کی بہت عزت فرماتے تھے۔ اسلام میں سب سے پہلے آپؓ نے ہی اذان کہی۔ فتح مکہ کے دن جب مسلمان مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور حضور ﷺ نے بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور کعبے کو پاک کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر دیا تو حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ کعبے کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان دو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں آپ ملک شام آگئے اور یہیں وصال فرمایا اور دمشق کے عظیم قبرستان میں مدفون ہوئے۔ اس وقت آپ کا مزار مبارک ایک چھوٹی سی عمارت میں ہے اور اوپر سبز رنگ کا گنبد بنا ہوا ہے۔ باہر دروازے پر سنگ مرمر کی ایک تختی لگی ہوئی ہے۔ اس مقام پر حاضری دینے سے بڑا قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔

مزار مبارک سیدۃ سکینہؓ اور سیدۃ ام کلثومؓ

یہ دونوں مزارات مبارکہ ایک الگ عمارت میں ہیں اور یہاں پر اکثر لوگ فاتحہ وغیرہ کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت سیدۃ سکینہؓ شہید کربلا کی بیٹی ہیں جو اپنے بابا کے ساتھ میدان کربلا میں بھی موجود تھیں اور حضرت سیدۃ ام کلثومؓ حضرت امام علیؓ کی صاحبزادی ہیں۔

امہات المومنین کی قبور مبارکہ

دو الگ الگ کمروں میں آنحضرت ﷺ کی دو ازواج مطہرات سیدۃ ام حبیبہؓ اور سیدۃ ام سلمیٰؓ آرام فرما رہی ہیں۔

ام المومنین سیدۃ ام حبیبہؓ

حضرت ام حبیبہؓ عبید اللہ بن جحش کی بیوی تھیں۔ اور یہ دونوں میاں بیوی ہجرت حبشہ میں شامل تھے اور شاہ نجاشی کے زیر سایہ ہر قسم کا آرام و سکون میسر تھا۔ لیکن عبید اللہ جحش نے وہاں عیسائیوں کے مزین و آراستہ گرجے دیکھے اور پادریوں کی شان و شوکت کو ملاحظہ کیا تو انہوں نے اسلام کو چھوڑ کر نصرانیت کو اختیار کر لیا۔ تو اس وقت حضرت ام حبیبہؓ نے فوراً اپنے خاوند سے قطع تعلق کر لیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو اس ایثار کا یہ صلہ دیا کہ ان کو امہات المومنین میں شامل ہونے کا شرف عطا فرمایا اور حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح مبارک وہاں ہی حضور ﷺ سے کر دیا گیا اور شاہ نجاشی نے خود اپنی طرف سے چار سو دینار بطور مہر ادا کر دیئے اور حضرت ام حبیبہؓ کو بڑے عزت و وقار کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں مدینہ طیبہ میں بھیج دیا گیا۔

ام المومنین سیدۃ ام سلمیٰؓ

حضرت ام سلمیٰؓ کی پہلی شادی حضرت ابو سلمہؓ سے ہوئی تھی ان دونوں نے شروع میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا انہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی جب وہاں سے

واپس آئے تو دونوں مدینہ منورہ ہجرت کے ارادے سے نکلے لیکن ام سلمیٰ کے گھر والوں نے آپ کو اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کرنے سے جبراً روک دیا۔ آخر کار کچھ وقت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ آپ اپنے خاوند کے پاس مدینہ طیبہ پہنچ گئیں۔ حضرت ابو سلمہؓ نے جنگ بدر اور جنگ احد میں شرکت کی۔ جنگ احد میں آپ زخمی ہوئے اور کچھ عرصہ بعد آپ وصال فرما گئے۔

اور پھر عدت کے کچھ عرصہ بعد آپ ام المومنین کے شرف سے مشرف ہو کر کاشانہ نبوت میں شامل ہوئیں۔

آپؓ کی قبر مبارک سطح زمین سے اونچی ہے اوپر مختلف رنگوں کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ باہر دروازے پر سنگ مرمر کی ایک تختی لگی ہوئی ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہے

اهل بيت رسول ﷺ

سولہ (۱۶) شہداء کربلاء کے سر مبارک

ایک خوبصورت قبر میں سولہ شہداء کربلا کے سر مبارک مدفون ہیں۔ جو کہ عبداللہ ابن زیاد نے یزید کے پاس بھیجے تھے۔ باہر دروازے پر جو عبارت لکھی ہوئی ہے اس کا اردو ترجمہ:

(اس مقام پر سولہ شہداء کے سرمبارک مدفون ہیں جنہوں نے یوم کربلاء حضرت امام حسینؓ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا)

اس عظیم قبرستان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت امیر معاویہؓ اور بے شمار صحابہ کرام آرام فرما ہیں لیکن کافی تلاش کے باوجود بھی ان قبور کے کوئی نشانات نہیں مل سکتے۔

سیدنا معاذ بن جبلؓ

مدحت پاشا بازار میں داخل ہوں تو تھوڑا سا آگے جا کر دائیں جانب مسجد معاذ بن جبلؓ ہے۔ مسجد کی دائیں طرف ایک کمرے میں اس عظیم صحابی رسول ﷺ کا مزار مبارک

ہے۔ نماز کے اوقات کے علاوہ یہ مقام بند رہتا ہے اس لئے اگر زیارت کرنی ہو تو نماز کے وقت اس مقام پر آئیں۔ قبر مبارک پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

مقام الصحابی الجلیل معاذ بن جبلؓ

حضرت ابی بن کعب الانصاریؓ

اسی مدحت پاشا بازار میں اگر سیدھے چلتے جائیں تو بازار کے اختتام پر باب شرقی آجاتا ہے۔ اس سے باہر نکل کر سڑک کے دائیں جانب تھوڑا سا چلنے کے بعد سڑک کے پار دو گنبد اور مینار نظر آتے ہیں اور اس کو مسجد ابی بن کعب انصاریؓ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی مسجد کے ایک گنبد میں عظیم صحابی رسول ﷺ، حافظ قرآن اور حضورؐ کے محبوب قاری و مفسر حضرت ابی بن کعب انصاریؓ آرام فرما ہیں۔ یہ مقام بھی نماز کے علاوہ بند رہتا ہے مسجد کے باہر ایک پتھر پر یہ عبارت درج ذیل ہے۔

جامع الصحابی الجلیل ابی بن کعب الانصاریؓ

مزار مبارک سیدنا شرجیلؓ بن عبداللہ اور سیدۃ خولہ بنت ازورؓ

مرکز دمشق سے باہر ایک مقام باب تومہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں پر سڑک کے کنارے ایک چھوٹے سے باغ میں سنگ مرمر کے دو خوبصورت مزار مبارک ہیں یہ دونوں مزار مذکورہ بالا صحابی اور صحابیہ کے ہیں۔ سیدۃ خولہ بنت ازورؓ وہ عظیم صحابیہ اور مجاہدہ ہیں جو گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار ہاتھ میں لے کر ہرقل روم کے لشکر میں گھس گئیں اور "تومہ" (ایک عیسائی جرنیل) کو قتل کر کے اپنے بھائی کو چھڑا لائیں۔

شیخ الاسلام شیخ ارسلان دمشقیؒ

آپؒ شام کے جلیل القدر اولیاء اللہ میں سے ہیں اور حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہم عصر ہیں۔ اسی باب تومہ سے تھوڑا سا آگے چل کر آپؒ کا مزار مبارک ہے ساتھ چھوٹی سی ایک مسجد بھی ہے اور پیچھے ایک قبرستان بھی ہے یہ مقام بھی اوقات نماز کے علاوہ بند دیکھا گیا ہے لیکن قبرستان میں موجود کسی شخص سے بات کر کے اس

مقام مبارک کی زیارت کی جا سکتی ہے۔ اہل شام میں آپ کی کرامات اور مزار مبارک کی برکات مشہور ہیں۔

مقام اربعین

جبل قاسیون دمشق کے شہر میں ایک پہاڑ ہے اور اس پہاڑ کی کافی اونچائی ہے اس پہاڑ کی چوٹی پر پہلے ایک وسیع وعریض غار تھا۔ لیکن اس وقت یہاں بڑے بڑے کمرے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہاں پیشتر انبیاء کرام مدتوں یادالٰہی میں مشغول رہ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اس مقام کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ یہاں شام کے ابدال اکٹھے ہوتے ہیں اور اس مقام کے ایک طرف مغارۃ الدم ہے۔ جہاں قابیل نے حضرت ہابیل علیہ السلام کو شہید کیا تھا۔

یہ مقام قبولیت دعا کیلئے مجرب ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربیؒ

آپ تصوف کی دنیا میں "شیخ اکبر" کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ نے فلسفہ وحدت الوجود کو اسلامی تصوف کے رنگ میں پیش کیا۔ آپ ۱۷ رمضان المبارک ۵۶۰ ہجری میں اندلس کے ایک شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ اس کے بعد اشبیلیہ کے علماء سے فقہ' حدیث اور تفسیر کا درس لیا۔ عین عالم شباب میں زور قلم کا یہ عالم تھا کہ عربی نظم اور نثر پر یکساں دسترس رکھتے تھے۔ آپ اپنی روحانی نسبت حضرت خضر علیہ السلام سے بیان کرتے تھے۔ آپ سات سال تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور اسی دوران اپنی مشہور زمانہ کتاب فتوحات مکیہ تصنیف فرمائی۔ یہاں سے آپ حمص تشریف لے گئے۔ وہاں سے قونیہ اور پھر بیت المقدس کی زیارت کے بعد حلب آئے اور پھر دمشق میں سکونت اختیار کرلی۔

ابن عربی نے جو روحانی مقامات حاصل کئے اور ان کی ذات سے جو مشاہدات ہوئے ان میں مکہ کے قیام کو بڑا دخل ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب (فتوحات مکیہ) کا نام بھی

اسی لئے رکھا تھا اور اس کے دیباچے میں اس کا اظہار بھی کیا ہے کہ یہ کتاب رسول ﷺ کی ہدایت واجازت کے مطابق لکھی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عرفان حقائق کی گرمی کا یہ عالم تھا کہ اگر میں اسے کتابی صورت میں منتقل نہ کر دیتا تو خود جل کر راکھ ہو جاتا۔

ابن عربی خوابوں کی اہمیت پر بہت زور دیتے تھے اور سچے خوابوں کو ایک طرح کا الہام ہی سمجھتے تھے۔ ان کا سب سے اہم خواب وہ ہے جس میں ان کو رسول ﷺ نے کتاب لکھنے کی اجازت دی تھی۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں جب فتوحات مکیہ کا دیباچہ لکھ رہا تھا تو میں نے خواب میں محمد ﷺ کو رب کے حضور میں موجود دیکھا آپؐ کے چہرہ انور سے بوار عب و جلال ٹپک رہا تھا۔ یکایک ایک منبر نمودار ہوا اور اس پر لکھا ہوا تھا یہ مقام محمدؐ ہے جو صداقت و حقیقت کی تبلیغ کرے گا وہ اس کو بطور وراثت پائے گا۔ عین اس موقع پر مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم و حکمت عطا ہوئے" آپؒ فرماتے ہیں کہ فتوحات مکیہ میں جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ مجھے الہامی طور پر معلوم ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو قلم بند کرنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت ابن عربی جب مکہ میں قیام پذیر تھے تو روزانہ تین جزء کے حساب فتوحات لکھا کرتے تھے۔ تقریباً ایک سال میں اس کو تمام کیا۔ اور پھر اس کے اجزاء کو پورا ایک سال خانہ کعبہ میں رکھ دیا۔ طوفان آیا بارش آئی مگر سال کے بعد جب اس کے اجزاء کو نکالا تو اس میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

ابن عربی کی تصانیف:

آپ نے کتابیں اور رسائل بڑی تعداد میں لکھے مگر ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ حضرت جامیؒ نے آپ کی کتابوں کی تعداد ۴۰۰ بتائی ہے۔ لیکن اس وقت ۲۰ یا ۲۵ کتابوں سے زیادہ موجود نہیں ہیں۔ باقی غالباً حادثات وغیرہ کی نذر ہو گئیں۔

ابن عربی کے اقوال:

جہاں تک ممکن ہو شک و شبہ سے بچو۔

- کوئی شخص اس وقت تک علم کی بلندیوں کو نہیں چھو سکتا جب تک وہ اللہ کے کلام اور محمد ﷺ کی تعلیم پر پوری طرح عمل نہ کرے۔
- جو شخص اللہ کے قوانین کی نافرمانی کرتا ہے اسے کبھی عزت حاصل نہیں ہوتی۔ چاہئے اس کی شہرت آسمانوں کو چھوتی ہو۔
- اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رسول کے علاوہ اور کسی کی اندھی تقلید کی اجازت نہیں دی۔ چاہے وہ کتنے ہی بڑے مفسر' محدث اور فقیہہ کیوں نہ ہوں۔
- خلق سے توڑو حق سے جوڑو۔

شیخ کی وفات

شیخ کو بظاہر کوئی مرض نہ تھا۔ عمر شریف جب ۷۸ سال کو پہنچی تو حالت نماز مغرب سجدہ ثانیہ میں ۲۲ ربیع الثانی ۶۳۸ ہجری کو اس دار فانی سے روانہ ہوئے۔

مدفن شیخ

بروز جمعۃ المبارک بمطابق ۲۳ ربیع الثانی ۶۳۸ ہجری بعد از نماز جمعہ آپ پر گیارہ مرتبہ نماز پڑھی گئی اور اسی مقام پر جہاں اب آپ آرام فرما ہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ لیکن مرور زمانہ سے آپ کا نشان قبر بھی غائب ہو گیا اور کسی کو بھی آپ کی قبر کا نشان معلوم نہ رہا اور اس بارے میں آپ نے اپنی زندگی مبارکہ میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ جب ترکی سلطان سلیم ملک شام کو فتح کرے گا تو محی الدین کی قبر بھی ظاہر ہو جائے گی اور شیخ کی یہ پیشن گوئی دوسو سال کے بعد لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ جب نویں صدی ہجری میں سلطان سلیم خان اول نے دمشق فتح کیا تو اسی جگہ جہاں آپ کا مزار مبارک ہے ایک عمارت اپنی فتح کی یاد میں بنانا چاہی۔ جب کھدائی کی گئی تو اس آفتاب معرفت کی لوح مزار دکھائی دی۔ سلطان کو جب خبر ہوئی تو سلطان خود آئے اور مزار مبارک برآمد کیا۔ کتبہ کو پڑھ کر سلطان آبدیدہ ہو گئے اور شیخ کی دو صد سالہ پیشن گوئی درست ثابت ہو گئی کہ

اذ دخل السین فی الشین ظھر قبر محی الدین

یعنی جب سین شین میں داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔ سین سے مراد سلطان سلیم اور شین سے مراد شام۔

مزار مبارک حضرت ابن عربیؒ

آپ کا مزار مبارک دمشق میں واقع ہے۔ قاسیون پہاڑ کے اردگرد پھیلی ہوئی آبادی کا نام "میدان شیخ" ہے۔ اسی مقام پر آپ کا خوبصورت مزار مبارک اور مسجد ہے۔ مزار مبارک پر حاضری دینے کے لئے مسجد کی سیڑھیاں اتر کر نیچے آنا پڑتا ہے۔ جہاں پر ایک تہہ خانے میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کے پہلو میں آپ کے دو صاحبزادوں کی قبور مبارکہ بھی ہیں۔

حضرت امام یافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں شیخ مرجع حقائق اور دریائے فیض تھے۔ عالم برزخ میں بھی آپ کا ایسا ہی فیض جاری وساری ہے۔ صاحب دل آج بھی آپ سے مستفیض ہونے کے لئے آپ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے ہیں۔ اور آپؒ سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

حمص
مزار مبارک حضرت سیدنا خالد بن ولیدؓ
جن کو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے
سیف اللہ (اللہ کی تلوار)
کا خطاب ملا

حمص ملک شام کا قدیم تاریخی اور خوبصورت شہر ہے اور دمشق سے تقریباً ۱۵۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ تقریباً تین گھنٹے میں آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔ اسی شہر میں سیدنا خالد بن ولیدؓ آرام فرما ہیں۔ یہ اسلام کے وہ عظیم سپہ سالار ہیں جن کو نبی اکرم ﷺ کے دربار اقدس سے سیف اللہ کا خطاب ملا۔ نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں جب اسلام کی دعوت دینا شروع کی تو اس وقت حضرت خالدؓ کی عمر سترہ برس تھی' انہوں نے بھی کفار مکہ کا ساتھ دیا اور اسلام کی مخالف کرتے رہے۔ جنگ احد میں بھی قریش مکہ کے لشکر میں ایک دستے کے سردار تھے۔ حضرت خالدؓ نے کچھ عرصہ بعد محسوس کیا کہ رسول ﷺ کی دعوت برحق ہے اور اسلام سچا دین ہے چنانچہ آپ حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف بااسلام ہو کر حضورؐ سے عرض کیا "میں نے آپؐ کی بہت مخالفت کی ہے' دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے سابقہ گناہ معاف فرمائے اور آئندہ مجھے اسلام کی خدمت کی توفیق دے"۔ چنانچہ حضورؐ نے آپؓ کے لئے دعا فرمائی۔

نبی اکرم ﷺ جب عرب میں اسلام کے دشمنوں پر قابو پا چکے تو آپ، نے ایران اور روم کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی اور ایک خط اپنے پیارے ساتھی حضرت حارثؓ کو دے کر بصرہ کی طرف روانہ کیا۔ مگر موتہ کے مقام پر وہاں کے حاکم نے انہیں شہید کر دیا اس واقعہ سے مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا۔ رسول خدا ﷺ نے اس حاکم کی سرکوبی کے لئے تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر حضرت زید بن حارثؓ کی سرکردگی میں بھیجا اور حکم دیا کہ زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ لشکر کے سردار ہوں گے۔ اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہؓ بن رواحہ سردار لشکر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر لشکر اپنے سپہ سالار کا خود انتخاب کرے گا۔

موتہ کے مقام پر اسلامی لشکر نے دشمن کی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہ قیصر روم کے ساتھ مسلمانوں کی پہلی جنگ تھی۔ حضرت زیدؓ حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ جان توڑ کر لڑے اور بے شمار زخم کھا کر باری باری شہید ہو گئے۔ دشمن کی یلغار بڑھتی جا

رہی تھی اور اسلامی فوج کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔ تب مسلمانوں نے متفقہ طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا۔ حضرت خالدؓ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور ایسی بہادری اور دلیری سے لڑے کہ دشمن کو پیچھے دھکیل دیا۔ اس لڑائی میں حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی جانبازی کی بے حد تعریف کی اور انہیں سیف اللہ کا لقب عطا فرمایا۔

اس کے علاوہ حضرت خالدؓ بے شمار جنگوں میں شامل ہوئے آپ کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جس پر تیر، تلوار یا نیزے کے زخموں کے نشان نہ تھے۔ آپؓ ہر جنگ میں شہادت کی خواہش لے کر شریک ہوتے رہے لیکن آپؓ کو شہادت نصیب نہ ہو سکی۔ اور آپؓ کو اس بات کی مرتے دم تک حسرت رہی لیکن جسے حضور ﷺ نے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے لقب سے نوازا ہو اسے میدان جنگ میں کون شہید کر سکتا تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے مزار مبارک اور مسجد کے گنبد اور مینار دور سے ہی نظر آجاتے ہیں۔ مسجد بہت وسیع بنی ہوئی ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب ایک گوشے میں آپ کا مزار اقدس ہے اوپر ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے اور مزار مبارک کے ارد گرد چاروں طرف پیتل کی خوبصورت جالی لگی ہوئی ہے۔ آپؓ کے ساتھ ہی آپؓ کے فرزند حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؓ آرام فرما ہیں۔

آپؓ کے مزار مبارک کے بالمقابل بائیں گوشے میں ایک لوہے کی جالی دار کٹہرے میں سیدنا عبیداللہ بن عمرؓ استراحت فرما ہیں۔ یہاں پر بھی لوگ اکثر سلام و فاتحہ کے لئے آتے رہتے ہیں۔

حماہ

آرام گاہ سیدنا امام زین العابدینؒ

جگر گوشہ

شہید کربلاء حضرت امام حسینؒ

حماہ بھی ملک شام کا ایک قدیم اور خوبصورت شہر ہے۔ اور حمص سے تقریباً پچاس کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ حماہ شہر سے باہر تقریباً آٹھ کلو میٹر دائیں جانب ایک سڑک مڑتی ہے جو ایک پہاڑ کی چوٹی تک جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ اسی پہاڑ کی چوتی پر سیدنا امام زین العابدینؑ آرام فرما ہیں۔ دو بڑے بڑے گنبد بنے ہوئے ہیں۔ ایک گنبد میں مسجد ہے اور ایک گنبد میں سیدنا امام زین العابدینؑ محو خواب ہیں۔ باہر ایک کنواں بنا ہوا ہے۔ پہاڑ کی اتنی اونچائی پر صرف سات یا آٹھ فٹ گہرائی پر پانی ہے۔ جو کہ نہایت صاف اور میٹھا ہے۔

حماہ شہر بھی قابل دید ہے۔ تاریخی نوعیت کی مساجد میں مسجد ابی الفداء ہے اور اسی مسجد میں ملک حماہ کی قبر بھی ہے۔ اسی مسجد سے تھوڑا دور جا کر شاعر رسولؐ اور عاشق رسولؐ حضرت حسان بن ثابتؓ کی قبر مبارک ہے۔ دروازہ بند رہتا ہے کیوں کہ ساتھ نالہ بہہ رہا ہے۔ مزار کی حالت کچھ اچھی نہیں۔ کاش کوئی صاحب دل اس طرف بھی توجہ فرمائے کہ اتنے عظیم صحابی اور شاعر رسول ﷺ کس حالت میں ہے۔

خداوند تعالیٰ ان ہستیوں کی قدر و قیمت جاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جبلہ

شام کا ایک شہر جو سمندر کے کنارے واقع ہے

اور یہاں سلطان ابراہیم بن ادھمؒ

آرام فرما ہیں

یہ بھی شام کا ایک شہر ہے۔ جو سمندر کے کنارے واقع ہے۔ جبلہ میں ایک قدیم طرز کی جامع مسجد ہے۔ جس کے ایک قبہ میں آپ کا مزار اقدس ہے۔

دین و دنیا کے بادشاہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ متقی اور صدیق تھے اور بہت سے بزرگان دین سے شرف نیاز حاصل تھا۔

ابتداء میں آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ ایک رات اپنے محل میں محو خواب تھے اچانک آدھی رات کے وقت آپ کی آنکھ کھل گئی معلوم ہوا کہ کوئی آدمی چھت پر چل رہا ہے۔ پوچھا تو کون ہے اور اس وقت یہاں کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا میں اپنا گمشدہ اونٹ تلاش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ شاہی محلات کی چھتوں پر اونٹ آجائیں۔ اس آدمی نے جواب دیا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شاہی لباس پہن کر عیش و عشرت میں خدا مل جائے۔ یہ جواب سن کر آپ کے دل میں ایک خوف سا پیدا ہو گیا۔ آپ نے اس شخص کو پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے جواب دیا کہ میں خضرؑ ہوں۔ ان باتوں سے آپ کے دل میں خوف الٰہی اس قدر طاری ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کی باطنی آنکھوں کو منور کر دیا اور برکات الٰہی کا نزول ہونے لگا۔ چنانچہ آپ نے بادشاہی کو چھوڑا اور فقیرانہ لباس پہن کر شہر سے باہر جنگلوں میں نکل گئے۔ اور ایک غار میں نو سال تک ریاضت کرتے رہے۔ جب لوگ آپ کے مرتبہ اور شکل سے واقف ہو گئے تو آپ اس غار سے بھاگ گئے۔ اور مکہ معظمہ چلے گئے۔ اسی زمانہ میں جبکہ آپ نے غار کو چھوڑا شیخ ابو سعیدؒ نے اس غار کی زیارت کی اور فرمایا کہ اگر اس غار کو مشک و عنبر سے بھر دیا جاتا تو بھی اس قدر خوشبو اس میں سے نہ آتی جو ایک صاحب دل کے قیام سے پیدا ہو گئی ہے۔

نقل ہے کہ آپ نے ایک درویش کو دیکھا جو مفلسی کی شکایت کر رہا تھا آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے درویشی مفت میں حاصل کی ہے۔ درویش نے پوچھا کیا درویشی کو خریدا بھی جا سکتا ہے فرمایا کہ ہاں میں نے درویشی حکومت بلخ کے عوض خریدی ہے اور سمجھتا ہوں کہ ارزاں خریدی ہے۔

ایک روز آپ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی گودڑی سی رہے تھے۔ اتفاقاً ادھر سے ایک بلخ کا آدمی گزرا جس نے آپ کو پہچان کر کہا کہ بلخ کی سلطنت چھوڑ کر تم کو کیا ملا۔ آپ نے فوراً وہ سوئی جو آپ کے ہاتھ میں تھی دریا میں پھینک دی اور کہا میری سوئی لا دو اسی وقت ہزاروں مچھلیاں منہ میں سنہری سوئیاں لئے ہوئے آئیں اور آپ کے قدموں میں سوئیاں ڈال دیں۔ آپ نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ سب سے کمترین چیز ہے جو میں نے حاصل کی۔ روایت ہے کہ جب آپؒ نے وفات پائی تو ایک غیبی آواز سنی گئی کہ آگاہ ہو جاؤ کہ زمین کی امان نے آج وفات پائی لوگ حیران تھے کہ دیکھئے وہ کون سی شخصیت ہے اسی اثناء میں آپ کی وفات کی خبر مشہور ہو گئی۔ آپ کا مزار مبارک ایک پر کیف اور پر رقت مقام ہے اور لوگ اکثر یہاں سکون قلب کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

حلب

مزار مبارک نبی اللہ زکریا علیہ السلام

اور

ولی کامل شیخ ابو بکر الوفائی

حلب شہر بھی ملک شام کے قدیم اور بڑے شہروں میں سے ایک ہے۔ حلب ایک زمانہ تک علم وادب کا گہوارہ رہا ہے۔ بیشتر انبیاء و اولیاء عظام اس سرزمین میں رہے۔ حلب میں موجود مقامات مقدسہ کا مختصر جائزہ۔

مزار پر انوار حضرت زکریا علیہ السلام

آپؑ کا مزار مبارک جامع زکریا میں واقع ہے۔ جامع زکریا حلب کے نوادرات میں سے ایک ہے۔ جو قدیم طرز کی وسیع و عریض مسجد ہے۔ ایک اونچے چبوترے پر حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار پر انوار ہے۔ اندر کا ماحول بڑا پر کیف اور پر سکون ہوتا ہے۔

مقبرۃ الصالحین

یہ حلب کا ایک قدیم قبرستان ہے۔ یہاں ہزاروں اولیاء شہداء اور صالحین آسودہ خواب ہیں۔ اس میں ایک چھوٹی سی قدیم مسجد بھی ہے۔ ایک روایت کے مطابق سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کافی عرصہ اس شہر میں زندگی بسر کی۔ آپؑ کے ریوڑ میں بہت بڑی تعداد بکریوں کی تھی جن کے دودھ سے آپ مسافروں کی ضیافت فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے اس جگہ کا نام "حلب ابراہیم "مشہور ہو گیا۔

شیخ ابو بکر الوفائی

آپ حلب کے مشاہیر اولیاء میں سے ہیں۔ جامع ابو بکر الوفائیؒ کے ایک کمرے میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ اکثر لوگ آپ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے ہیں۔

تصاویر
شام
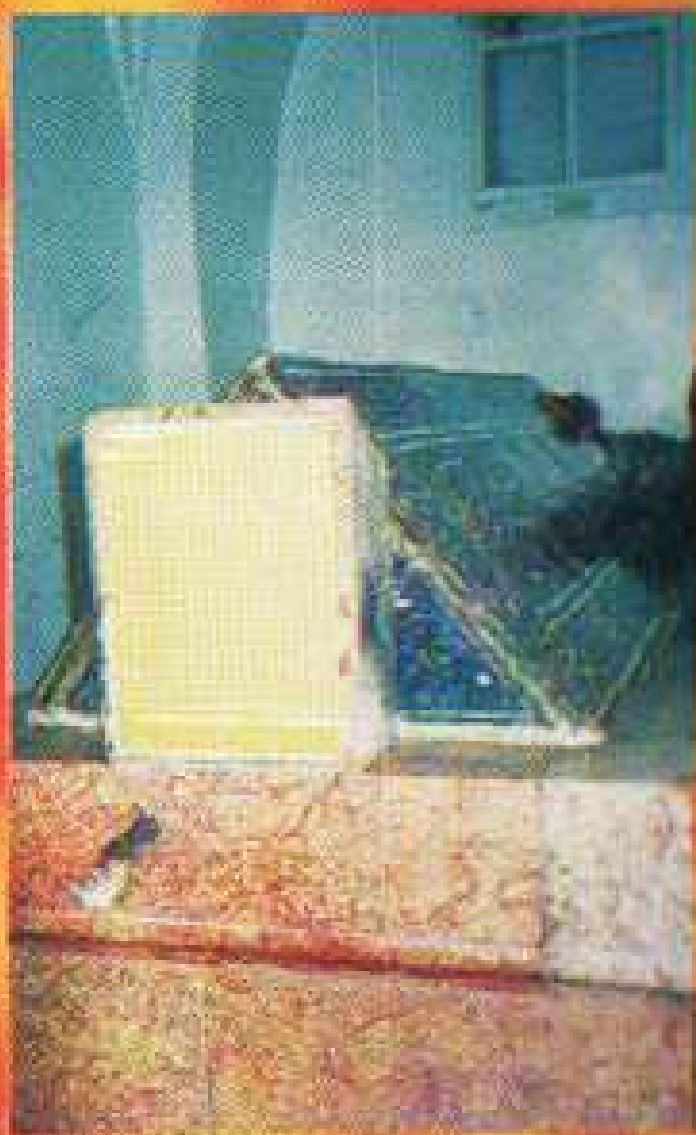
مزارات مبارکہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ و ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ

مسجد اموی کا مینار

مزار مبارک حضرت یحییٰؑ علیہ السلام
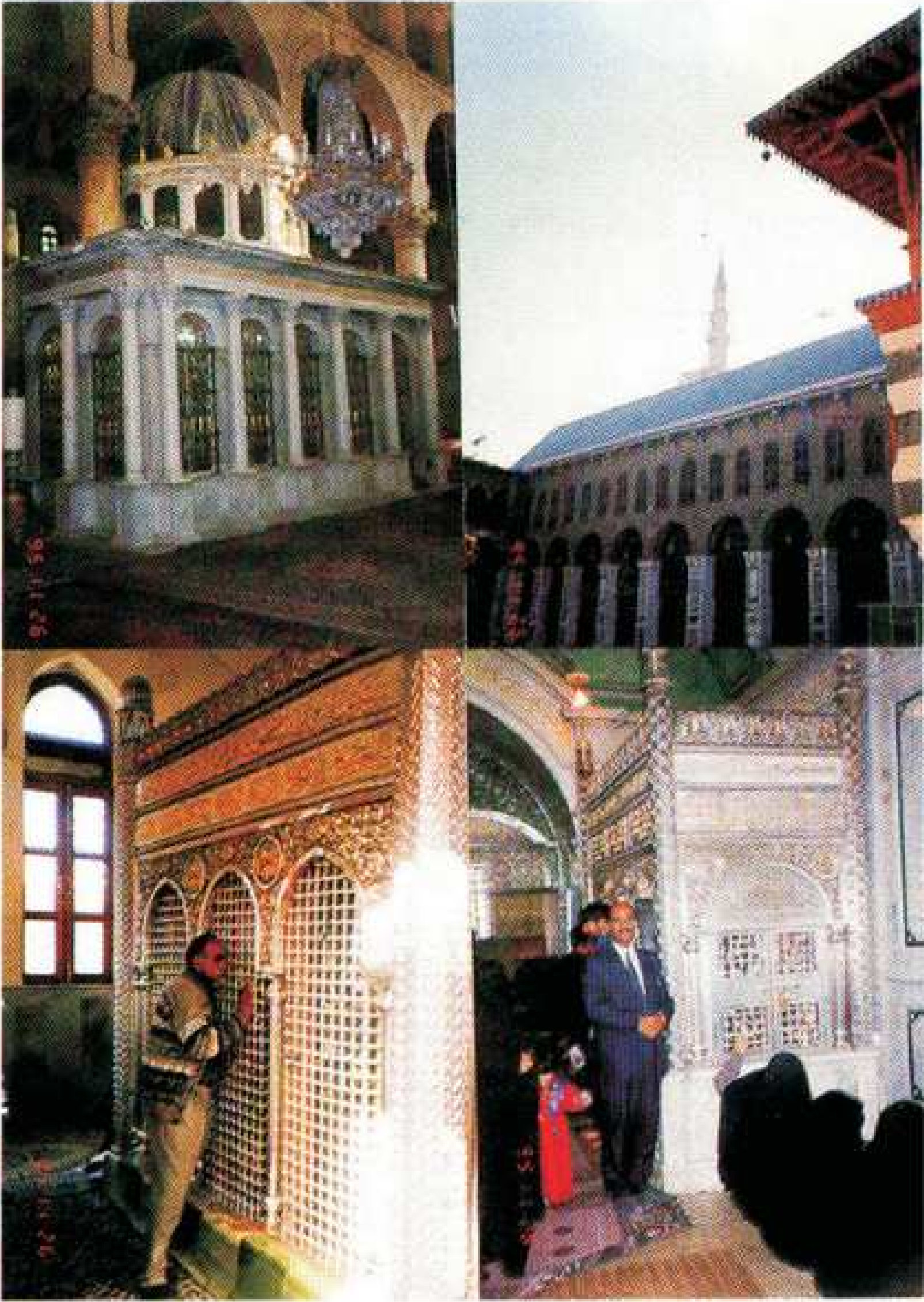
مقام راس حضرت امام حسینؓ

اس مقام پر ۱۶ شہداء کربلاء کے سر مبارک مدفون ہیں
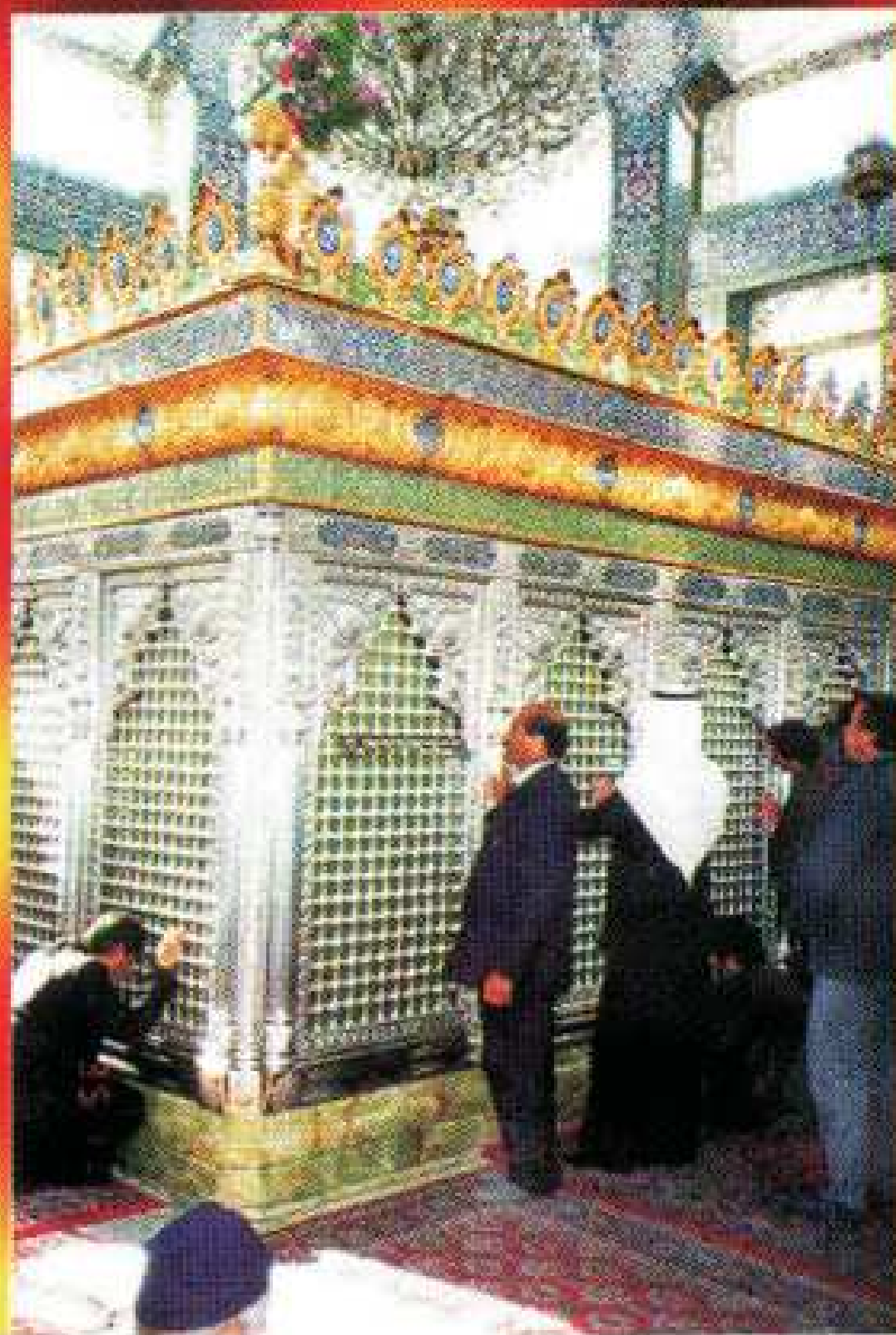
مزارِ پُر انوار حضرت سیدہ زینب بنتِ علیؑ

حضرت سیدۃ رقیہؑ بنت حسینؑ کا مزار مبارک
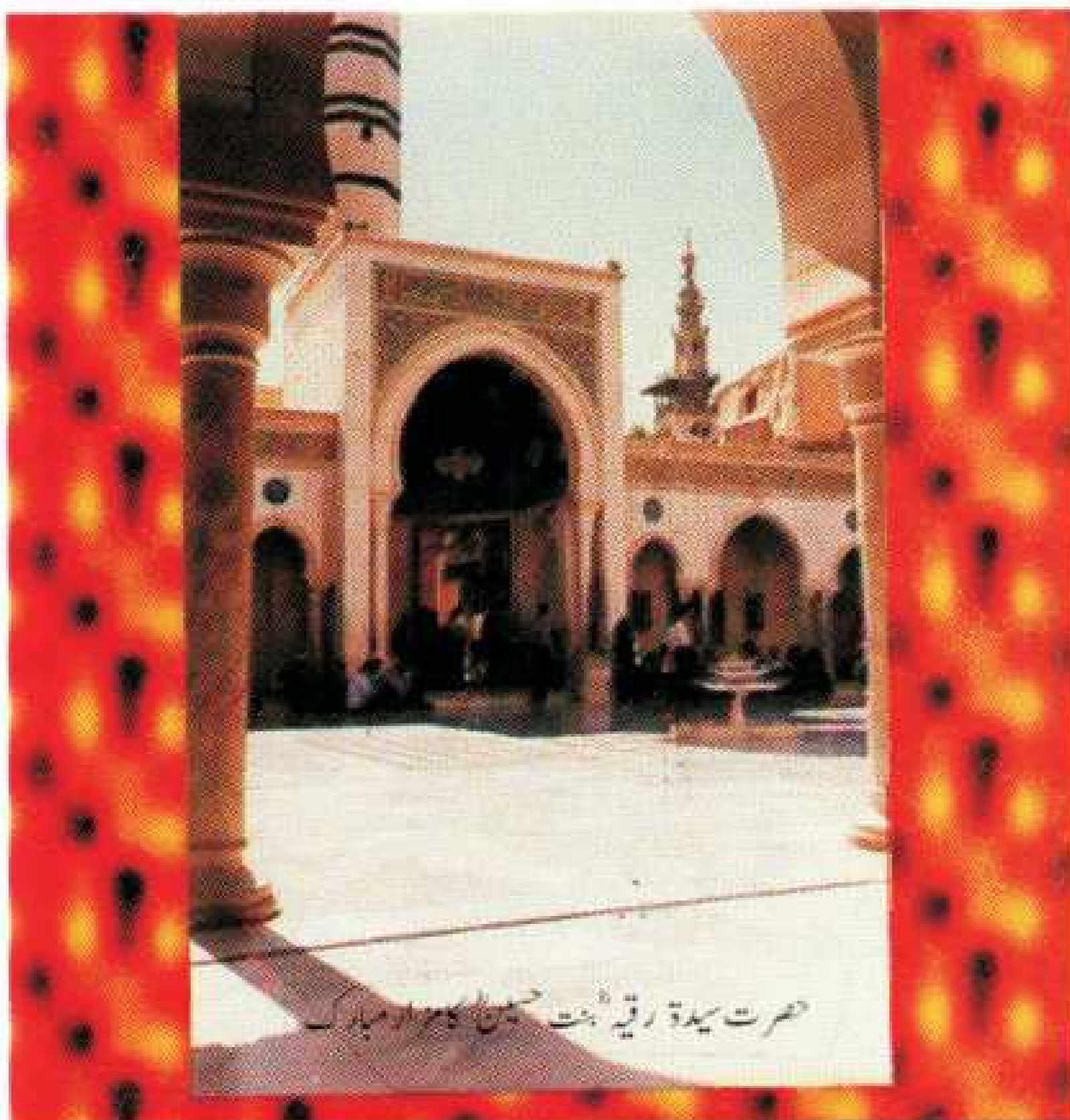
مزار پرانوار عظیم صحابی رسولؐ حضرت ابوہریرہؓ

موذن رسولؐ حضرت بلال حبشیؓ کا مزار مبارک

مزار مبارک سلطان نور الدین زنگیؒ
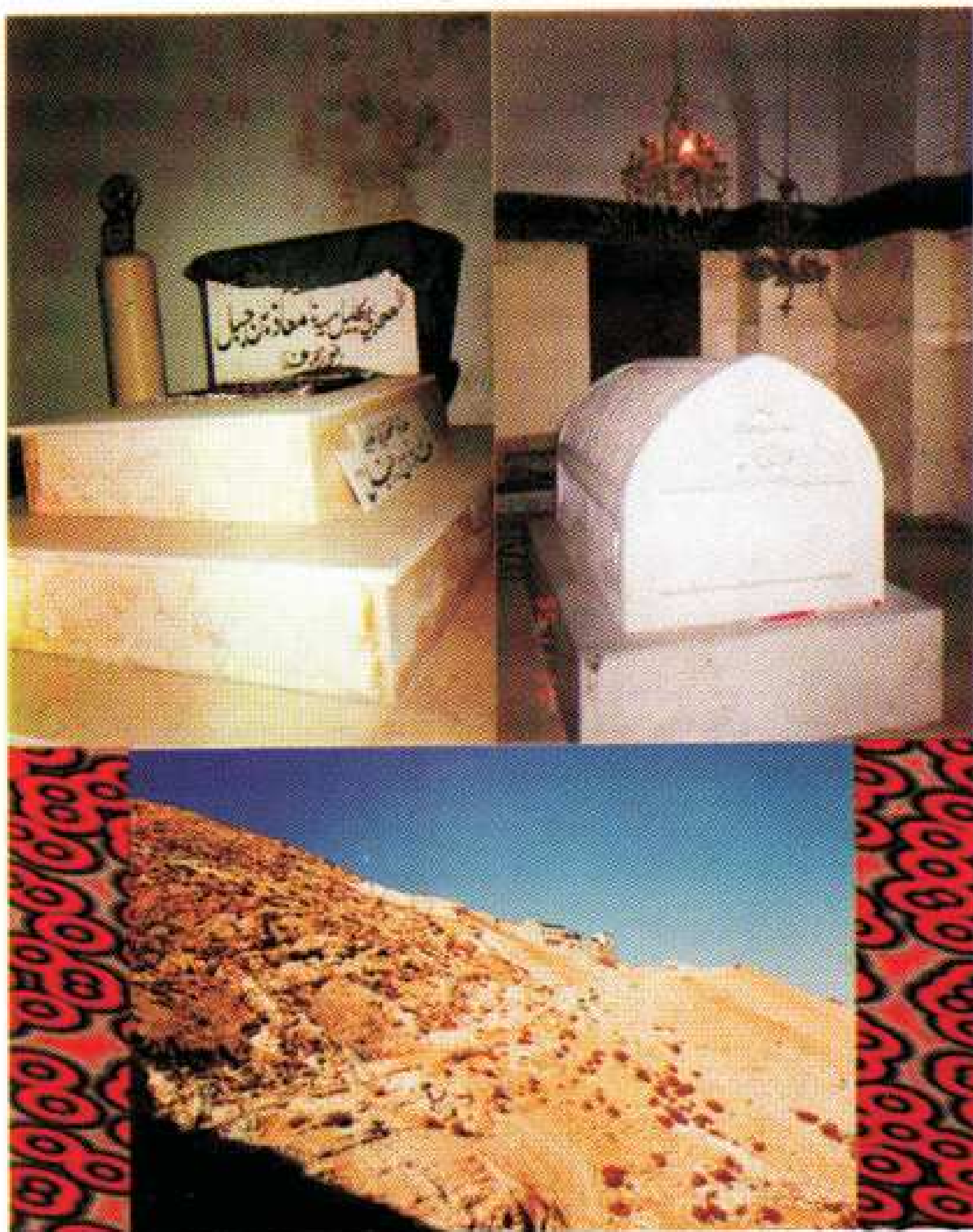
اس پہاڑ کی چوٹی پر قابیل نے حضرت حابیلؑ کو شہید کیا تھا

مزار پر انوار حضرت ابن عربیؒ
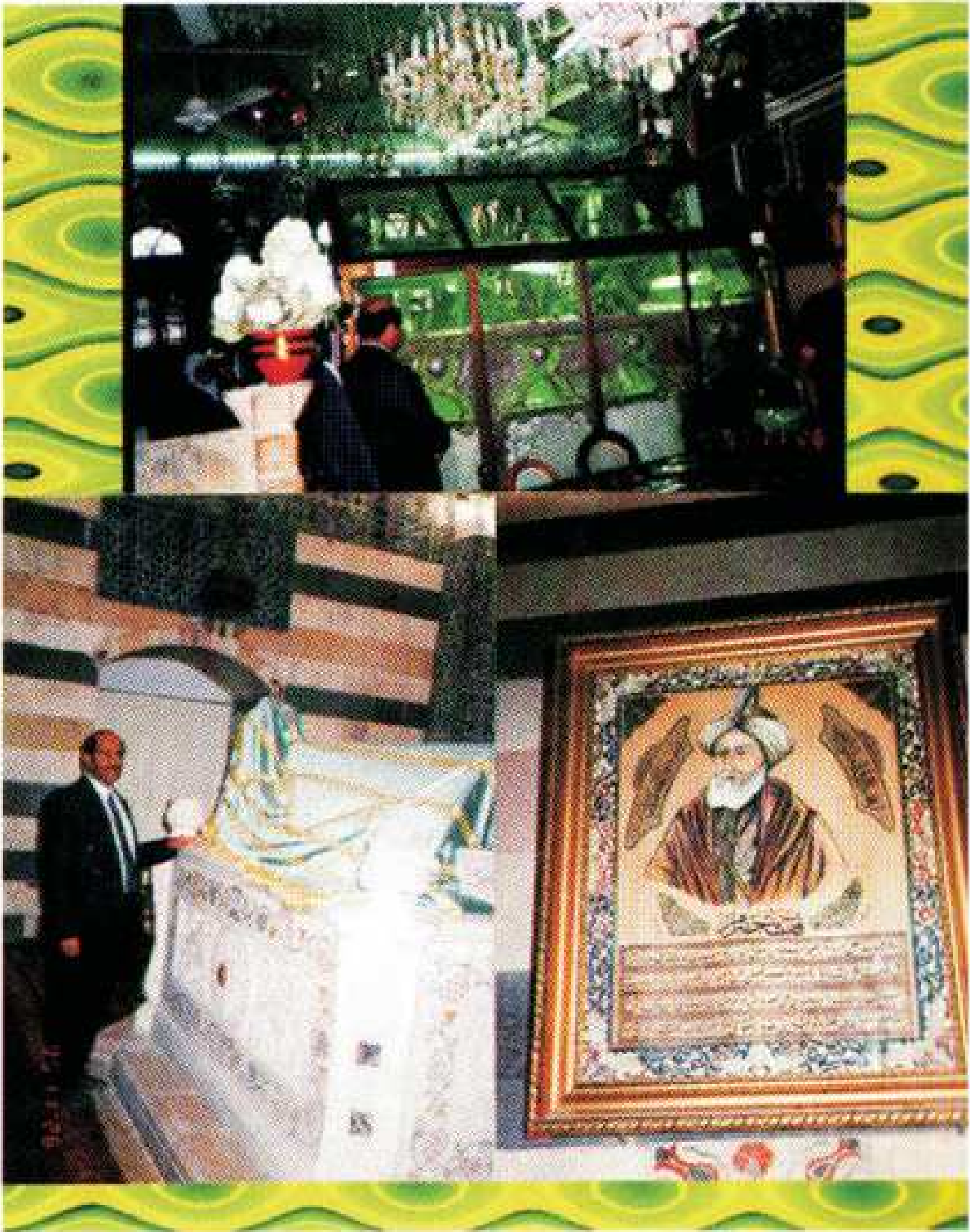
مزار مبارک سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

مسجد و مزار مبارک حضرت سیدنا خالد بن الولیدؓ
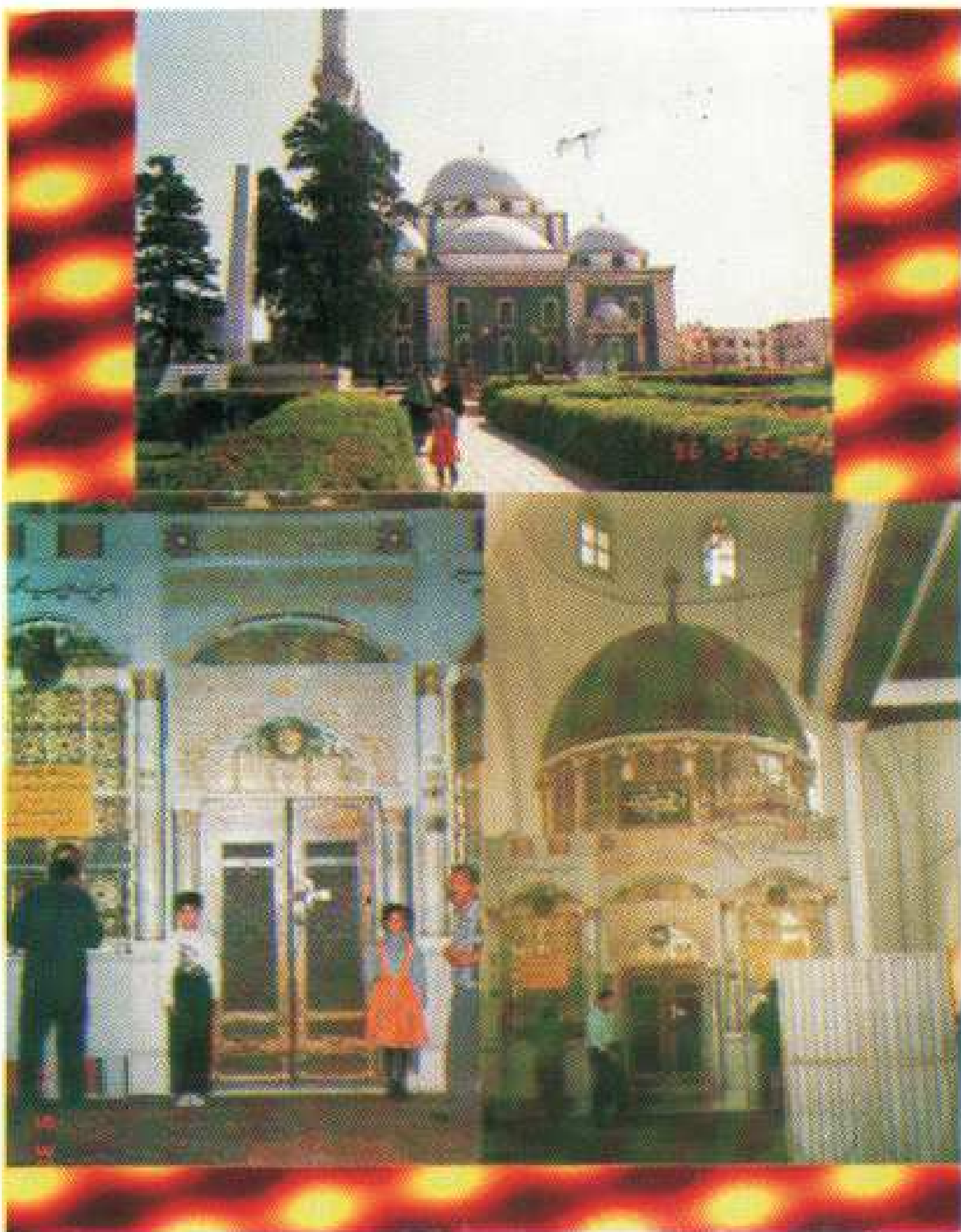
اردن
مقام اصحاب کہف
و دفن
حضرت شعیب علیہ السلام

اردن بھی ایک مذہبی اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے اور یہاں پر ہزاروں سال پہلے کے آثار قدیمہ بکھرے پڑے ہیں۔ ذیل میں چند ایک تاریخی اور مذہبی مقامات مقدسہ کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

مقام اصحاب کہف

یہ تاریخی مقام عمان شہر سے تقریباً بیس کلو میٹر مشرق میں ایک اونچے مقام پر واقع ہے۔ عمان شہر سے یہاں آنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ ہر وقت آسانی سے ٹیکسیاں وغیرہ مل جاتی ہیں اور کرایہ بھی معقول ہوتا ہے۔

یہاں پر ایک غار نما سا کمرہ ہے اور بتایا جاتا ہے کہ اسی مقام پر ان اصحاب کی قبور بھی ہیں۔

اصحاب کہف کا بہت مشہور واقعہ ہے اور اس کا قرآن پاک میں بھی تفصیلی ذکر موجود ہے۔ بلکہ پوری ایک سورت کا نام ''سورۃ الکھف'' ہے۔ جس میں ان اصحاب اور ان کے کتے کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح اس واقعہ کو حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے بھی اپنی مثنوی میں بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ کہ کس طرح ان اصحاب نے بادشاہ وقت کے ظلم و ستم سے تنگ آکر ایک غار میں پناہ لی۔ اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان اصحاب کو کس طرح ایک لمبی مدت (تقریباً تین سو نو سال) تک سلا دیا اور پھر جب اٹھے تو دنیا ہی بدل چکی تھی۔ اس مقام پر ایک الماری بھی رکھی ہوئی ہے۔ جس میں کچھ پرانے برتن' سکے اور ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ یہ اصحاب کہف والوں کے بقیہ نشانات ہیں' واللہ اعلم۔

بحر لوط یا Dead Sea

یہ مقام بھی عمان شہر سے باہر واقع ہے۔ اسے بحر مردار یا Dead Sea کہتے ہیں۔ یہ جگہ سطح سمندر (Sea Level) سے ایک کلو میٹر نیچے ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ مقام دنیا کا مرکزی نقطہ ہے۔ اسی وادی لوط یا بحر لوط میں قوم لوط تباہ ہوئی تھی۔ اس وقت یہ جگہ ایک کھنڈر کی شکل میں نشان عبرت کے طور پر موجود ہے۔

اس Dead Sea میں نمکیات (Salts) کی اتنی زیادہ مقدار ہے کہ اس میں کوئی مخلوق زندہ نہیں رہ سکتی۔

مقام صحابی رسولؐ ابی عبیدہ الجراحؓ اور ضرار بن ازورؓ

یہ دونوں مقام بھی عمان شہر سے باہر دیرعلہ روڈ پر واقع ہیں۔ ضرار بن آزورؓ بھی عظیم صحابی رسولؐ ہیں۔ ایک چھوٹی سی مسجد کے ساتھ ہی آپ کا مزار مبارک لوہے کے جالی دار کٹہرے میں ہے۔ حضرت ضرار بن ازورؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کئی غزوات میں شرکت کی اور رومیوں کے ساتھ جنگ میں آپ کو قیدی بنالیا گیا۔ آپ کی ہمشیرہ اور عظیم مجاہدہ حضرت خولہ بنت ازور (جن کا مزار مبارک دمشق میں ہے) وہ عظیم صحابیہؓ تھیں جو گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار ہاتھ میں لے کر ہرقل روم کے عیسائی لشکر میں گھس گئیں اور اپنے بھائی حضرت ضرار بن ازور کو قید سے چھڑا کر لائی تھیں۔ حضرت ضرار بن ازورؓ ایک بہادر پہلوان اور شاعر بھی تھے۔ اسی دیرعلہ روڈ پر عظیم صحابی رسولؐ حضرت ابی عبیدہ بن الجراحؓ کا مزار مبارک اور مسجد ہے۔ اس وقت پرانی مسجد کو گرا کر نئی تعمیرات کا سلسلہ تیزی سے جاری ہے اور مکمل ہونے کے بعد ایک عظیم مسجد تعمیر ہو چکی ہوگی۔

مقام نبی اللہ حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار مبارک بھی عمان شہر سے باہر ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ اس مقام پر پہنچنے کے لئے سپیشل ٹیکسی لے کر آنا پڑتا ہے۔ اوپر ایک خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے۔ اور مسجد کے ساتھ ہی حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔ آپ کا مزار مبارک ایک بند کمرے میں ہے اور کافی لمبا مزار مبارک ہے۔ اوپر سبز رنگ کی چادر پڑی رہتی ہے۔ یہ بھی ایک پرکیف مقام ہے۔

ان مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ بھی مذہبی اور تاریخی مقامات موجود ہیں جن میں شھدائے جنگ موتی قلعہ بازنطین اور عاد و ثمود کی قوموں کے نشانات۔ لیکن یہ سب مقامات کافی دور دور واقع ہیں اور اردن کے دوسرے شہروں میں موجود ہیں۔

تصاویر
اُردن

مزار مبارک حضرت شعیب علیہ السلام

اصحاب کہف کی غار

عظیم صحابی رسولؐ ضرار بن آزورؓ کا مزار مبارک
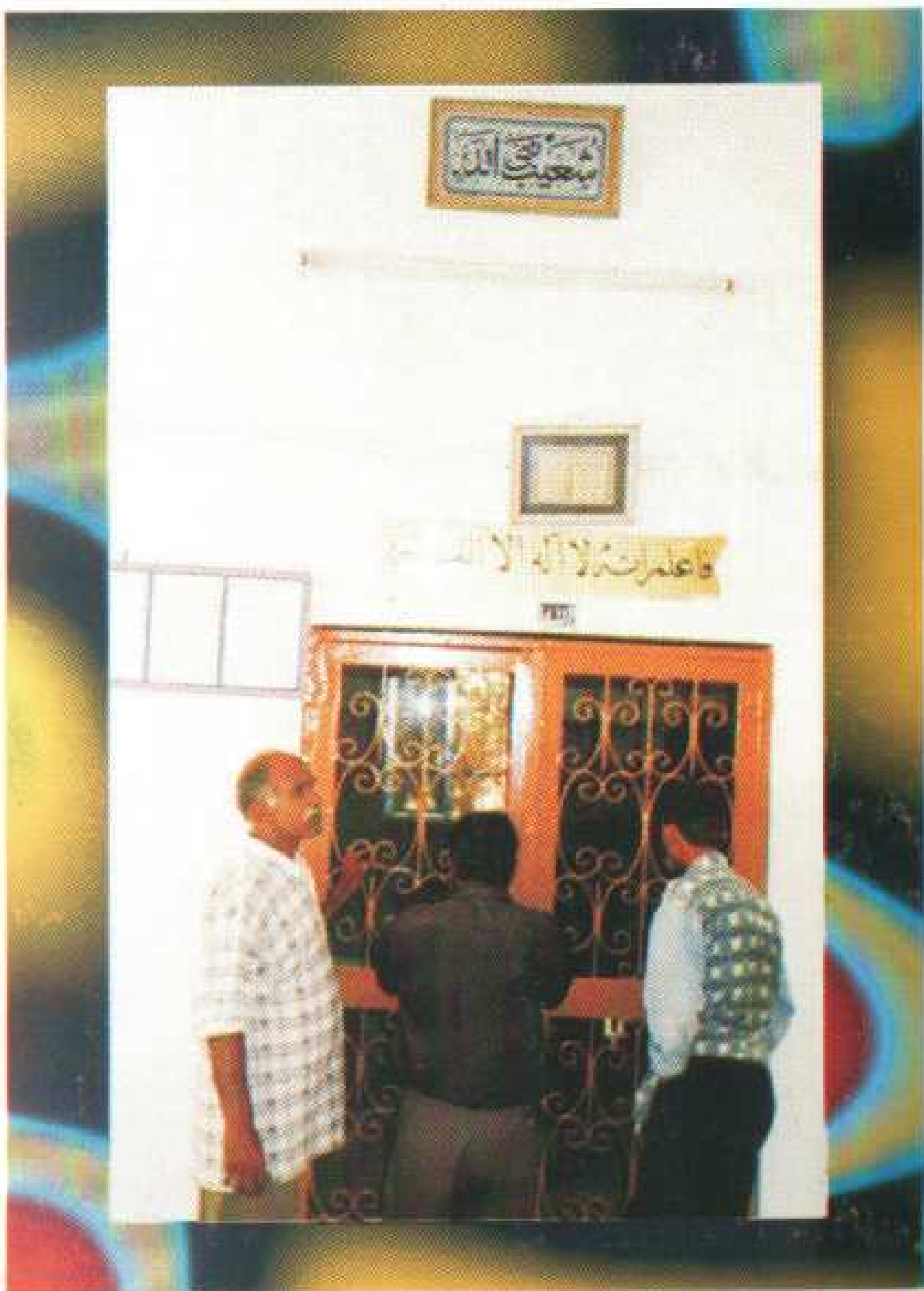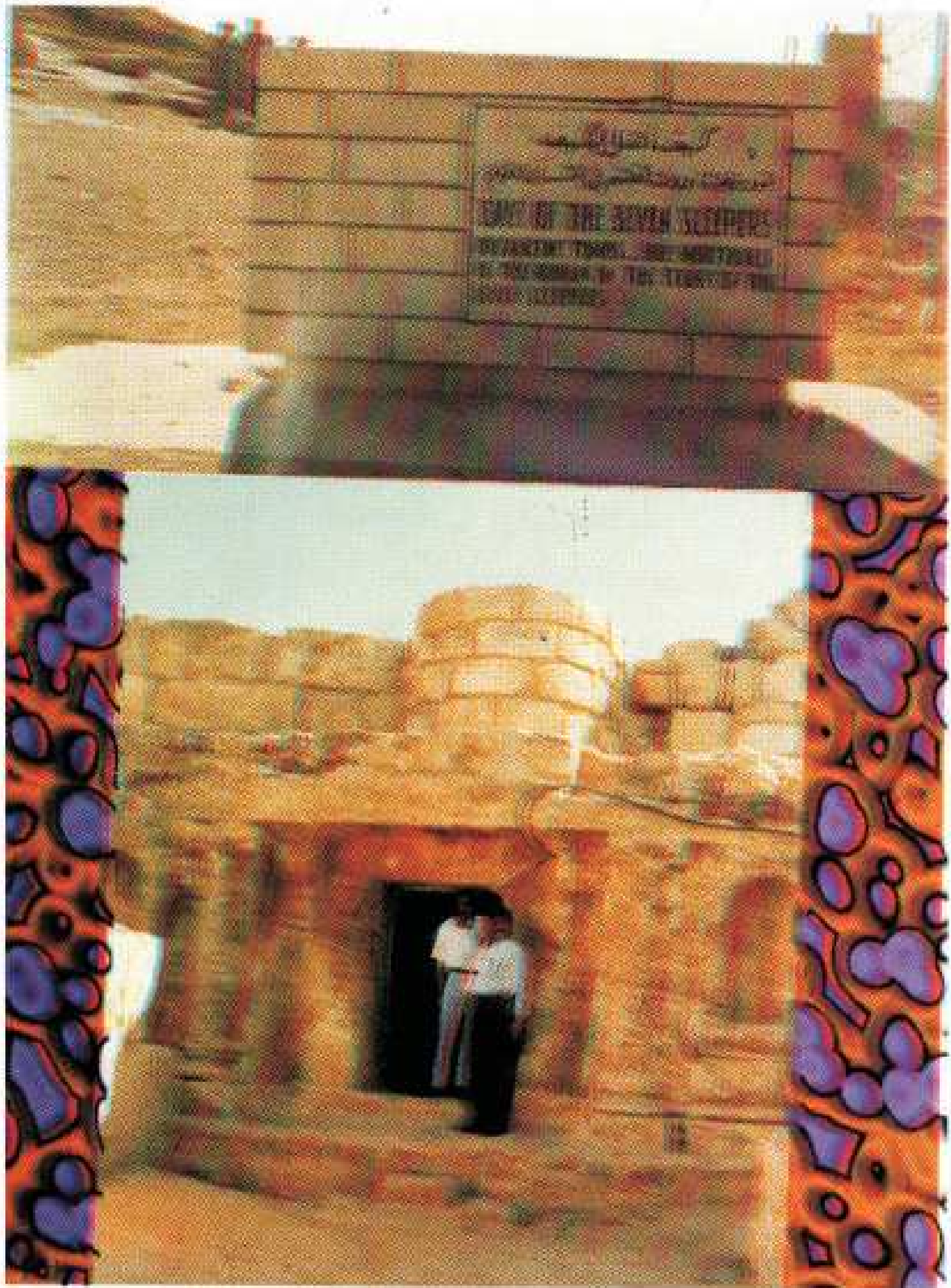
بحر لوط جہاں قوم لوط تباہ ہوئی (Dead Sea)

عراق
سرزمین انبیاء علیہ السلام
و اولیاء کرام
کا مسکن و دفن

یہاں تقریباً ۲۰۰۰ ہزار سال قبل مسیح سیدنا ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور یہیں پر آپ نے نمرود کے بتوں کو توڑا جس کی پاداش میں نمرود نے آپ کو آگ میں ڈلوایا مگر بحکم الٰہی آگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر سرد اور سلامتی والی ہوگئی۔ اسی سرزمین میں حضرت یونس علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اسی سرزمین میں وہ کنواں آج تک موجود ہے جس میں دو فرشتے ھاروت وماروت بحکم الٰہی لٹکے ہوئے ہیں۔

ان کے علاوہ آل رسول ﷺ اور بے شمار اولیاء وصلحاء عظام آرام فرما ہیں۔

عراق میں کئی مقدس تاریخی شہر موجود ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے مذہبی اور تاریخی ورثے کے لحاظ سے دوسرے شہروں سے منفرد مقام رکھتا ہے۔

ذیل میں ان تاریخی اور مقدس شہروں میں موجود مقامات مقدسہ کا تفصیلی تعارف بیان کیا جاتا ہے۔

بغداد شریف

بغداد علم وادب اور روحانیت کا مرکز، تقریباً ہر بزرگ کا یہاں سے گزر یا قیام ضرور رہا۔ بغداد میں سب سے مشہور مقام مقدس باب شیخ میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظمؒ کا مزار اقدس ایک زندہ مزار ہے اور آپ کا فیض و تصرف جس طرح حیات ظاہری میں تھا۔ اسی طرح آج بھی ہے اور ہمیشہ انشاء اللہ آپ کے فیض و کرامات کا سلسلہ جاری رہے گا۔

آپؒ کا مزار مبارک ایک خوبصورت چاندی کے کٹہرے میں ہے۔ روضہ مبارکہ کی دیواریں اور گنبد کا اندرونی حصہ خوبصورت شیشے کے ٹکڑوں سے مزین ہے۔ جو بجلی کی روشنی میں ایک عجیب نمونہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اکابر اولیاء اور رشد و ہدایت کے علم بردار ہیں۔ آپ کا نام نامی عبدالقادر، لقب محی الدین ابن ابو صالح۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت فاطمہ اور کنیت ام الخیر تھی۔ آپ کی ذات سراپا خیر و برکت تھی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے قدموں کی برکت سے سرزمین عراق کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ وہاں مسلسل رحمت کی بارش ہونے لگی، تاریکیاں چھٹ گئیں، رشد و ہدایت کے چشمے ابلنے لگے۔ اور آپ کے انوار سے عراق کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔

جب حضرت شیخ جیلانی بغداد پہنچے تو ابو سعید مخرمی نے اپنا مدرسہ آپ کے حوالے کر دیا وہاں آپ لوگوں کو رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے اور اسی مدرسہ سے آپ کی کرامتوں کا ظہور شروع ہوا۔ شیخ سہیل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اہل بغداد کی نظروں سے پوشیدہ رہے تو لوگوں سے کسی ہاتف غیبی نے کہا کہ

"دریائے دجلہ کی جانب آپ کو تلاش کرو"

چنانچہ جس وقت لوگ دریائے دجلہ پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت شیخ پانی کے اوپر چلتے ہوئے ان

کی جانب بڑھ رہے ہیں اور مچھلیوں کے گروہ در گروہ آپ کو سلام کی غرض سے حاضر ہو رہے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ جیلانی سے پوچھا گیا کہ شاہ منصور کے بارے میں آپ کچھ فرمائیں تو آپ نے فرمایا:

"منصور نے اپنی حیثیت سے بلند دعویٰ کیا اور اپنی طاقت سے اونچی اڑان کی۔ جس کے نتیجہ میں شریعت کی قینچی سے ان کے پروں کو کاٹ دیا گیا"

پھر فرمایا کہ یہ لغزش ان سے ایسے وقت میں ہوئی جبکہ انہیں سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا۔ اور اگر میں اس وقت ہوتا تو ان کو ضرور سنبھال لیتا۔

شیخ معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے سوا کسی کو اتنا خوش اخلاق' وسیع القلب' مہربان' وعدوں اور دوستی کی پاسداری کرنے والا نہیں دیکھا۔ لیکن اتنے بلند مرتبت اور وسیع العلم ہونے کے باوجود چھوٹوں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے ان کو اپنے پاس بٹھاتے' بزرگوں کا ادب کرتے' سلام میں پہل کرتے۔ کبھی کسی بڑے آدمی یا حاکم وغیرہ کے لئے کھڑے نہ ہوتے۔

آپ کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے خالی نہ گیا۔ اگر جسم پر دو کپڑے ہوتے تو آپ ایک سائل کی نذر کر دیتے۔ آپؒ کے پاس جب کوئی شخص نقد رقم لے کر حاضر ہوتا تو آپ اس کو ہاتھ لگائے بغیر مصلے کے نیچے رکھنے کا حکم فرماتے اور پھر خادم سے فرماتے کہ یہ رقم سبزی فروش اور نانبائی کو دے آؤ۔ جن سے فقراء اور مہمانوں کے لئے سامان آتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں کوئی شکستہ دل فقیر حاضر ہوا تو آپ نے اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا آج میں نے دریا پر جا کر ملاح سے کہا کہ مجھے دوسری طرف پہنچا دو لیکن اس نے میری غربت کو دیکھ کر انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے آج میں بہت شکستہ دل ہوں۔ ابھی وہ اپنی بات پوری بھی نہ کر پایا تھا کہ ایک شخص حضرت شیخ کی خدمت میں

ایک تھیلی لے کر حاضر ہوا جس میں تیس دینار تھے۔ آپ نے اس فقیر سے فرمایا کہ

یہ رقم جا کر ملاح کو دے دو اور اس سے کہہ دینا کہ آئندہ
کسی فقیر کے ساتھ یہ سلوک نہ کرے

مزار مبارک حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ساتھ ایک وسیع و عریض مسجد بھی ہے اور مزار مبارک کے احاطے میں بلند مینار کے اندر ایک گھڑی نصب ہے اور مینار کے نچلے حصے میں کچھ کبوتر بھی ہیں۔ عین درمیان میں مطبخ الخیرات یعنی لنگر خانہ ہے۔ جہاں پر ہر روز بعد از نماز عصر لنگر تقسیم ہوتا ہے۔

تقریبات عرس غوث اعظمؒ

ہر سال ماہ ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو بغداد میں حضور غوث پاک کے عرس کی باقاعدہ تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔ تقریبات کا آغاز رسم چادر پوشی سے ہوتا ہے۔ ۱۰ ربیع الثانی کو بعد از نماز عصر متولی یا سجادہ نشین مزار مبارک کا اندرونی دروازہ کھولتے ہیں اور قبر مبارک پر نئی چادر ڈالنے کے ساتھ عرس کی تقریبات کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مسجد کو اندر اور باہر سے خوبصورت بیروں اور لائٹوں سے مزین کیا جاتا ہے اور پورے ملک کے علاوہ دوسرے ملکوں سے بھی زائرین شامل ہوتے ہیں۔ نماز مغرب کے بعد تلاوت کلام پاک ہوتی ہے' پھر امام و خطیب مسجد و درگاہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ افتتاحی خطبہ پڑھتے ہیں۔ جس میں حضرت شیخ کے حالات زندگی' آپ کے کشف و کرامات اور آپؒ کے فیوض و برکات پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس کے بعد محفل نعت خوانی شروع ہوتی ہے اور پھر حضرت شیخ کی شان میں دف کے ساتھ منقبتیں پیش کی جاتی ہیں اور یہ روحانی محفل ذکر و عرس غوث پاک رات گئے تک جاری رہنے کے بعد دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوتی ہے اور اسی مناسبت سے لنگر میں بھی کھانا تیار کر کے زائرین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
کی خدمت میں حاضری

......☆......

ہوائی رابطے نہ ہونے کی وجہ سے اردن تک بذریعہ ہوائی جہاز سفر کیا۔ پھر عمان شہر سے بذریعہ بس بغداد شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے کی تمام ضروری کارروائی مکمل کرتے ہوئے تقریباً سولہ گھنٹے میں بغداد بس اسٹینڈ پر پہنچ گئے اور وہاں سے ایک ٹیکسی کر کے سید ھا باب الشیخ حاضر ہوئے تاکہ حضور غوث پاک کی خدمت اقدس میں سلام پیش کریں۔ ٹھیک آٹھ بجے (صبح) آپؒ کے مزار مبارک کا دروازہ کھلا اور ہم اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مزار مبارک دیکھتے ہی آنکھیں نم ہوگئیں اور ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ اپنا سلام پیش کیا' اہل خانہ اور جتنے دوست احباب نے سلام کے لئے کہا تھا سب کا سلام پیش کیا۔ دوسرے دن عصر کی نماز کے بعد ہمیں چادر پوشی میں بھی شرکت کا موقع ملا اور پھر یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ آپؒ کی قبر مبارک کو بھی بوسہ دیں۔ عرس کی تمام تقریبات میں شامل رہے اور اختتام پر سجادہ نشین صاحب کی طرف سے آپؒ کے مزار مبارک کی ایک چادر بھی تحفہ میں ملی۔ پاکستان واپس پہنچنے پر عطا شدہ چادر کے مختلف قطعات مختلف لوگوں کی خدمت میں پیش کئے اور جس میں سے ایک ٹکڑا جناب طارق سلطان پوری صاحب کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ جنہوں نے اس کے جواب میں ایک قطعہ تاریخ رقم کر کے بھیجا۔ جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

قطعہ تاریخ

حصول قطعہ چادر مزار مبارک حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ

عطا فرمودہ مکرمی جناب

افتخار احمد حافظ صاحب' افشاں کالونی راولپنڈی کینٹ۔

"عطیہ افتخار مآب" (۱۴۱۹ھ) "کنز سعادت و جلوۂ اوج و فضیلت" (۱۹۹۸ء)

"عکس انوار بغداد" (۱۴۱۹ھ) "یہ انداز توجہ غوث" (۱۹۹۸ء)

مقتدائے کاملان معرفت — پیشوائے اولیائے نامدار
سید عالی نسب' والا حسب — غوث اعظم' فخر بزم روزگار
اس سے مغرب کے ممالک مستفیض — مستنیر اس سے ہیں مشرق کے دیار
امتیازات اس کے بے حد و حساب — اس کے اوصاف و محاسن بے شمار
ایک ایسا آفتاب معرفت — ہر افق پر فقر کے جو نور بار
ہر نشان فقر اس کا پختہ تر — اس کا ہر نقش طریقت پائدار
اس کی مثبت کوششوں سے بالیقیں — آئی باغ دین میں تازہ بہار
اس سے ربط اہل محبت کا شرف — اس سے نسبت اہل حق کا افتخار
وہ نشان عظمت خیر الورا — بندۂ حق ' مظہر پروردگار
خوب قسمت ہیں کرم فرمائے من — لائق تعظیم ' حافظ افتخار
دیکھ آئے ہیں خدا کے فضل سے — تاجدار معرفت کا جلوہ زار
لطف حق سے مہرباں ان پر ہوئے — ناظمین آستان باوقار
چادر اقدس انہیں بخشی گئی — عکس دار پاکی و زیب مزار
اس کا اک ٹکڑا عطا مجھ کو کیا — شکریہ اے حافظ با افتخار

اس خزانے کی اچانک یافت کا
سال ہے "زیب و علو و افتخار"
۱۴۱۹ھ

طارق سلطان پوری

بغداد کے گردونواح میں مقامات مقدسہ

سلمان پاک

یہ جگہ بغداد شریف سے تقریباً ۳۰ کلو میٹر دور ہے اور یہاں پر سیدنا سلمان فارسیؓ آرام فرما ہیں۔ آپؓ کی ذات بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں یہ وہ جلیل القدر اور عظیم صحابی ہیں جو اپنے زہد و ورع میں بے مثال تھے اور صحابہ کرام میں سب سے لمبی عمر والے صحابی ہوئے ہیں۔

۵ھ میں آنحضرت ﷺ کو غزوہ احزاب پیش آیا۔ اور آنحضرتؐ نے جنگ کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ ایران کے جنگی طریقوں سے خوب واقف تھے۔ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ دشمن کے مقابلے میں ہماری تعداد بہت تھوڑی ہے اس لئے کھلے میدان میں لڑنا مناسب نہ ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ مدینہ کے چاروں طرف خندق کھود کر شہر کو محفوظ کردیا جائے۔

حضور ﷺ نے حضرت سلیمانؓ کی تجویز کو بہت پسند کیا اور خندق کھودنے کا کام جاری ہوگیا اور اس موقع پر انصار اور مہاجرین میں حضرت سلمانؓ کے بمتعلق ایک دلچسپ حث چھڑ گئی۔ انصار کہنے لگے سلمانؓ ہمارے ساتھ اور مہاجرین کہنے لگے ہمارے ساتھ ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے اس حث کا حال سنا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سلمان من اهل البیت

سلمان میرے اہل بیت سے ہیں

سرورکائنات ﷺ کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد حضرت سلیمان فارسیؓ نے عرصہ تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں آپؓ نے عراق میں سکونت اختیار کرلی۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر کردیا۔ آپؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں وفات پائی۔

آپ کے مزار مبارک کے باہر خوبصورت پتھروں سے آنحضرت ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث لکھی ہوئی ہے۔ ایک بڑے سے کمرے میں آپؒ کا مزار مبارک ہے۔ ایک خوبصورت چاندی کے کٹہرے میں آرام فرماہیں۔

آپؒ کے مزار مبارک کے ساتھ والے کمروں میں تین اور مزارات متبرکہ ہیں۔ جن میں صحابی رسولؐ حضرت حذیفہ الیمانیؓ حضرت عبداللہ بن جابر انصاریؓ اور حضرت امام طاہر بن امام محمد باقر آرام فرماہیں۔

طاق کسری

ان مذکورہ بالا مزارات سے تقریباً تھوڑا سا دور جانب مغرب طاق کسری کی شکستہ ڈیوڑھی موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت اس میں شگاف پڑ گیا تھا۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی موٹی موٹی دیواروں میں شگاف اس طرح پڑا ہے کہ دیواریں ٹوٹی نہیں بلکہ جس چیز اور راز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ آج بھی نشان عبرت کے طور پر موجود ہے۔

کاظمین شریفین

اسے کاظمیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی بغداد کی طرح قدیم تاریخی علاقہ ہے۔ یہاں پر دو امام حضرت امام موسی کاظمؒ اور حضرت امام محمد تقی الجوادؒ ایک عجب شان کے ساتھ آرام فرما ہیں۔ اوپر دو سنہری گنبد بنے ہوئے ہیں۔ یہاں ہر وقت ہجوم رہتا ہے اور یہ وہ عظیم بارگاہ ہے جس کے متعلق حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ

"میں نے حضرت امام موسی کاظم کی قبر مبارک کو
اجابت دعا کیلئے مجرب پایا"

روضہ مبارک کی تعمیر نہایت خوبصورت انداز میں ہوئی ہے۔ شیشے کے ٹکڑوں کا کام اور سنہری حروف میں لکھی ہوئی آیات قرآنیہ قابل دید ہیں۔

یہ اہل بیت نبوی ﷺ کے وہ چشم و چراغ ہیں جن کو خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد

میں ایک عرصہ تک قید و بند میں رکھا۔ یہ مقام مقدس بھی ایک پر کیف اور پر سوز مقام ہے۔

جامع و مقام امام ابو یوسفؒ

جامع امام ابو یوسف اور حرم کاظمین کی دیواریں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ مسجد میں داخل ہوں تو ساتھ ہی بائیں طرف ایک کمرے میں امام ابو یوسفؒ آرام فرما ہیں۔ امام ابو یوسف حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد عظیم ہیں۔ امام ابو یوسف 113ھ میں پیدا ہوئے اور 182ھ میں وفات پائی۔ یہ ہی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مسلک کو پھیلایا۔ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے والوں میں حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی شامل ہیں۔ آپ کے جد امجد حضرت سعد بن جابر بن عبد اللہ انصاریؓ غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور ایسی شجاعت اور بہادری سے لڑے کہ جس وقت لڑائی کا اختتام ہوا۔ تو رسول ﷺ نے آپ کو مبارک باد دی اور آپ کے سر مبارک پر ہاتھ پھیرا۔ آپ کے پوتے حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے اس مسح مبارک کی خوشبو ہماری ساری اولاد میں منتقل ہوتی رہی۔

آپ کا مزار مبارک لکڑی کے ایک کٹہرے میں ہے۔ اندر قبر مبارک پر ایک خوبصورت سبز رنگ کی چادر پڑی رہتی ہے۔ یہ بھی ایک پر سکون اور پر کیف مقام ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ

مزار مبارک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے تقریباً چار کلو میٹر کے فاصلہ پر جو آبادی واقع ہے اس کو اعظمیہ کے نام سے پکارتے ہیں اور یہیں پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ آرام فرما ہیں۔ آپؒ شرع محمدیؐ کے چراغ اور امت محمدیہ کے امام و پیشوا ہیں۔ جب آپ نے روضہ نبوی ﷺ پر حاضر ہو کر السلام علیک یا سید المرسلین کہا تو جواب میں وعلیکم السلام یا امام المسلمین کی ندا سنائی دی۔

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیس سال تک آپ کی خدمت میں رہا۔ خلوت و جلوت میں آپ کو دیکھا۔ مگر کبھی ننگے سر آپ کو نہ دیکھا نہ آپ کو آرام کے لئے پاؤں

پھیلائے ہوئے دیکھا۔ میں نے عرض کیا اگر خلوت میں آپ آرام کے لئے پاؤں پھیلالیں تو کیا ہرج ہے فرمایا خلوت میں خدا کے ساتھ ادب سے رہنازیادہ مناسب ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب آپ انتقال فرماگئے تو میں نے خواب میں قیامت کو دیکھا تمام خلقت حساب دے رہی ہے۔ جناب رسول مقبول ﷺ حوض کوثر کے کنارے تشریف فرماہیں اور دونوں طرف مشائخ کھڑے ہیں وہاں ایک سفید چہرہ خوبصورت بزرگ کو دیکھا جو آنحضرت ﷺ کے منہ پر منہ رکھتے ہیں اور امام ابو حنیفہ آپ کے برابر کھڑے ہیں میں نے سلام کر کے حضرت امام ابو حنیفہ سے پانی طلب کیا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ جب تک حضور ﷺ اجازت نہ دیں گے پانی نہیں دے سکتا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے پانی دے دینے کا حکم دیا۔ تب آپ نے ایک پیالہ پانی کا دیا جو ہم کئی شخصوں نے پیا۔ مگر پھر بھی پیالہ بھرا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے دائیں طرف کون بزرگ ہیں فرمایا حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور بائیں طرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

آپؒ فقہ حنفیہ کے بانی اور آئمہ اربعہ میں سے امام اعظم کے منصب پر فائز ہوئے۔ یہی وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی شخصیت تھیں جنھوں نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نمازادا کی۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مزار مبارک نہایت خوبصورت انداز میں بنا ہوا ہے۔ لکڑی کے ایک خوبصورت کٹہرے میں آپ آرام فرما ہیں اور لوگ ہر وقت آپ کے حضور سلام کرنے کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ ایک پرکیف مقام ہے اور یہاں پر بیٹھنے سے دلی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

آپ کے مزار مبارک کے ساتھ نہایت خوبصورت مسجد بھی بنی ہوئی ہے جس میں بہترین قسم کے قالین اور فانوس لگے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ ابو الحسن نوریؒ

آپ کا مزار مبارک بھی اعظمیہ میں واقع ہے۔ ایک چھوٹے سے بڑی بازار سے نکل کر بائیں طرف ایک بند گلی جاتی ہے اس میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ حضرت شیخ

ابوالحسن شیخ سری سقطیؒ کے مرید تھے۔ نوری آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ جب اندھیری رات میں آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے منہ سے ایسا نور ظاہر ہوتا کہ جس سے سارا گھر روشن ہو جاتا۔ اور آپ اپنے نور فراست سے باطن کے اسرار بتادیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت ابوالحسن نوریؒ کے پاس گیا تو ان کو مراقبہ میں پایا پوچھا کہ تم نے ایسا عمدہ مراقبہ کہاں سے سیکھا جواب دیا کہ بلی سے۔ کیونکہ وہ چوہے کے سوراخ پر مجھ سے زیادہ ساکن تھی۔

ایک دن آپؒ دریا میں غسل کر رہے تھے اسی اثناء میں ایک چور آیا اور آپ کے کپڑے اٹھا کر لے گیا لیکن ابھی آپ دریا سے باہر نہ نکلے تھے کہ چور لوٹ آیا کیونکہ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا تھا۔ آپ نے عرض کی خداوندا جب یہ شخص میرے کپڑے واپس دے گیا ہے تو اس کا ہاتھ بھی واپس کر دے چنانچہ اسی وقت اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ آپ کا مزار مبارک نماز کے علاوہ بند ہوتا ہے۔

حضرت ابو بکر شبلیؒ

اس اعظیمہ کے علاقے میں قبرستان امام اعظم ہے اور اسی میں قطب العارفین حضرت ابو بکر شبلیؒ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کی پیدائش بغداد میں ہوئی۔ آپ علوم طریقت میں عالم بے بدل تھے۔

ایک روز آپ حالت سکر میں تھے تو شیخ جنید بغدادی کے گھر جا کر ان کی دستار مبارک کو پھاڑ ڈالا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا حرکت ہے۔ فرمایا میری نظروں میں یہ اچھی معلوم ہوئی مگر میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور چیز اچھی لگے۔

ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ نکرین کے سوال کا تم نے کیا جواب دیا۔ فرمایا کہ جب وہ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے تو میں نے کہا کہ وہ جس نے تم کو اور تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے دادا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔

ایک اور بزرگ نے خواب میں پوچھا کہ بازار آخرت کو تم نے کیسا پایا' فرمایا کہ اس بازار میں خستہ جگر اور شکستہ دل لوگوں کی رونق ہے یہاں جلے ہوئے کو مرہم ملتی ہے' ٹوٹے ہوئے جوڑ دیے ہیں اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

آپ ہمیشہ مناجات میں عرض کیا کرتے تھے کہ مخلوق تیری نعمتوں کے لئے تجھے چاہتی ہے اور میں تجھے تیری بلاؤں کے لئے چاہتا ہوں۔

آپ کے مقبرہ مبارک کے باہر ایک بڑی سی پلیٹ لگی ہوئی ہے اور جس پر لکھا ہوا ہے۔

"قبر مبارک قطب العارفین الشیخ ابوبکر الشبلیؒ"

حضرت شیخ سری سقطیؒ اور حضرت شیخ جنید بغدادیؒ

قبرستان شیخ جنیدؒ ریلوے لائن کے قریب واقع ہے اور یہاں پر کافی مزارات مقدسہ ہیں۔

حضرت شیخ سری سقطیؒ اور حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کے مزارات مقدسہ ایک ہی کمرہ میں ہیں۔

حضرت شیخ سری سقطیؒ اہل تصوف اور شوق کے امام تھے۔ آپ رموز و اشارات میں عجوبہ روزگار تھے۔ بغداد میں سب سے پہلے آپ ہی نے رموز و حقائق پر گفتگو کی۔ آپ حضرت جنید بغدادی کے ماموں اور حضرت معروف کرخی کے مرید تھے۔

شروع شروع میں بغداد میں آپ کی دکان تھی۔ ایک دفعہ بغداد کا بازار جل گیا خدا کی قدرت آپ کی دکان کے سوا باقی سب دکانیں جل گئیں۔ یہ حال دیکھ کر آپ نے اپنا سارا مال خدا کی راہ میں لٹا دیا اور تصوف اختیار کر لیا۔

ریاضت و مجاہدہ میں آپ نے وہ مبالغہ کیا کہ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ سریؒ کے برابر کسی کو میں نے عبادت میں کامل نہ دیکھا اور حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں کہ میں سوائے سری سقطی کے اور کسی سے سوال نہیں کرتا کیونکہ مجھ کو ان کا زہد معلوم ہے۔

ایک مرتبہ آپؒ صبر کے متعلق وعظ فرما رہے تھے۔اسی اثناء میں چند بار ایک بچھو نے جو آپ کے کپڑوں میں آگیا تھا کئی بار ڈنگ مارا لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچھو کو ہٹایا نہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ مجھ کو شرم آگئی کہ بیان تو میں صبر کے متعلق کر رہا ہوں لیکن عمل اس کے خلاف کروں۔

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ قطب وقت 'منبع اسرار' سلطان طریقت 'بادشاہ حقیقت تھے۔ سید الطائفہ آپ کا لقب اور مقتدائے اہل تصوف تھے۔ اپنے وقت کے تمام مشائخ کے مرجع تھے۔

ابھی آپ کی عمر صرف سات سال تھی کہ آپ کے ماموں حضرت سری سقطیؒ آپ کو حج کے لئے اپنے ہمراہ لے گئے۔ مسجد حرام میں کئی سو مشائخین کی مجلس میں مسئلہ شکر پر بحث ہو رہی تھی ہر شخص نے اپنے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ حضرت سری سقطیؒ نے آپ کو کہا کہ تم بھی کچھ کہو آپ نے دو لمحے کے لئے تفکر کرنے کے بعد فرمایا کہ شکر یہ ہے کہ جو نعت اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو اور نعمت کو معصیت کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یہ سن کر سب مشائخین نے اس سے اتفاق کیا اور اس کلام کی داد دی۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا حضرت جنیدؒ بھی موجود تھے۔ اتنے میں کوئی شخص ایک فتویٰ لایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنیدؒ کو دکھاؤ لیکن حضرت جنیدؒ نے کہا کہ یارسول اللہؐ جب آپ موجود ہوں تو میری کیا مجال۔ مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس قدر انبیاء کو تمام امت پر فخر ہوگا۔ مجھ کو جنیدؒ پر ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ حضرت شیخ سری سقطی کے عظیم المرتبت خلیفہ بھی ہیں۔ لیکن حضرت شیخ سری سقطیؒ فرمایا کرتے تھے اگرچہ (ظاہر میں) جنیدؒ میرے خلیفہ ہیں مگر حقیقت میں ان کی پرواز مجھ سے بلند ہے۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ مجھے وضو کرادو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن وضو میں انگلیوں کا خلال کرانا بھول گئے۔ آپ کی یاد دہانی پر خلال کرایا گیا پھر آپ سجدہ میں پڑ کر رونے لگے۔ لوگوں نے آپ کی بزرگی اور اطاعت کا ذکر کرتے ہوئے رونے کی وجہ

پوچھی تو فرمایا کہ جنید اس وقت سے زیادہ کسی وقت محتاج نہ تھا۔ پھر قرآن کی تلاوت شروع کی۔ ایک مرید نے پوچھا تو فرمایا کہ اس سے بہتر میرے لئے کیا ہوگا جبکہ میرا نامہ اعمال ختم کیا جارہا ہے۔

آپ کے غسل دینے کے وقت جب غسال نے آپ کی آنکھوں میں پانی پہنچانا چاہا تو ایک غیبی آواز آئی کہ ہمارے دوست کی آنکھ سے ہاتھ اٹھالے کیونکہ جو آنکھ ہمارے ذکر میں بند ہوتی ہے وہ ہمارے دیدار کے لئے کھلی رہے گی۔

جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک سفید کبوتر کو دیکھا جو آپ کے جنازے کے ایک گوشہ پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے کبوتر کو اڑانے کی بہت کوشش کی مگر بے سود آخر کبوتر نے آواز دی کہ تم لوگ شور و غوغا نہ کرو۔ آج جنید کا جسم فرشتوں کے نصیب میں ہے۔ اگر تم لوگ نہ ہوتے تو ان کا جسم سفید باز کی طرح ہوا میں اڑ گیا ہوتا۔

حضرت ابو بکر شبلیؒ سے ایک دفعہ کسی نے اس وقت کوئی مسئلہ پوچھا جب حضرت شبلیؒ آپ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے تھے۔ چنانچہ حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ بزرگوں کی حالت حیات و وفات میں یکساں ہوتی ہے۔ مجھے ان کی قبر کے سامنے جواب دیتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ ان کی حالت حیات میں ان سے شرم کرتا تھا۔

نبی اللہ یوشع بن نون علیہ السلام

آپ بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ آپؑ کا مزار مبارک بھی حضرت جنید بغدادی کے مزار مبارک سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ آپؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ خضر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیق سفر تھے۔ آپ کے مزار مبارک کے باہر سنگ مرمر کی ایک تختی پر آپ کا شجرہ نسب لکھا ہوا ہے۔

حضرت بہلول دانأؒ

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے مزار مبارک کی جانب مغرب حضرت بہلول دانأ کا روضہ مبارک ہے۔ جنہیں بہلول مجنون یا بہلول کوفی کے نام سے پکارتے ہیں۔

آپ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں مستجاب الدعوات مجذوب بزرگ گزرے ہیں۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔

آپ کا مزار مبارک ایک لوہے کے کٹہرے میں ہے اور کٹہرے پر ایک چادر پڑی رہتی ہے۔

ڈیرہ بابا گورونانک

حضرت بہلول دانأ کے مزار مبارک کے ساتھ والے کمرے میں بابا گورونانک کی چلہ گاہ ہے جو کہ اب بند رہتی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ بابا گورونانک حج پر جاتے ہوئے یہاں رکے اور حضرت غوث الاعظمؒ کے حضور میں حاضری دی اور آپ کی شان میں فارسی میں ایک قصیدہ بھی کہا۔ اس چلہ گاہ میں بابا گورونانک کی بعض اشیاء یادگار کے طور پر ابھی تک موجود ہیں۔

حضرت بشر حافیؒ

حضرت بشر حافیؒ کا مزار مبارک جامع بشر حافی کے ایک کمرے میں ہے۔ جو جامع امام اعظم کے قریب واقع ہے۔ آپ ساری زندگی بغداد میں ننگے پاؤں پھرتے رہے اور فرماتے رہے کہ وقت توبہ چونکہ میں ننگے پاؤں تھا۔ اس لئے مجھے یہی حالت پسند ہے اور پھر قدرت کی کرم نوازی اور عطا دیکھئے کہ آپ جب تک زندہ رہے بغداد کی سڑکوں اور گلیوں میں کسی جانور نے پیشاب وغیرہ نہ کیا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ اکثر آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے شاگرد کہتے کہ آپ باوجود علم فقہ' حدیث اور اجتہاد میں بے نظیر عالم ہونے کے ساتھ آپ ایک دیوانہ کے پاس جاتے ہیں۔ یہ امر آپ کی شان کے خلاف ہے۔ حضرت امام احمد نے فرمایا میں تمہاری نسبت اپنے علم کو بہتر جانتا ہوں لیکن حضرت بشر حافیؒ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ رضا کے متعلق ارشاد فرما رہے تھے ایک شخص نے کہا آپ لوگوں

یہ نہیں لیتے۔ اگر آپ فی الحقیقت زاہد ہیں اور دنیا کے طلب گار نہیں تو کم از کم دوں سے چیز لے کر دوسرے درویشوں ہی میں تقسیم کردیا کریں آپ نے فرمایا کہ درویش تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اول وہ جو کسی سے کچھ نہیں مانگتے اور اگر کوئی دے دے تو نہیں لیتے یہ اعلیٰ قسم ہے۔ دوم وہ لوگ ہیں جو سوال نہیں کرتے لیکن اگر کوئی دے دے تو لے لیتے ہیں یہ متوسط درجہ کے لوگ ہیں۔ تیسری قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو صبر کے ساتھ جہاں تک ان کا امکان ہے خدا پر بھروسہ کرتے ہیں اور اپنی محنت کرنے سے جی نہیں چراتے۔

مقام شیخ منصور حلاجؒ

یہ وہ مقام ہے جہاں پر آپ کو دار پر چڑھایا گیا تھا اب اس مقام پر ایک خوبصورت عمارت بنی ہوئی ہے اور باہر صدر دروازے پر لکھا ہوا ہے

مرقد منصور الحلاج

آپ قتیل فی سبیل اللہ ہیں۔ آپ نے مقام فنافی اللہ میں انا الحق کا نعرہ بلند کیا تھا۔ جس کی پاداش میں علماء ظاہر کے فتویٰ پر آپ کو ختم کیا گیا۔

ایک دفعہ لوگوں نے صبر کے معنی پوچھے تو فرمایا کہ صبر یہ ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں کاٹ کر دار پر لٹکایا جائے تو آہ نہ کرے۔

روایت ہے کہ جب آپ کو دار کے نزدیک لے گئے تو پہلے آپ نے دار کو بوسہ دیا پھر سیڑھی پر قدم رکھ کر فرمایا کہ دار مردوں کی معراج ہے جب آپ کے ہاتھ دار کی سیڑھی سے جدا کر دیئے گئے اور کاٹ دیئے تو آپ ہنسے۔ پوچھا کہ یہ ہنسی کا کون سا موقع ہے۔ فرمایا کہ نسبت آدم سے ہاتھوں کا جدا کرنا آسان ہے۔ اس کے بعد آپ کے پاؤں کاٹے گئے تو پھر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ ان پاؤں کے علاوہ میرے اور پاؤں بھی ہیں ان کو کاٹو تو جانوں۔ اس کے بعد دونوں خون آلود ہاتھ منہ پر مل لئے اور فرمایا کہ کثرت کے ساتھ خون نکل جانے کی وجہ سے ممکن ہے کہ میرا چہرہ زرد ہو گیا ہو۔ اس لئے میں نے خون مل لیا ہے کہ سرخرو ہو جاؤں اور لوگ یہ گمان نہ کریں کہ موت سے ڈر کر میرا رنگ زرد ہو گیا

ہے۔

اور پھر جب آپ کی آنکھیں نکال لی گئیں تو ایک کہرام مچ گیا۔ اس کے بعد آپ کی زبان کو کاٹنا چاہا مگر آپ نے فرمایا ذرا صبر کرو۔ پھر یہ کہہ کر کہ الٰہی محض تیرے لئے یہ لوگ مجھے تکلیف دے رہے ہیں تو اپنے فضل و کرم سے ان کو محروم نہ رکھ کیونکہ ان لوگوں نے تیری شریعت کی خاطر یہ تکلیف دی ہے۔

جب آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو آپ کے جسم مبارک سے انا الحق کی صدا بلند ہونے لگی۔ لوگوں نے کہا یہ حالت بہت خطرناک ہے اور حالت حیات سے بھی زیادہ مہلک ہے پھر آپ کے جسم مبارک کو جلا دیا گیا۔ مگر پھر راکھ سے انا الحق کی صدا آنے لگی۔ اس سے اور خطرہ پیدا ہوا۔ آخر آپ کی راکھ کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا گیا۔ مگر جونہی راکھ دجلہ میں ڈالی گئی انا الحق کی صدا پانی سے بلند ہوئی اور دریا جوش مارنے لگا۔

آپ نے پہلے ہی اپنے ایک خادم کو وصیت کی ہوئی تھی کہ یہ لوگ میری خاک کو دریا میں ڈالیں گے اور دریا جوش مار کر بغداد کی طرف بڑھے گا۔ اور شہر اور اہل شہر کو غرق کر دے گا۔ پس جب تم ایسی حالت دیکھو تو فوراً میرا پیراہن دجلہ کی طرف کر دینا۔ چنانچہ جب خادم نے یہ کیفیت مشاہدہ کی اور اہل شہر میں ابتری پیدا ہو گئی تو خادم نے دریائے دجلہ کی طرف آپ کا خرقہ کر دیا جس کو دیکھتے ہی دریا کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور پانی اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ سبحان اللہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے درگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ خداوند کیا سبب ہے کہ تو نے منصورؒ کو ایسی سخت سزا دی تو غیب سے آواز آئی کہ ہم نے اس کو ایک راز سے مطلع کیا تھا مگر اس نے راز فاش کر دیا۔ پس ایسے لوگوں کو جو بادشاہوں کے راز کو فاش کریں یہی سزا ہوا کرتی ہے۔

کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک فرمایا کہا کہ مقام صدق میں ٹھہرا کر انعام و اکرام سے نوازا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ

جنہوں نے ان کو دار پر چڑھایا کیا سلوک کیا تو فرمایا کہ انہوں نے محض حق کے لئے ایسا کیا ان پر بھی رحمت کی کیونکہ وہ حق کے لئے معذور تھے۔

امام السالکین شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

مقبرہ شیخ عمر سہروردیؒ میں ایک خوبصورت مسجد ہے جس کے ایک گوشہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی آسودہ خواب ہیں۔ آپ سلسلہ سہروردیہ کے بانی و امام ہیں اور لاکھوں بندگان خدا آپ سے مستفیض ہوئے۔ آپ اکثر بارگاہ غوثیہ حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں پیش ہو کر فیض حاصل کرتے۔ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں جن میں کتاب عوارف المعارف تصوف کے موضوع پر ایک شہرہ آفاق کتاب ہے۔

حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی اور حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ جیسے عظیم المرتبت بزرگوں کے آپ شیخ طریقت تھے۔ آپ کا مزار مبارک لکڑی کے ایک خوبصورت کٹہرے میں ہے اور اوپر آیۃ الکرسی لکھی ہوئی ہے۔ اور قبر مبارک پر چادر پڑی رہتی ہے۔

حضرت داؤد طائیؒ

حضرت داؤد طائی اکابر مشائخین میں سے تھے۔ اور زہد وورع میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی شاگردی کی۔ ہمیشہ اہل دنیا سے بھاگتے تھے۔

ایک دفعہ آپ کی والدہ محترمہ نے دیکھا کہ آپ دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور پسینہ بہہ رہا ہے والدہ نے کہا گرمی زیادہ ہے تم روزہ رکھتے ہو اگر سایہ میں بیٹھو تو کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ مجھ کو خدا سے شرم آتی ہے کہ اپنے نفس کی خاطر آرام اٹھاؤں۔

فضیل بن عیاضؒ نے دو دفعہ آپ کو دیکھا اور فخر کیا کرتے تھے۔ کہ میں نے داؤد طائی کی زیارت کی ہے۔ حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کو ذلیل و خوار سمجھنے والا شخص داؤد طائی سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہ دیکھا۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت امام ابو یوسف سے درخواست کی کہ مجھ کو داؤد طائیؒ کے پاس لے چلو جب وہ خلیفہ کو لے کر آپ کے پاس آئے۔ تو آپ نے ملنے کی

اجازت نہ دی۔ پھر آپ کی والدہ کی سفارش حاصل کی۔ آپ کی والدہ نے کہا کہ بیٹا میرے دودھ کے صدقے میں تم ابو یوسف اور خلیفہ کی درخواست قبول کرلو۔ تب آپ نے فرمایا کہ اچھا ان کو مل لیتا ہوں چونکہ میری رضا ماں کی رضا میں مضمر ہے وقت رخصت ہارون الرشید نے اشرفیوں کی ایک تھیلی آپ کے نذر کی اور کہا قبول فرمائیں مال حلال ہے۔ آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنا مکان حلال طور پر فروخت کر دیا ہے وہ میرے لئے کافی ہے۔ اور دعا کی ہے کہ جب یہ خرچ ہو جائے۔ تو میری جان قبض کرلے تاکہ کسی کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ ایک دفعہ چاندنی رات میں آپ مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور آسمان کی طرف نظر کر کے عالم ملکوت کے خیال میں محو ہو گئے۔ اور رونے لگے یہاں تک کہ بے خود ہو کر گر پڑے۔ ہمسایہ نے سمجھا کہ شاید کوئی چور چھت پر چڑھ گیا ہے تلوار لے کر جھپٹا۔ مگر نزدیک پہنچ کر دیکھا کہ داؤد ہیں پوچھا تم کو کس نے گرایا فرمایا خبر نہیں۔

آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ وفات کی شب داود ساری رات نماز میں مشغول رہا۔ آخر ایک دفعہ سجدے میں گئے تو مدت تک سر نہ اٹھایا حتی کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا میں نے کہا بیٹا نماز کا وقت ہو گیا ہے مگر جواب نہ ملا۔ جب پاس جا کر دیکھا تو آپ وفات پا چکے تھے۔

ایک شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا اس کو فرمایا کہ میں زندان سے رہائی حاصل کر چکا ہوں۔ آپؒ کی وفات کے بعد غیب سے آواز آئی کہ داؤد طائی اپنے مقصد کو پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔

آپ کا مزار مبارک قبرستان معروف کرخی کے آخر میں سڑک کی دوسری طرف واقع ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ

قبرستان شیخ معروف کرخیؒ بغداد کا ایک قدیم قبرستان ہے اور حضرت شیخ معروف کرخیؒ اسی قبرستان میں ایک خوبصورت گنبد کے اندر آرام فرما ہیں۔ آپؒ کا مزار مبارک بھی استجابت دعا کے لئے مشہور ہے۔

آپ اپنے زمانہ کے قطب تھے اور آپ کی ریاضتیں اور کرامتیں بے حساب ہیں۔ تقوی اور انس و شوق میں انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے۔

آپ حضرت امام علی رضاؑ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے اور ایک عرصہ تک آپ کی صحبت میں رہے۔ آپؑ کی شہادت کے بعد آپ نے حضرت شیخ داؤد طائیؒ سے فیض صحبت حاصل کی۔

ایک دن آپ بازار میں جا رہے تھے اور روزہ رکھا ہوا تھا ایک ماشکی نے کہا رحم اللہ من شرب یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو شخص پانی پیئے۔ چنانچہ آپ نے پانی لے کر پی لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ تو روزہ دار تھے۔ فرمایا بے شک لیکن میں نے اس کی دعا کی طرف رغبت کی۔

آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا تو آپ نے جواب دیا کہ ایک ماشکی کی دعا کے طفیل بخش دیا۔

حجۃ الاسلام محمد غزالیؒ

بغداد شریف کے قدیم قبرستان کے ایک کونے میں حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ کا مزار پر انوار ہے۔ آپ عظیم مفکر اور صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ احیاء علوم الدین اور کیمیائے سعادت آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ آپ کو تصوف کی دنیا میں ایک غیر فانی اور عظیم مقام حاصل ہے۔

آپ کے مزار مبارک پر ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے اور حضرت امام محمد غزالیؒ کا مزار مبارک ایک پر کیف مقام ہے۔

سیدۃ زبیدہ خاتون:

اس خاتون کا عظیم الشان کارنامہ نہر زبیدہ ہے۔ آپ خلیفہ ہارون الرشید کی خدا ترس بیوی تھیں اس وقت قبر زبیدہ کی حالت کچھ اچھی نہیں۔ لوح مزار بھی شکستہ اور خراب

ہو چکی ہے۔

شیخ حبیب عجمی:

آپ اولیاء متقدمین میں سے ہیں اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس میں رہ کر علم دین حاصل کرتے رہے۔

شیخ محمد الفی قطب:

یہی وہ خوش قسمت بزرگ ہیں جو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے در اقدس پر چوری کے ارادہ سے آئے تھے اور آپ کی نگاہ کیمیاء سے قطب بن کر نکلے۔

آپ کا مزار مبارک بھی باب الشیخ سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہے۔

<><><>
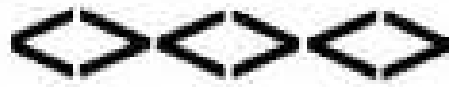
کربلاء معلیٰ

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباس علمدارؑ

کے مزارات مبارکہ

کربلاء معلیٰ بغداد شریف سے تقریباً ایک سو کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ میں سب سے پہلے ایک مقام مسیّب آتا ہے جہاں پر ان دو فرزندان مسلم بن عقیلؓ کی قبور مبارکہ ہیں جنکو شہید کر دیا گیا تھا۔ یہ بے سہارا شہزادے ایک دوسرے کو ذبح ہوتے دیکھتے رہے۔ ان میں سے ایک کا نام ابراہیمؓ اور ایک کا نام محمدؓ تھا۔ اور بعد میں ان کے اجسام مبارکہ کو دریائے فرات میں بہادیا گیا اور جب مسیّب کے مقام پر پہنچیں تو یہاں دفن کر دیا گیا۔

اس مقام سے آگے جا کر حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر الطیار کا مزار مبارک ہے۔

حرم امام عالی مقامؓ

شہید کربلاء نواسہ رسول ﷺ کا سنہری گنبد اور دو سنہری مینار دور سے ہی نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں اور سامنے صدر دروازے پر آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ لکھی ہوئی ہے

(حسين مني وانا من حسين)

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں

اندر داخل ہوں تو سامنے ضریح مبارک کی سنہری جالی نظر آجاتی ہے جس کو دیکھتے ہی انسان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور کربلا کا سارا واقعہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ حضرت امام حسینؓ کے زہد کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب کسی نے آپ سے عرض کی کہ آپ اس قدر خدا سے خوف زدہ کیوں رہتے ہیں تو حضرت امام عالی مقامؓ نے جواب میں فرمایا کہ جو شخص دنیا میں خدا سے ڈرتا رہے گا کل قیامت کے دن اس کے لئے امن و امان ہے۔

مقام حضرت امام حسینؓ پر ہر وقت بے پناہ رش رہتا ہے۔ روضہ مبارک کی تعمیر بھی واقعی قابل دید ہے۔ خوبصورت فانوس' قندیلیں' بہترین قسم کے قالین' دیواروں پر بہترین کاشی کا کام حلی کی روشنی میں ایک عجیب منظر پیش کرتے ہیں۔ ہر کوئی آپ کے حضور

ہدیہ سلام پیش کر رہا ہے تو کوئی ورد و نوافل میں مشغول ہے۔ آپ کے مزار اقدس سے تھوڑا سا آگے جانب مغرب ایک گوشہ میں گنج شہیداں ہے جہاں بقیہ شہداء کربلاء کے اجسام مدفون ہیں۔

حضرت عباس علمدارؓ

مزار اقدس حضرت امام عالی مقامؓ سے باہر نکل کر قریب ہی ایک الگ عمارت میں حضرت عباس علمدارؓ کا مزار مبارک ہے۔ حضرت عباسؓ جو کہ علمدار حسین ہیں آپؓ حضرت علیؓ کے فرزند ہیں اور اپنے برادر حضرت امام حسینؓ کے ساتھ روز عاشور تپتے ہوئے صحراء میں اپنی مجاہدانہ جانثاری اور وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ حضرت عباسؓ نے یوم کربلاء جس ایثار اور وفاداری کا مظاہرہ فرمایا۔ اس کی مثال پوری تاریخ انسانیت میں کہیں نہیں مل سکتی۔ آپؓ نے اپنے خون کے آخری قطرے تک حضرت امام حسینؓ کا دفاع کیا۔

آپ کے مزار مبارک کی تعمیر قابل دید ہے۔ دو خوبصورت میناروں کے درمیان دور سے آپ کے مزار مبارک کا سنہری گنبد نظر آجاتا ہے اور دل سے فوری یہ آواز نکلتی ہے۔

السلام علیك یا حضرت عباس علمدارؓ

آپ کی ضریح مبارک کے ارد گرد بھی ہر وقت بے پناہ ہجوم رہتا ہے اندر دیواروں پر بہترین قسم کا شیشے اور کاشی کا کام ہوا ہے۔ اور اعلیٰ قسم کے قالین بچھے ہوئے ہیں اور بہترین فانوس آویزاں ہیں۔

تل زینبیة

بتایا جاتا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں پر حضرت امام عالی مقامؓ کی ہمشیرہ سیدۃ زینبؓ کا حضرت امام حسینؓ سے مکالمہ ہوا تھا۔ اور آپ اپنی ہمشیرہ کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔ یہ مقام ایک اونچی جگہ پر واقع ہے اور یہاں پر بھی زائرین کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

خیمہ گاہ

یہ وہ مقام ہے جہاں پر اہل بیت عظام کے خیمے نصب تھے۔اب تو اس مقام پر خیمے نہیں ہیں بلکہ ایک خوبصورت عمارت بنی ہوئی ہے جس میں محراب حسینؑ (جہاں پر حضرت امام حسینؑ کا خیمہ مبارک تھا) اور دوسرے مقامات بتائے گئے ہیں۔

مزار مبارک حضرت حر شہیدؓ

کربلاء معلی سے تقریباً چھ کلو میٹر کے فاصلے پر حضرت حر شہیدؓ کا مزار مبارک ہے۔ آپ وہ عظیم ہستی ہیں جو دوزخ کے کنارے کھڑی تھیں اور ایک جست میں حضرت امام حسینؑ کا ساتھ دے کر جنت الفردوس میں پہنچ گئیں۔ واہ حضرت حر تیری عظمت کو عظیم سلام۔

آپ کا مزار مبارک چاندی کے ایک خوبصورت کٹہرے میں ہے اور ایک طرف چھوٹا سا دروازہ لگا ہوا ہے اور اوپر ایک فریم میں آپ کے حضور نذرانہ سلام لکھا ہوا ہے۔

آپ کے مزار مبارک پر بھی ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے جس پر بہترین پتھر کا کام ہوا ہے۔
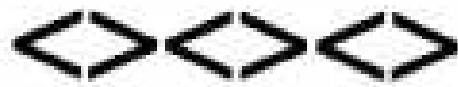
نجف اشرف

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھوں کا خاکِ مدینہ و نجف

اقبالؒ

نجف اشرف جس کی خاک کو عظیم اسلامی مفکر اور شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال نے اپنی آنکھوں کا سرمہ کہا۔ کربلاء معلّٰی سے تقریباً ۷۳ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پر ایک عظیم قدیم قبرستان بھی ہے۔ جس میں بے شمار بزرگان دین 'اولیاء علماء کے علاوہ دو انبیاء کرام حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی قبور مبارکہ ہیں۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک گنبد کے نیچے یہ دونوں قبور ہیں۔ کمرے کے باہر لکھا ہوا ہے

مرقدالانبیاء هودؑ و صالحؑ

اس مقام پر بھی زائرین سلام کے لئے آتے رہتے ہیں۔

مزار مبارک حضرت علیؓ

آپؓ کے مزار مبارک کا طلائی گنبد اور دو سنہری مینار دور سے نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ بارگاہ شیر خدا علی المرتضیٰؓ ہے۔ جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

انا مدينة العلم و علي بابها

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

علی کا مرتبہ اللہ اکبر
علیؓ کی دید دیدِ مصطفیٰ ہے

واقعی وہ کتنے خوش نصیب لوگ ہیں جو ان عظیم ہستیوں کی زیارت کے لئے ان مقامات مقدسہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

عراق میں موجود خوبصورت ترین مزارات میں آپ کا مزار مبارک شمار ہوتا ہے اور واقعی قابل دید ہے۔

کُوفہ

عالم اسلام کا ایک اہم ترین شہر
اور اسلامی ریاست کا دار الخلافہ

کوفہ نجف اشرف سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عالم اسلام کا ایک اہم ترین شہر اور اسلامی ریاست کا دار الخلافہ رہا ہے۔

کوفہ میں موجود مقامات مقدسہ جو قابل دید ہیں ترتیب وار اجمالاً تعارف

جامع مسجد کوفہ

جامع مسجد کوفہ کا بھی قدیم ترین مساجد میں شمار ہوتا ہے۔ اور اس جامع مسجد میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بحالت نماز ضرب لگی اور جس مقام پر آپ کو ضرب لگی اس مقام پر اب ایک چاندی کا دروازہ لگا ہوا ہے اور اوپر خوبصورت لکھائی اور دروازے کے اوپر والی جگہ پر بہترین قسم کا سنہری کام ہوا ہے۔

مزار مبارک حضرت مسلم بن عقیلؓ

اس مسجد کوفہ کے قریب ہی ایک گنبد میں حضرت مسلم بن عقیل کا مزار مبارک ہے ارد گرد لکڑی کا خوبصورت کٹہرا بنا ہوا ہے۔ آپ شہید کربلاء حضرت امام حسینؓ کے سفیر تھے۔

تھوڑا سا بائیں جانب حضرت ہانی بن عروہؓ کا بھی مزار مبارک ہے۔

مقام نوح علیہ السلامؑ

اسی جامع مسجد کوفہ کے اندر مقام نوح علیہ السلام بھی ہے اور مسجد سے باہر وسیع صحن میں بے شمار مقامات عبادت ہیں۔ جہاں نشانات کے [illegible] پر اب محراب بنے ہوئے ہیں۔

اس جگہ کو جہاں سے طوفان نوح ظاہر ہوا تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی چلی تھی اس مقام کو لوہے کے جالے کی صورت میں محفوظ کیا گیا ہے۔

مزار مبارک حضرت خدیجہ بنت علیؓ

جامع مسجد کوفہ کے صدر دروازے سے باہر سڑک کے درمیان میں حضرت

خدیجہؑ بنت علیؑ جو حضرت عباس علمدارؑ کی ہمشیرہ ہیں آرام فرما ہیں۔

حضرت علیؑ کا گھر مبارک

یہ مبارک گھر بھی جامع مسجد کوفہ سے قریب ہی ہے اور اس گھر مبارک کی زیارت کے لئے ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ حضرت علیؑ کے گھر کے مختلف چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں۔ ایک کمرہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہاں پر آپ کو غسل دیا گیا تھا۔ ایک اور کمرہ ہے جہاں پر سیدنا امام حسنؑ اور سیدنا امام حسینؑ پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے گھر میں ایک کنواں ابھی تک موجود ہے جس کا پانی اب تک جاری وساری اور بے شمار بیماریوں کا علاج بتایا جاتا ہے۔

جامع مسجد کوفہ کے قریب ہی حضرت علیؑ کے عظیم صحابی جناب میثم تمار کی قبر مبارک ہے۔ جن کو محبت علیؑ کی وجہ سے سزا دی گئی تھی۔

کوفہ میں دریائے فرات کے کنارے وہ مقام بھی نشانی کے طور پر موجود ہے جہاں سے مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا تھا۔
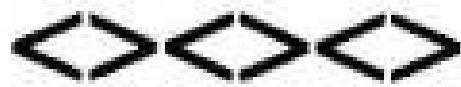
سامراء

حضرت امام علی نقیؑ

اور حضرت امام حسن عسکریؑ

کے مزاراتِ مبارکہ

سامراء بغداد شریف سے تقریباً ۱۲۵ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے اور دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے۔ یہیں پر گلستان زھرا کے دو پھول حضرت امام نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ دو بلند سنہری میناروں کے درمیان ایک خوبصورت گنبد میں آرام فرما ہیں۔

حضرت امام حسن بن علی نقیؑ چونکہ یہاں حکم خلیفہ نظر بند رہے اس لئے آپ حسن عسکری کے نام سے مشہور ہوئے۔

ان مذکورہ بالا دو اماموں کے علاوہ حضرت امام علی نقیؑ کی ہمشیرہ سیدہ حلیمہ خاتونؒ اور حضرت امام حسن عسکریؑ کی زوجہ محترمہ سیدۃ نرجس خاتونؒ کے مزارات مبارکہ بھی یہیں ہیں۔ اور یہ سارے مزارات مبارکہ چاندی کے کٹہرے میں ہیں۔ اور اوپر بہترین قسم کا کام ہوا ہے۔ اندر دیواروں پر بھی بہترین کاشی اور پتھر کا کام ہوا ہے۔

یہیں پر بھی وہ مقام ہے جہاں بقول اثنی عشریہ حضرت امام محمد مہدی بچپن میں غائب ہو گئے تھے۔

ان مقامات مقدسہ کا طلائی گنبد تمام مزارات کے گنبدوں میں بڑا شمار ہوتا ہے۔ اور اس پر سونے کی اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔
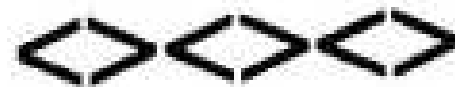
بابل

کنواں ھاروت وماروت

اور شہر بابل کے کھنڈرات جو

اب تک نشان عبرت بنے ہوئے ہیں

مزار مبارک حضرت ذوالکفل علیہ السلام

شہر بابل جاتے ہوئے راستے میں ایک گاؤں ذوالکفل آتا ہے جہاں پر بنی اسرائیل کے مشہور پیغمبر حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔

آپ کے مزار مبارک کے ساتھ والے کمرے میں آپ کے پانچ اصحاب کی بھی قبریں ہیں اور ایک مقام حضرت خضر علیہ السلام کا بھی بتایا جاتا ہے۔

مزار سیدنا ایوب علیہ السلام اور ان کے چشمے

بابل شہر سے تقریباً دو کلو میٹر پہلے حضرت ایوب علیہ السلام کا مزار آتا ہے اور تھوڑا سا آگے جا کر آپ کا مسکن ہے۔ جہاں وہ دو چشمے اب تک موجود ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔ ان دونوں چشموں میں اب تک پانی موجود ہے۔ لوگ پانی پیتے بھی ہیں اور نہاتے بھی ہیں۔

کنواں ھاروت وماروت

تاریخی اور قدیمی شہر بابل کے کھنڈرات میں وہ کنواں اب تک موجود ہے جس میں ایک روایت کے مطابق دو فرشتے ھاروت وماروت لٹکے ہوئے ہیں۔ اس کنوئیں میں ابھی تک پانی موجود ہے اور کافی گہرا ہے۔ پتھر کا ٹکڑا پھینکیں تو کچھ وقت کے بعد پانی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کنواں بطور عبرت آج تک محفوظ رکھا ہوا ہے۔

موصل

میں مقامات مقدسہ اور زیارات

موصل بغداد شہر سے ۴۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اور دریائے دجلہ کے کنارے ایک قدیم شہر ہے۔ اس کا پرانا نام نینوا ہے اس شہر میں حضرت یونس علیہ السلام مبعوث ہوئے اور ان کی عبادت گاہ بھی یہیں ہے۔ موصل میں موجود مقامات مقدسہ کا اجمالاً تعارف:

مقام حضرت یونس علیہ السلام

یہ مقام پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ اور کافی اونچائی ہے۔ یہاں پر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہے۔

جامع النبی یونس علیہ السلام

اس مقام سے پورے شہر کا نظارہ ہو سکتا ہے۔ اس مقام پر بالکل نئی تعمیرات ہوئی ہیں۔ جامع مسجد یونس علیہ السلام کے ساتھ مزار حضرت یونس علیہ السلام بتایا جاتا ہے۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق آپ بیت المقدس میں مدفون ہیں۔ مسجد اور مقام یونس علیہ السلام نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔

مزار حضرت جرجیس علیہ السلام

حضرت جرجیس علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ اور یہ وہ پیغمبر ہیں جن کے جسم مبارک کے سات ٹکڑے کیے گئے تھے۔ آپ کا مزار مبارک سیڑھیوں سے اتر کر نیچے آتا ہے اور بائیں طرف دیوار میں ایک دروازہ ہے جس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ اس دروازے کے اندر حضور نبی اکرم ﷺ کا موئے مبارک پڑا ہوا ہے اور خاص خاص مذہبی مواقعوں پر اس کی زیارت کروائی جاتی ہے۔

مزار مبارک حضرت شیث علیہ السلام

آپ کا مزار مبارک موصل شہر کے وسط میں ایک سڑک کے کنارے واقع ہے اوقات نماز کے علاوہ یہ مقام بند رہتا ہے۔ آپ کے مزار مبارک کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ مزار حضرت شیث علیہ السلام کافی لمبا ہے اور اوپر سبز رنگ کی چادر

پڑی رہتی ہے۔

مزار مبارک شیخ فتح موصلیؒ

آپ کا مزار مبارک شارع الفتح پر ایک قبرستان کے قریب ایک پرانی طرز کے گنبد کے نیچے ہے۔ شیخ سری سقطیؒ اور شیخ بشر حافیؒ کے ہمعصر ہیں۔ ریاضت و مجاہدہ میں آپ کمال حد کو پہنچے ہوئے تھے اور بڑے مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اس قدر مجھ سے پوچھا کہ تم کیوں روتے تھے میں نے کہا کہ اپنے گناہوں کی شرم سے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے فرشتے کو حکم دے دیا تھا کہ تمہارا کوئی گناہ نہ لکھے کیونکہ تم شرم کی وجہ سے روتے تھے۔ آپ کا مزار مبارک بھی ایک پر کیف مزار ہے۔

تصاویر
عراق

کربلاء معلی میں حضرت عباس علمدار کا روضہ مبارک
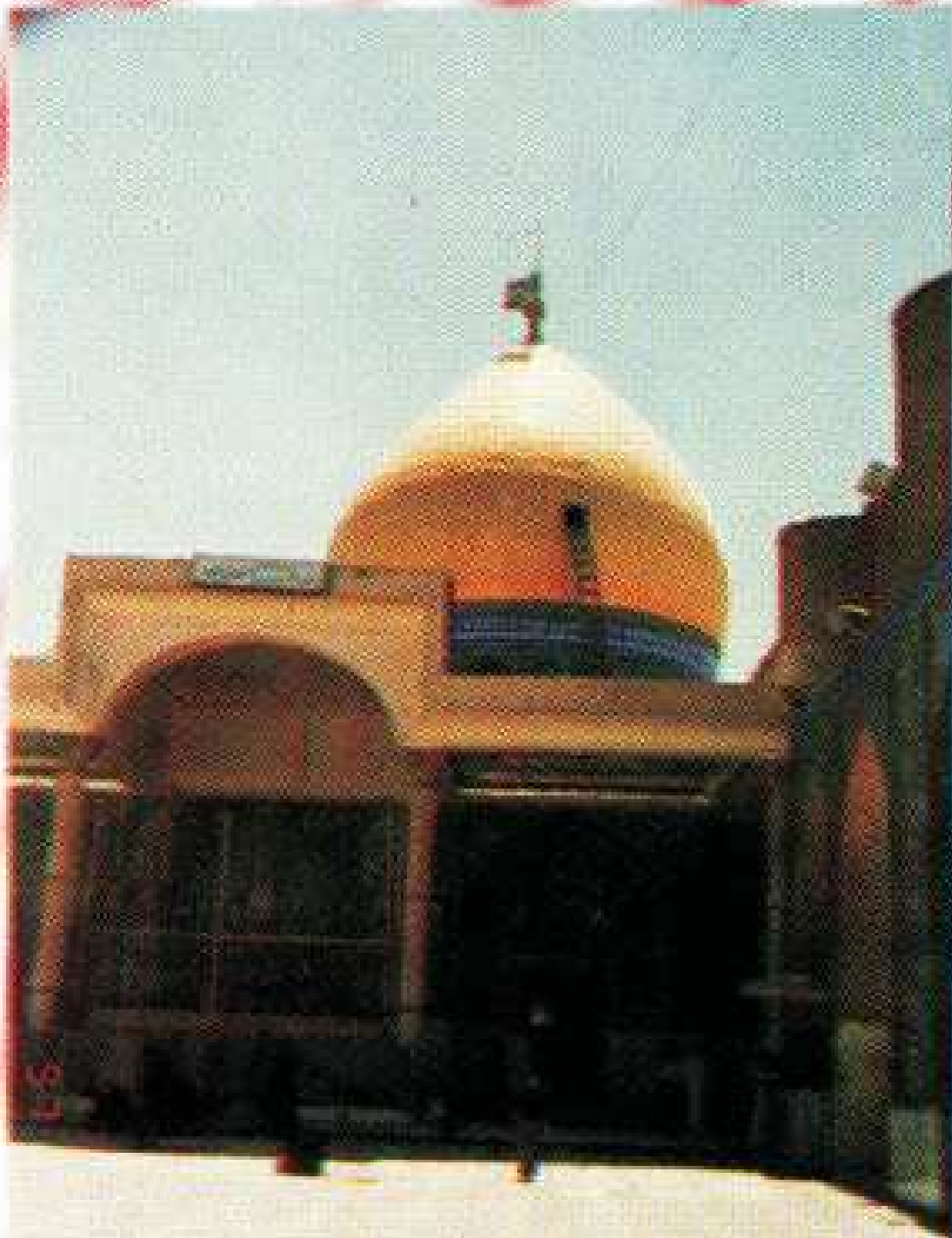
کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل کا روضہ مبارک

نجف اشرف میں حضرت امام علیؑ کا مزار مبارک
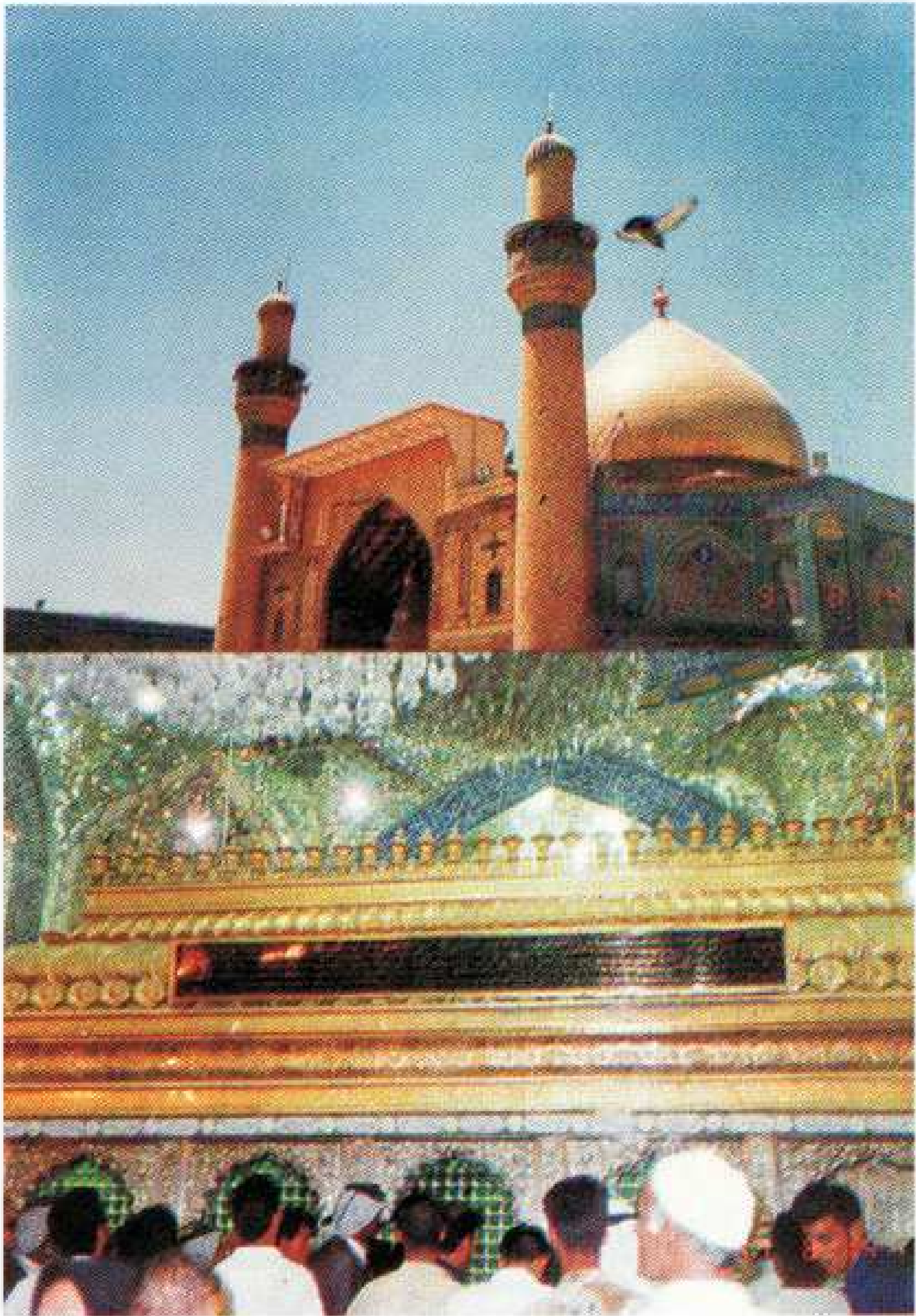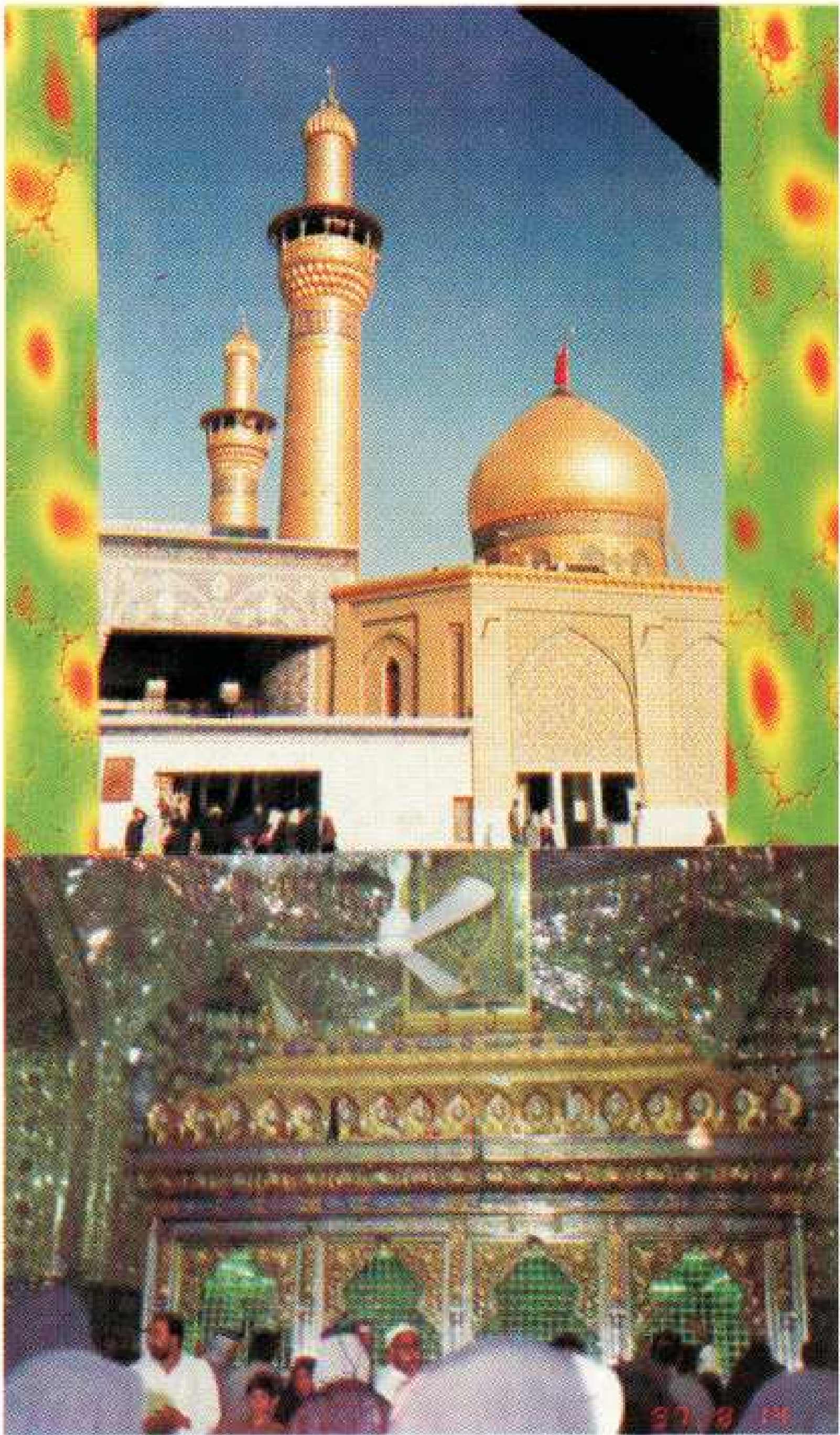
کربلا میں حضرت امام حسینؓ کا مزار مبارک

کاظمین شریفین

روضہ مبارک حضرت حر شہیدؒ

بغداد شریف میں حضرت جنید بغدادیؒ کا مزار مبارک

مقام حضرت شاہ منصورؒ
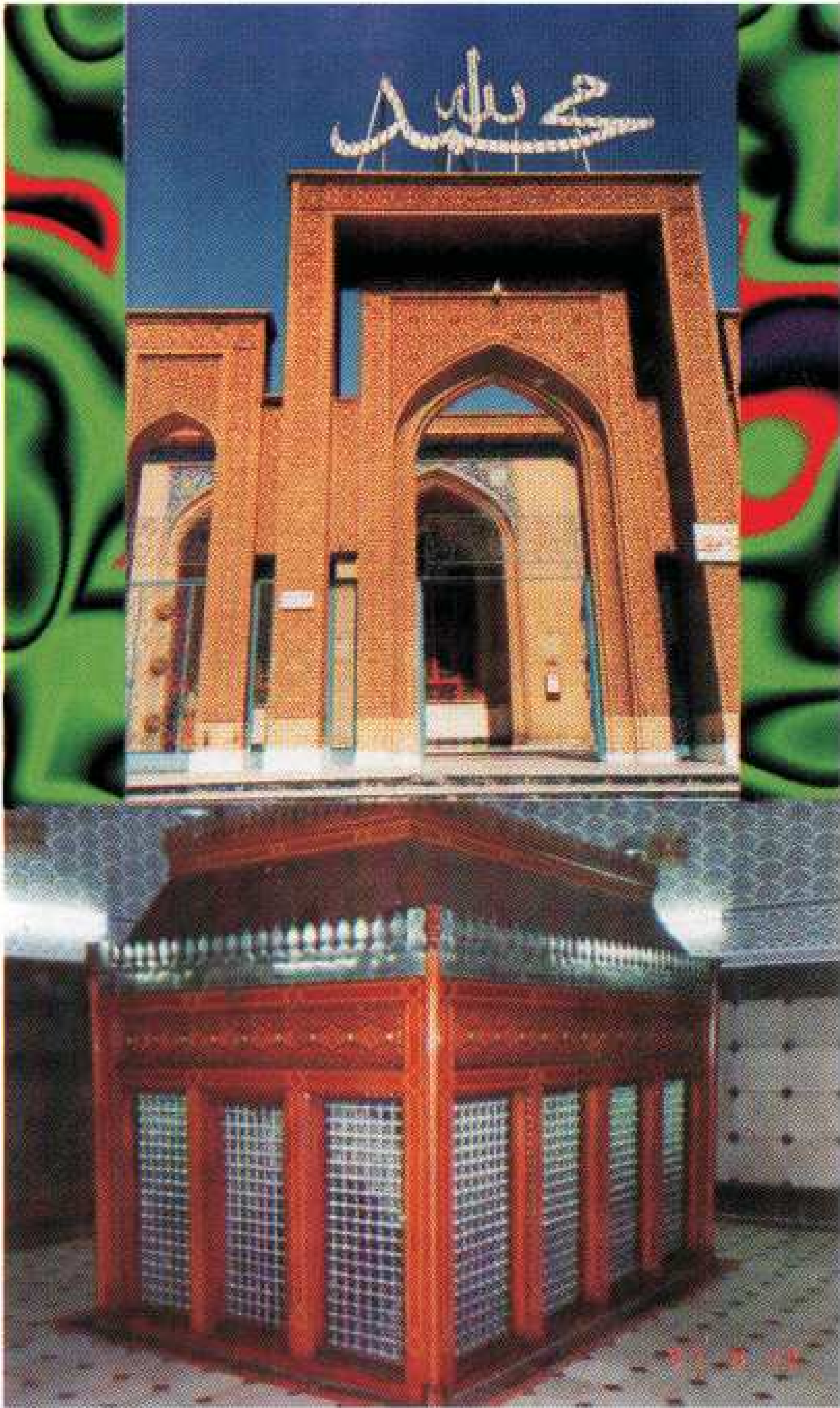
بغداد شریف میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مزار مبارک

بغداد شریف میں مزار پر انوار سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

مزار پر انوار حضرت امام ابو یوسفؒ

مزار امام ابو یوسفؒ کے سجادہ نشین مصنفؒ کو آپ کی ایک کتاب پیش کر رہے ہیں

پاکستان
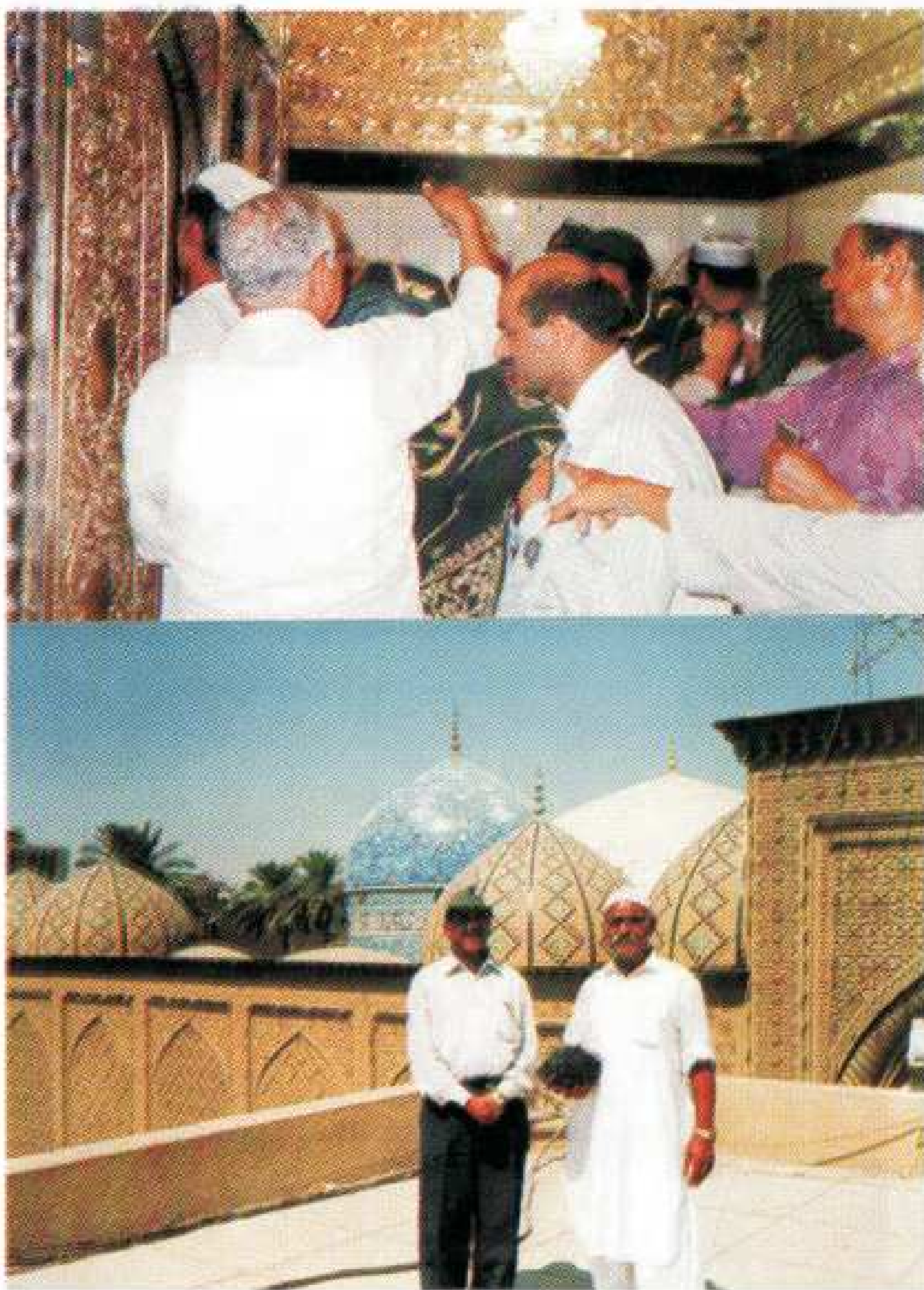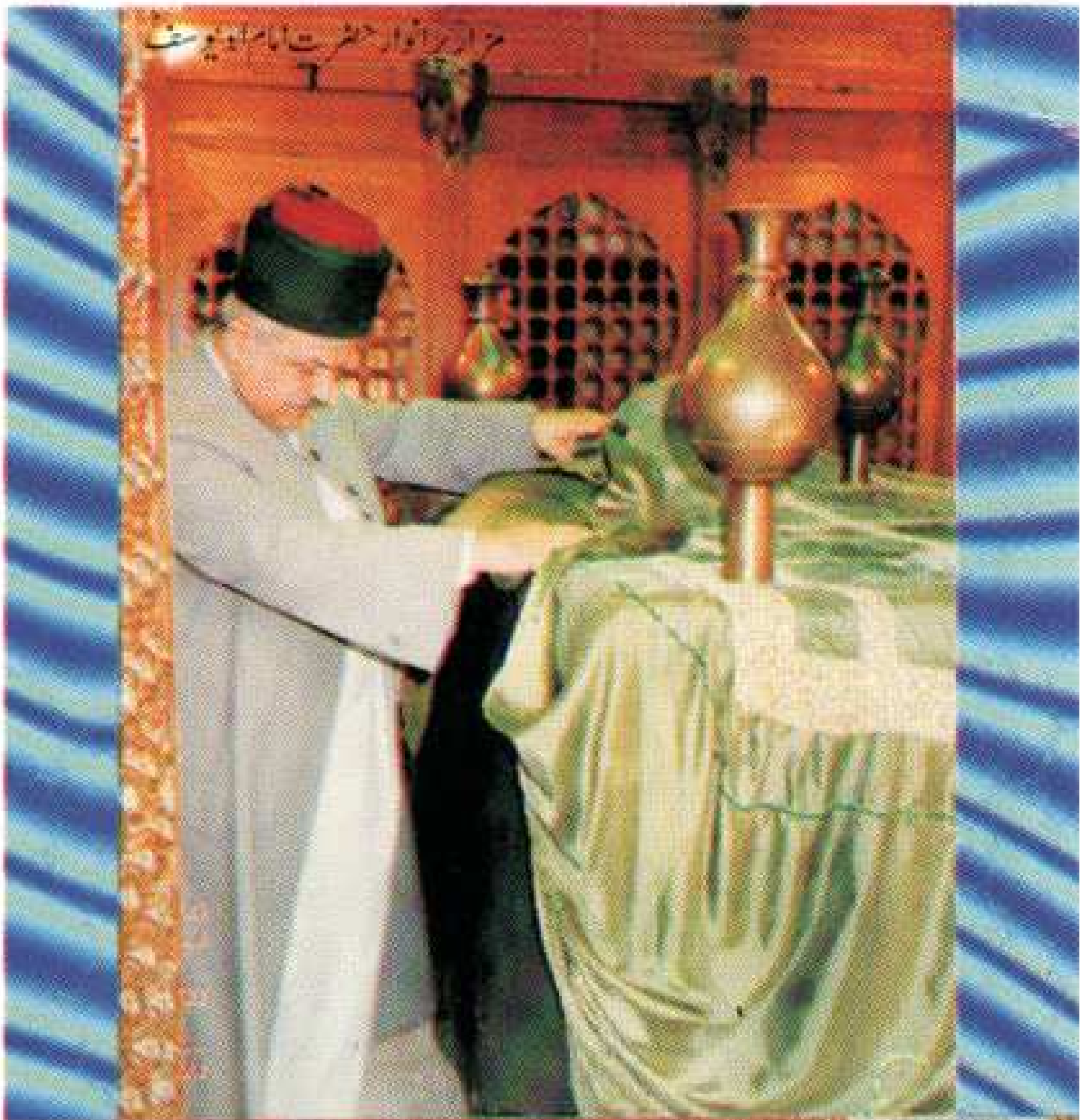
بحمد اللہ غیر ملکی سفروں میں مقامات مقدسہ کی زیارات کے علاوہ اپنے ملک میں بھی بزرگان دین کے مزارات مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

ہمارے پورے ملک میں بے شمار محبوبان خدا اور اولیاء اللہ کے مزارات مبارکہ ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ صوبہ پنجاب میں ان بزرگان دین نے اسلام کی جو شمعیں روشن کیں ان کی کہیں مثال نہیں ملتی۔

آئندہ صفحات میں آپ انشاء اللہ چند چیدہ چیدہ بزرگان دین کے حضور حاضری کی تفصیل اور ان کا تذکرہ پڑھیں گے۔

پشاور
میں اولیاء اور صوفیاء
کے آستانے

صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب میں حد فاصل دریائے اٹک ہے اور صوبہ سرحد کا دارالخلافہ پشاور ایک قدیمی اور تاریخی شہر ہے جس کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔ پاکستان کے دوسرے شہروں کی طرح پشاور کو بھی یہ شرف حاصل رہا ہے کہ یہاں پر اکثر اولیاء اور صوفیاء کرام برسوں مقیم رہ کر خلق خدا کی رہنمائی کرتے رہے اور لوگوں کو اپنے فیوض و برکات سے نوازتے رہے۔

پشاور شہر اور اس کے آس پاس بے شمار اولیاء اور صوفیاء کے آستانے ہیں۔ جہاں مخلوق خدا اب بھی حاضر ہو کر فیض حاصل کرتی ہے۔ جناب ایم زمان کھوکھر (مصنف کتاب پاکستان میں محبوبان خدا کے نوگز لمبے مزارات) کی تحقیق کے مطابق پشاور میں بھی ۹ گز لمبے مزارات پائے جاتے ہیں۔ پشاور سے تقریباً ۳ کلو میٹر کے فاصلہ پر اصحاب بابا کا ۲۲ گز لمبا مزار ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے۔ اس طرح صدر چھاؤنی اور اسلامیہ کالج کے قریب جی پی او کے پاس ۹ گز لمبے مزارات واقع ہیں۔

انہی اولیاء اور صوفیاء کے آستانوں پر حاضری کا پروگرام بنایا۔ اور اپنے دو ساتھیوں حاجی محمد نواز اور راجہ محمد ریاض کے ہمراہ گرمیوں کی ایک صبح بذریعہ کوچ پشاور روانہ ہوئے۔ پشاور پہنچنے کے بعد ایک ٹیکسی کرایہ پر لی اور اس میں سوار ہو کر جن جن مقامات پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ قارئین کرام کے لئے ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

حضرت اخوند پنجو بابا چشتیؒ

آپ کا مزار مبارک اکبر پورہ میں واقع ہے۔ حضرت اخوند پنجو بابا نے سرحد میں سلسلہ چشتیہ کے چراغ کو روشن کر کے اس سرزمین کے لوگوں کو عرفان اور ہدایت کی راہ دکھائی۔

آپ کا اصل نام سید عبدالوہاب تھا لیکن آپ اخوند پنجو بابا کے نام سے مشہور ہوئے۔ کتاب تذکرہ اولیائے پاکستان کے مطابق آپ چونکہ اسلام کے بنیادی پانچ ارکان کی

تعلیم دیتے تھے۔ اس لئے آپ کے مخالفین نے آپ کو مزاقاً پنجوبابا کہنا شروع کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی کیا ہوگی کہ میرا نام اسلامی ارکان کی بناء پر رکھا گیا ہے۔ خدا کرے کہ قیامت تک میرا یہی لقب ہو جائے۔ چنانچہ اس وقت سے آپ پنجوبابا کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ نے اکبر پورہ میں مقیم ہو کر رشد و ہدایت اور درس و تدریس کا عظیم کام شروع کیا۔ اور ہزاروں طالبان علم و معرفت آپ کے روحانی سرچشمہ سے فیض یاب ہوئے۔

آپ کے آئینہ اخلاق میں سخاوت اور استغنا کا وصف سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ سخاوت اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ کوئی حاجت مند آپ کے در سے خالی نہ جاتا۔ حاکمان وقت کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ خود سلطان جلال الدین اکبر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوا کرتا۔

چشتی صوفیاء کی طرح آپ کے معمولات بھی مقرر تھے۔ نماز فجر سے چاشت تک ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔ نماز ظہر کے بعد طلبہ کو درس دیتے۔ مغرب کے بعد درس قرآن پاک دیتے اور عشاء کی نماز کے بعد اوراد و ظائف اور مراقبات میں مشغول ہو جاتے۔ حضرت اخوند پنجوبابا اپنے وقت کے مشائخین کاملین میں سے تھے۔ عبادت و عشق میں غرق اور اہل چشت کے سلسلے کو پھیلانے میں سرگرم رہتے۔

آپ نے عہد شاہجہان میں ۹۵ سال کی عمر میں ۱۰۴۰ ہجری میں وصال فرمایا۔ آپ کی تجہیز و تکفین میں حضرت شیخ رحمکار المعروف حضرت کاکاجیؒ جیسی جلیل القدر ہستی بھی شریک ہوئی۔

آپ کا عرس مبارک ہر سال ۲۷ اور ۲۸ رجب کو بڑے اہتمام سے منعقد ہوتا ہے۔

آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ فاتحہ پڑھی اور پھر کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد حضرت ناتگابابا جی صابریؒ کے مزار مبارک کی طرف روانہ ہوئے۔ جو کہ اکبر پورہ میں ہی

حضرت اخوند پنجوبابا کے مزار کی جانب شمال واقع ہے اور پیدل ہی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک بھی شاندار انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ روضہ کے اندرونی حصہ میں شیشے کا کام ہوا ہے اور اوپر شاندار گنبد تعمیر ہوا ہے۔ آپ بھی ایک ولی اللہ اور درویش بزرگ ہو گزرے ہیں۔ آپ انیسویں صدی عیسوی کی شخصیت ہیں۔ آپ نے حضرت اخوند پنجوبابا کے قریب مستقل اقامت اختیار فرمائی اور پھر وہیں وصال فرما کر دفن ہوئے۔

آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد موضع چمکنی روانہ ہوئے تاکہ میاں محمد عمر چمکنی نقشبندیؒ کی خدمت میں حاضری دیں۔ موضع چمکنی پشاور شہر سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

حضرت میاں محمد عمر چمکنی نقشبندیؒ

میاں محمد عمر چمکنیؒ بھی سرحد کے معروف اولیاء میں سے ہیں۔ آپ کے دادا قادر خانؒ صاحب علم و فضل اور سلسلہ قادریہ چشتیہ کے ایک مشہور بزرگ ہو گزرے ہیں جو کلا خان کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کی ابتدائی تربیت آپ کی والدہ اور نانا نے کی اور پھر آپ نے عبدالغفور نقشبندی اور شیخ فرید اکبر پوریؒ جیسے علماء سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

آپ اگرچہ شیخ سعدی لاہوریؒ سے عقیدت وارادت رکھتے تھے لیکن بیعت آپ کے مرید و خلیفہ شیخ یحییٰ (اٹک) المعروف حضرت جی کے دست حق پرست پر طریقہ نقشبندیہ میں کی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ کے مرشد نے آپ کو اسی سلسلہ میں خلافت بھی عطا کی۔ خلافت کے بعد آپ نے علاقہ یوسف زئی میں رشد و ہدایت کا چراغ روشن کیا جس سے ہزاروں افراد فیض یاب ہوئے۔ مشہور فرمانروا احمد شاہ ابدالی آپ کے حلقہ مریدین میں شامل ہوا اور جب وہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو وہ آپ سے ہی دعا کا طالب ہوا۔ شب بیداری اور مجاہدے کی یہ کیفیت تھی کہ آپ نے موضع چمکنی میں ایک مسجد بنوائی اور اس کے ایک الگ حصہ میں آپ رات کو عبادت میں مصروف رہتے۔ صبح کو مسجد چمکنی کے طلبہ کو

درس دیتے اور سارا دن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری رہتا۔

آپ کا وصال رجب ۱۱۹۰ ھجری میں ہوا۔ اور موضع چمکنی میں آپ کو دفن کیا گیا۔ جہاں آج بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد قبرستان رحمان بابا کی طرف روانہ ہوئے۔

صوفی عبدالرحمٰن باباؒ

قبرستان رحمٰن بابا ایک بہت قدیم اور عظیم قبرستان ہے اور اس میں بے شمار اللہ کے نیک بندے آرام فرما ہیں۔ انہی میں ایک عظیم شخصیت صوفی عبدالرحمٰن باباؒ کی ہے جن کا مزار مبارک ایک وسیع حصے میں بنا ہوا ہے۔ حضرت صوفی عبدالرحمٰن بابا ایک جید عالم دین اور عارف کامل ہونے کے ساتھ ساتھ پشتو کے عظیم شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں اور اسی اعتبار سے آپ کا انتہائی احترام کیا جاتا ہے۔ آپ نے ساری زندگی اسلامی تعلیمات کی تبلیغ اور خلق خدا کی خدمت میں گزاری اور صوبہ سرحد میں بالخصوص آپ کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ کم لوگوں کو میسر آئی ہے۔ آپ کی ذات عظیم فیوض وبرکات کا سرچشمہ تھی۔ آپ کے اشعار میں آتش عشق کے شرارے اور شراب محبت کی وہ مستی ملتی ہے جس سے دوسرے شعراء کے میکدے عموماً خالی نظر آتے ہیں۔ آپ کے کلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس سے جہاں تعلیم یافتہ طبقہ لطف اندوز ہوتا ہے وہاں ناخواندہ طبقہ بھی ایک کیف محسوس کرتا ہے۔ آج بھی جب رحمان باباؒ کا کلام پڑھا جائے تو کیف وسرور سے لوگ سر دھنتے ہیں۔

آپ کا وصال ۱۱۱۸ ھجری میں ہوا اور اسی قبرستان میں دفن ہوئے جو اب قبرستان رحمٰن باباؒ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے مزار مبارک پر عقیدت مندوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ آپ کے مزار مبارک کے ساتھ ایک لائبریری بھی ہے۔ اور ہمیں بتایا گیا کہ اس کا سرکاری سطح پر افتتاح بھی ہو گیا ہے۔ لیکن ابھی عوام الناس کے لئے کھولی نہیں گئی۔

استاد خلیل اللہ خلیلیؒ

قبرستان رحمان باباؒ سے جب باہر نکلیں تو بائیں طرف حد نگاہ تک قبور کا ایک طویل

سلسلہ ہے۔ انہی میں ایک مخصوص قبر منفرد انداز میں بنی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ قبر مبارک جناب استاد خلیل اللہ خلیلیؒ کی ہے۔ جنہوں نے تفسیر' حدیث' فقہ' منطق اور ادب میں دسترس حاصل کی۔ آپ بچپن ہی سے شعر و ادب اور تصوف میں دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ کے والد نے مثنوی مولانا رومؒ اور تصوف کی دوسری کتابوں کے مطالعے کے سلسلہ میں آپ کی خوب مدد کی۔ آپ نے بچپن سے ہی شعر کہنا شروع کر دیئے تھے۔ آپ کے اشعار پڑھنے سے انسان اپنے عواطف و احساسات پر ایک گہرا اثر محسوس کرتا ہے۔

آپ نے عربی اور فارسی میں بے شمار تصانیف لکھیں۔ آپ کا وصال مئی ۱۹۸۷ء کو ہوا اور قبرستان رحمان بابا میں مدفون ہوئے۔

حضرت اخوند درویزا چشتیؒ

آپ کا مزار مبارک ہزار خوانی میں قبرستان رحمان بابا کے قریب ہی واقع ہے۔ آپ نے صوبہ سرحد میں رشد و ہدایت اور اسلامی تعلیمات عام کرنے کے لئے تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کیا۔ آپ اپنے بچپن کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھ میں زمانہ طفولیت ہی سے زہد و ریاضت کی طرف میلان پایا جاتا تھا اور اس وقت سے لے کر اس وقت تک اس رجحان میں کوئی کمی محسوس نہیں کی بلکہ اس میں زیادتی ہی محسوس کرتا ہوں۔

آپ کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ آپ جو کتاب بھی پڑھتے وہ زبانی یاد ہو جاتی تھی۔ حضرت اخوند درویزاؒ جناب سید علی ترمذی المشہور پیر باباؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہی سے فیض حاصل کیا اور شیخ کامل کی توجہ سے آپ کو مختصر عرصہ میں عظیم مقامات حاصل ہوئے۔ آپ بیشتر وقت ذکر الٰہی میں گزارتے اور دوران عبادت ذکر کرتے کرتے آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔

الغرض آپ اپنے وقت کے بہت بڑے ولی اللہ درویش اور صاحب علم ہو گزرے ہیں۔ آپ آخری عمر میں علاقہ یوسف زئی سے نکل کر پشاور میں مقیم ہو گئے تھے۔ جہاں پر آپ نے عہد شاہجہانی میں ۱۰۴۸ ہجری میں وفات پائی اور موضع ہزار خوانی کے قریب دفن

ہوئے۔

حضرت اخوند درویزہؒ بابا کا مزار پرانوار قدیم طرز پر تعمیر شدہ ہے اور عام قبر سے زیادہ لمبائی ہے۔ آپ کے مزار مبارک پر مستورات کا داخلہ ممنوع ہے۔ عورتیں باہر سے ہی فاتحہ پڑھ کر واپس ہو جاتی ہیں لیکن مردوں کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ ہم اندر حاضر ہوئے سلام پیش کیا۔ سلام کے بعد تصویر لینا چاہی لیکن مزار پر موجود ایک درویش جو اردو بالکل نہیں جانتا تھا اور صرف پشتو میں بات کر رہا تھا ہم سے پشتو میں کہہ رہا تھا کہ تصویر نہ لو۔ یہ بزرگ تصویر نہیں لینے دیتے۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد سید حسن پشاوریؒ کے مزار مبارک کی طرف چل پڑے۔ یہ مزار مبارک شہر سے کافی باہر نکل کر ایک بہت بڑے قبرستان میں واقع ہے۔

حضرت سید حسن پشاوری قادریؒ

آپ کا شمار مشہور بزرگان دین میں ہوتا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت سید حسنؒ کے آباؤاجداد بغداد سے ٹھٹھہ تشریف لائے اور ٹھٹھہ کے ہی ایک سید گھرانے میں شادی کر لی اور جس سے حضرت سید حسنؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ حضرت سید حسن اپنے والد کی وفات کے بعد ہندوستان اور حجاز مقدس کا سفر کر کے مختلف بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے پشاور تشریف لائے اور یہیں رہائش پذیر ہوگئے۔ آپ کے قیام پشاور کے بارے میں صاحب اسرار الطریقت کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت غوث اعظم کے ارشاد کی بناء پر سیاحت ترک کر کے پشاور میں سکونت اختیار کی۔

آپ نے سلسلہ قادریہ میں اپنے والد سید عبداللہ سے بیعت کی اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔

حضرت شیخ حسن پشاوری کی سیرت و اخلاق میں خدمت خلق کا جوہر سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے آپ کے صاحبزادے شاہ محمد غوثؒ کا بیان ہے کہ میرے والد ماجد کا

طریقہ تھا کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے اور ان کی بڑی خدمت کرتے۔ ہر روز کئی آدمیوں کو کھانا کھلاتے۔ آپ کا وصال ۱۱۱۵ ہجری میں ہوا اور آپ کا مزار پشاور شہر میں مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کے صاحبزادوں میں شاہ محمد غوث قادری لاہوریؒ نے عرفان و تصوف میں غیر معمولی شہرت و عظمت حاصل کی۔

یہاں سے فاتحہ خوانی کے بعد حافظ عبدالغفور نقشبندی کے مزار کی طرف روانہ ہوئے جو ایک مسجد کے ساتھ سڑک کے کنارے واقع ہے۔

مخدوم حافظ عبدالغفور نقشبندیؒ

حافظ عبدالغفور نقشبندیؒ پشاور کے مشہور صوفیاء میں سے تھے۔ آپ نے اپنی روحانی تعلیم و تربیت سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ حاجی اسماعیل غوری سے حاصل کی جو حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔

آپ حافظ قرآن تھے اور حفظ قرآن کا اس قدر شوق تھا کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ بچپن میں مجھے آشوب چشم کا مرض تھا۔ مگر باوجود اس مرض کے میں قرآن مجید حفظ کرتا رہتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ حضرت سید علی ہمدانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ نے ہم سب سے فرمایا کہ تم ہمارے شاگرد ہو جلد قرآن مجید کو حفظ کرو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ میں نے چند دن میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ شاہ محمد غوث قادریؒ کا بیان ہے کہ حافظ عبدالغفور تمام رات حبس نفس اور مراقبے میں مشغول رہتے تھے۔

خدمت خلق آپ کا شعار تھا۔ خصوصاً مساکین اور مسافروں کی خدمت میں مشغول رہتے تھے اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ پانچ سو آدمی آپ کے لنگر سے روزانہ کھانا کھاتے تھے۔

آپ کا وصال شعبان ۱۱۱۶ ہجری میں ہوا۔ اور آپ کا مزار مبارک پشاور کے مشہور ترین مزارات میں شمار ہوتا ہے۔

خوشحال خان خٹک

پشتوزبان کے عظیم المرتبت اور معروف و مشہور شاعر خوشحال خان خٹک جنہوں نے اپنی شاعری میں ایک منفرد مقام پیدا کیا اور اپنے اشعار میں لوگوں کو نصیحتیں اور ایک دوسرے سے پیار و محبت کا درس دیا۔ آپؒ کا مزار خیر آباد سے آگے علاقہ اکوڑہ خٹک میں واقع ہے۔ آپؒ کو حضرت رحمکار بابا المعروف کاکا صاحب سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ بلکہ حضرت کاکا صاحب کے وصال کے وقت آپؒ ہی ان کے پاس تھے۔

خوشحال خان خٹک کو بابائے پشتو کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ آپ کا وصال ۱۶۹۰ء میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک نہایت خوبصورت انداز میں تعمیر ہوا ہے۔ بہترین قسم کا سنگ مرمر مختلف رنگوں میں لگا ہوا ہے۔

حضرت شیخ جنید پشاوریؒ

آپ کا آستانہ مبارک لاہوری محلہ کے باہر گل بہار کالونی میں واقع ہے۔ آپ بہت بڑے ولی اللہ درویش بزرگ ہو گزرے ہیں۔ آپ شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جیؒ سے بیعت تھے اور سلسلہ نقشبندیہ میں سلوک و معرفت کی منازل طے کیں۔ پشاور میں مقیم ہو کر آپ نے لوگوں کو یاد الٰہی کی تعلیم دینا شروع کی اور جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اپنا حصہ ضرور لے کر جاتا۔ آپ سے بے شمار کرامات کا بھی ظہور ہوا۔ آپ کے مزار مبارک پر ہر وقت زائرین کی آمدورفت رہتی ہے۔ آپ کا وصال شوال ۱۱۹۸ ہجری میں ہوا۔ اور گنج دروازہ کے باہر آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

انہی مذکورہ بالا آستانوں پر حاضری کے بعد اسی ٹیکسی میں قصہ خوانی بازار میں اترے۔ قریب ہی ایک مسجد میں نماز ظہر ادا کی اور ایک پشاوری ہوٹل سے کھانا کھا کر واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ اور یوں یہ مبارک سفر جو فجر کی نماز کے بعد شروع ہوا تھا عصر کی نماز سے کچھ پہلے اختتام پذیر ہوا۔

مکھڈ شریف

میں مولانا محمد علی مکھڈیؒ اور

آپ کا عظیم کتب خانہ

جس کتاب میں بھی حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ جیسی عظیم ہستی کے حالات زندگی پڑھے تو معلوم ہوا کہ خواجہ صاحبؒ نے تیرہ سال تک مکھڈ شریف میں مولانا محمد علی مکھڈیؒ کے زیر سایہ رہ کر اپنے علوم ظاہریہ کی تکمیل کی۔ تو دل میں ہر وقت ایک شوق موجزن رہتا تھا کہ کبھی اس عظیم ہستی کے مزار مبارک کی ہی زیارت کا شرف حاصل کریں کہ جن کے سلسلہ تدریس میں کابل قندھار اور بخارا تک کے طلباء حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے تھے۔ حضرت مولانا کی منطق اور فلسفہ میں دسترس کی اس قدر شہرت تھی کہ اس دور کے جید علماء بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر منطق اور فلسفہ جیسے دقیق مسائل حل کرواتے تھے۔

حضرت مولانا محمد علیؒ امرتسر (پنجاب) کے ایک گاؤں وٹالہ میں ۱۱۶۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ نسب میں اشرف القبائل قریش سے ہیں۔ آپؒ کے والدین کا انتقال آپ کی خورد سالی میں ہو گیا اور آپ کے برادر بزرگ مولانا عبدالرسول نے آپ کی پرورش اور تربیت کی۔ کچھ عرصہ بعد اپنے برادر محترم سے اجازت لے کر مختلف اطراف میں علوم ظاہری میں مشغول رہے۔ پھر اسی طلب کے آخری مرحلہ میں ضلع اٹک کے ایک دور افتادہ علاقہ مکھڈ میں تشریف لائے اور اس کے بعد پھر اپنے آبائی وطن تشریف نہ لے گئے۔ اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ یہاں پر حضرت مولانا محکم الدین مکھڈی علم کی کرنیں بکھیر رہے تھے۔ آپ عرصہ دراز تک مولانا موصوف کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کرتے رہے۔ چند عرصہ بعد مولانا محکم الدینؒ کسی اور جگہ تشریف لے گئے تو وہیں آپ کا انتقال ہو گیا اور مولانا محمد علیؒ کو آپ کا جانشین مقرر کر دیا گیا۔

اب حضرت مولانا محمد علیؒ نے مکھڈ میں مستقل طور پر مقیم ہو کر سلسلہ تدریس جاری کیا اور ایک عالم جس کے نور سے منور ہوا اور اطراف عالم سے لوگ علم و معرفت سے سیراب ہونے کی خاطر مکھڈ شریف میں آپ کے در اقدس پر حاضر ہوتے اور اس علمی شہر کا نام سن کر اب بھی اہل علم و عرفان کے سر ادب سے جھک جاتے ہیں۔

ایک عرصہ تک علوم ظاہری میں مشغول رہنے کے بعد آپ کے اندر جذبہ خدا طلبی پیدا ہوا۔ اب کسی مرشد کامل کے متلاشی ہوئے دن رات روتے اور دعائیں کرتے کہ ایسا کوئی رہبر راہ حقیقت ملے جو قلب مضطر کی تسکین کا سامان کر سکے۔ اپنے عزیز اور نامور شاگرد حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کو اپنے ہمراہ لے کر دیوانہ وار مکھڈ سے نکل کھڑے ہوئے۔ جب آپ موضع انب میں پہنچے اور میاں ابراہیم صاحب سے ملاقات کی تو آپ نے دیکھا کہ میاں صاحب نماز باجماعت ادا نہیں فرماتے بلکہ علیحدہ اپنے مکان میں پڑھتے ہیں۔ تب حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ جو شخص ایسی سنت موکدہ کا تارک ہو میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔ اس بزرگ نے کہا آپ کو اپنے مقصد سے کام ہے میری نمازوں سے تمہیں کیا تعلق ہے۔ مگر حضرت مولانا نے ان باتوں کی پروانہ کی اور واپسی کا ارادہ مصمم فرمالیا۔ واپس تشریف لاکر دوبارہ ملک لمان کی طرف روانہ ہوئے اور جب تونسہ شریف سے تین چار کوس کے فاصلہ پر تھے تو اس دن اتفاق سے آٹا ختم تھا۔ خواجہ شمس الدین سیالوی کو ارشاد فرمایا کہ یہاں کوئی بستی ہے۔ جا کر آٹا خرید لاؤ۔ حسب الامر خواجہ شمس الدین سیالوی جب ایک بستی میں پہنچے تو چند لوگوں کو دیکھا جو جمع ہو کر بیٹھے ہیں اور کسی بزرگ کا ذکر کر رہے ہیں اور چونکہ خواجہ صاحبؒ کو معلوم تھا کہ اس سفر کا مقصد بھی مرد درویش کی تلاش ہے تو وہاں کھڑے ہو کر ان کی باتیں سنیں اور مقام وغیرہ معلوم کر کے واپس حضرت مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ایک مرد خدا کا مقام رہائش یہاں سے قریب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب ہمارا مقصد بھی یہی ہے تو چلو اس مرد خدا کی زیارت کریں چنانچہ کنارہ دریا سے عازم تونسہ ہوئے۔

جس وقت یہ دونوں حضرات تونسہ شریف پہنچے تو حضرت خواجہ خواجگان شاہ محمد سلیمانؒ مجلس عام میں مصلی مبارک پر قبلہ رخ تشریف فرما تھے۔ حضرت مولانا محمد علیؒ سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ تب حضرت پیر پٹھان نے استفسار فرمایا کہ آپ کہاں سے آئے ہو تو مولانا نے عرض کیا کہ کالاباغ کے متصل ایک گاؤں ہے اس کا نام مکھڈ ہے اور دریا کے

کنارے پر واقع ہے۔ وہاں سے آئے ہیں۔ اس پر حضور شاہ محمد سلیمان تونسویؒ نے ارشاد فرمایا۔ اس جگہ تو کوئی مولوی رہتا ہے جس کے علم کی بڑی شہرت ہے۔ تب حضرت مولانا نے عرض کیا (مولوی مینوں کہندے نیں) یعنی مولوی مجھے ہی کہتے ہیں۔ یہ سن کر خواجہ صاحب اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور مولانا کے ساتھ بغل گیر ہوئے اور جس طرف مولانا بیٹھے ہوئے تھے اسی طرف متوجہ ہو کر تشریف فرما ہوئے۔ کچھ توقف کے بعد بڑی عزت و تکریم کے ساتھ آپ کو رہائش کے لئے ایک الگ حجرہ مرحمت فرمایا۔ حضرت مولانا محمد علی مکھڈی چھ ماہ تک متواتر حضرت خواجہ تونسویؒ کی خدمت میں رہ کر اکتساب فیض کرتے رہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن کمرے میں حضرت مولانا محمد علی مکھڈی سے کافیہ کا سبق پڑھ رہا تھا کہ ایک مرد صوفی آیا اس کے ہاتھ میں ایک ٹھیکری تھی اس پر کوئلہ سے کچھ لکھا ہوا تھا وہ ٹھیکری اس نے حضرت مولانا کے ہاتھ میں دی۔ آپؒ نے اس کا مطالعہ فرما کر مجھے ارشاد فرمایا کہ کوئی کوئلہ تلاش کر کے لاؤ حسب الحکم میں کوئلہ لے آیا تب حضرت مولاناؒ نے اسی ٹھیکری کی پشت پر کچھ لکھ کر اس مرد صوفی کے حوالے کر دی۔ وہ لے کر واپس چلا گیا مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ مرد کون ہے اور ٹھیکری پر کیا لکھا تھا۔ اور حضرت نے اس کی پشت پر کیا لکھا۔ عصر کی نماز کے بعد خواجہ سلیمان تونسویؒ کی مجلس میں حاضری ہوئی۔ اس مجلس میں سب غلامان خاموش بیٹھے تھے۔ اور خود خواجہ سلیمان تونسویؒ بحر مراقبہ میں مستغرق تھے کہ اچانک آپؒ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ ایک مرد صوفی کی طرف میں نے ایک رباعی لکھ کر بھیجی تھی۔

صوفی میا کہ مشرب رندان است مہیا
این جا شرا بخواری رندان است مہیا
ناموس پارسائی کر دی تو مدتے
اینجا چة کار داری زندان است مہیا

(مختصر اترجمہ: اے صوفی تم یہاں کیوں آئے ہو ہم تو رند مشرب لوگ ہیں اور آپ تو ایک مدت تک عزت و

پارسائی کا دعویٰ کرتے رہے اور یہ جگہ تو آپ کے لئے قید خانہ کی طرح ہے۔)

اور اس مرد صوفی نے مجھے یہ رباعی لکھ کر بھیجی ہے۔

من برائے دین فروشی سوئے تو
آمدم تادین دھم باروئے تو
نام و ناموسم نماندہ حسبہ
چونکہ پا انداختم در کوئے تو

(مختصر اترجمہ: میں تو اپنا دین بیچنے کے لئے تیری طرف آیا ہوں تا کہ اس دین کو تیرے حوالے کر دوں۔ جیسے ہی میں نے تیری گلی میں قدم رکھا تو نہ میرا نام رہا اور نہ میری عزت رہی۔)

اتنا فرما کر حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ پھر سر مبارک سینہ پر ڈال کر مستغرق ہو گئے کچھ توقف کے بعد پھر سر مبارک اٹھا کر اسی بات کا اعادہ فرمایا پھر استغراق ہو گیا اس طرح چند مرتبہ اس مضمون کی تکرار فرما کر آخری دفعہ آپ نے فرمایا کہ وہ مرد صوفی مکھڈ والا مولوی ہے۔

حضرت مولانا نے کچھ عرصہ بعد بیعت کی استدعا کی۔ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ نے فرمایا آپ ہر لحاظ سے افضل و اکمل ہیں۔ آپ کا علم و فضل زمانہ میں مشہور ہے۔ آپ کو اس فقیر سے بیعت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت مولانا نے بصد ادب و نیاز عرض کی کہ قبلہ میں نے علم اس لئے تو نہیں پڑھا کہ یہ محرومی کا باعث ہو۔ اور میں اس نعمت سرمدی سے بے بہرہ رہوں۔ اس لئے اس خاکسار پر نظر کرم فرمائیں اور اسے غلامی کی عزت سے محروم نہ رکھیں۔ اور اس وقت آپ نے ارادت کا ہاتھ پھیلا کر مرشد کامل کے ہاتھ میں دے کر شرف بہ بیعت ہو گئے۔ اور خواجہ صاحب نے اسی مجلس میں آپ کو توجہ باطنی سے نوازا اور جو کچھ آپ کو عطا کرنا تھا عطا کر دیا اور پھر اسی وقت آپ کو خرقہ خلافت و اجازت بیعت سے سرفراز فرما کر حکم فرمایا کہ واپس مکھڈ جا کر خلق خدا کی رہنمائی کرو۔

مکھڈ واپس پہنچ کر آپ نے سلسلہ تدریس کے ساتھ سلسلہ ارشاد و تلقین بھی جاری کر دیا اور اس علاقہ میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کی اشاعت کی۔ اس علاقہ کے متعدد علماء آپ
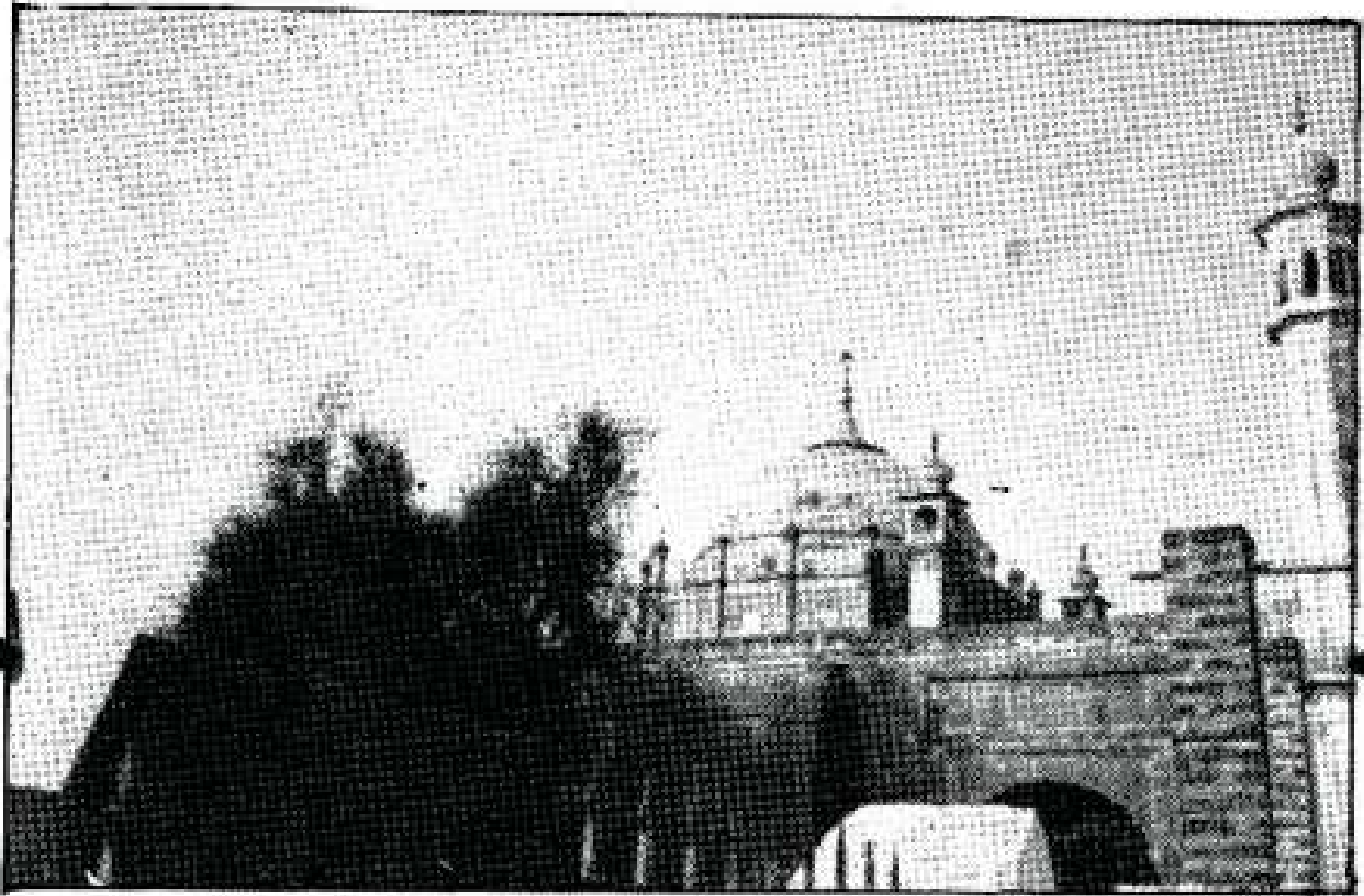
روضہ مبارک مولانا محمد علی مکھڈیؒ (مکھڈ شریف)

کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک وسیع لنگر بھی جاری کیا اور علماء اور طلباء کے قیام و طعام کا بھی معقول انتظام کیا۔

مولانا محمد علیؒ اگرچہ خواجہ تونسویؒ سے عمر میں بیس سال بڑے تھے۔ پھر بھی جب تک زندہ رہے تعلق بیعت کے بعد ہر سال حضرت تونسویؒ کی خدمت میں آخری عمر تک حاضر رہتے اور حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ نے ایک روز مولانا کے بارے میں فرمایا "کہ مولوی بوڑھا ہو گیا ہے لیکن اس کا عشق جوان ہے جو اسے ہر سال میرے دروازے پر لے آتا ہے"۔

حضرت مولانا ساری عمر غیر متاہل رہے ایک دفعہ آپ کے برادر حضرت مولوی عبدالرسول صاحب نے آپ کو لکھا کہ آپ شادی کر لیں تاکہ آپ کی اولاد سے آپ کی جگہ آباد ہو جائے تو حضرت مولاناؒ نے اس کے جواب میں لکھا کہ شادی کی مجھے ضرورت نہیں اور میری جگہ قیامت تک آباد رہے گی۔

سفر آخرت: حضرت مولانا کا وصال ۲۹ رمضان المبارک ۱۲۵۳ ہجری صبح صادق کے طلوع سے کچھ پہلے ہوا اور زوال سے پہلے نماز جنازہ ادا کر کے اس آفتاب ہدایت کے جسم اطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کا وصال حضرت خواجہ تونسویؒ کی زندگی میں ہی ہوا۔

وصال سے چند دن بعد مزار پر انوار کے گرد ایک حویلی بنائی گئی اور مزار اقدس کو چونے سے پختہ کیا گیا۔ بعد میں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کا فرمان پہنچا کہ مولوی صاحب روضہ کے شان و قدر کا بزرگ ہے ان کا روضہ بنایا جائے۔

آپ کا مزار مبارک نہایت خوبصورت انداز میں بنا ہوا ہے اور اندر دیواروں پر عجیب و غریب مینا کاری ہوئی ہے اور ساتھ فارسی اشعار بھی لکھے ہوئے ہیں۔ باہر صدر دروازے پر درج ذیل شعر لکھا ہوا ہے۔

زنور سلیمان محمد علی
شدہ مہر تابان محمد علی

(ترجمہ۔ کہ حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کے نور سے محمد علی ایک چمکتا سورج بن گیا)

ہم بھی اس عظیم اور مقدس ہستی کی زیارت اور سلامی کے لئے اپنے چند احباب کے ہمراہ مکھڈ شریف روانہ ہوئے۔ مزار مبارک پر حاضری دی فاتحہ پڑھی۔ اور یوں معلوم ہوا کہ آپ یقیناً ایک عظیم ہستی ہیں اور آپ کا فیض حیات ظاہری کی طرح اب بھی جاری و ساری ہے۔ مزار مبارک کے اندر داخل ہوں تو ایک عجیب روحانی کیف اور سکون میسر ہوتا ہے۔ مزار مبارک کی زیارت کے بعد مسجد میں آئے یہ مسجد قدیم دور کی بنی ہوئی ہے۔ اور قابل دید ہے۔

حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب کی چونکہ اولاد تو نہ تھی اس کے لئے آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور پھر ان کی اولاد امور خانقاہی سرانجام دیتی رہی۔

حضرت مولانا محمد علیؒ کا کتب خانہ

یہ کتب خانہ حضرت مولاناؒ کے مزار مبارک کے قریب ہی واقع ہے۔ اور ایشیاء کے قدیم ترین کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں مختلف علوم پر مشتمل ہزار ہا کتابیں موجود ہیں۔ صرف قلمی نسخوں کی تعداد دو ہزار سے کم نہیں جن میں سیرت' حدیث' فقہ اور ادب کے قلمی مخطوطات شامل ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک کے کئی ایک قلمی نسخے گزرے ہوئے عظیم دور کی یاد دلاتے ہیں۔ قرآن پاک کا ایک قلمی نسخہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہہ کے دست مبارک سے کوفی رسم الخط میں لکھا ہوا ہے اس کی ایک فوٹو کاپی بھی اس کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی قلمی نسخے قرآن پاک کے موجود ہیں۔ قلمی نسخوں کے علاوہ دیگر کتابوں کی تعداد تقریباً آٹھ ہزار ہے۔ جو عربی / فارسی کے تمام علوم کی کتابوں پر مشتمل ہے۔

کتاب خانے کی موجودہ صورت حال اور اس کو درپیش مسائل

حضرت مولاناؒ کی لائبریری دیکھنے کے بعد ایک دیرینہ خواہش تو پوری ہو گئی۔ کیونکہ جس کتاب میں بھی کسی قلمی نسخے کا ذکر ہوتا تو ساتھ یہ لکھا ہوتا کہ یہ کتاب مکھڈ شریف میں ہے۔ ہم نے تمام کتابوں کو بغور دیکھا کیونکہ ان میں سے اکثر کتابیں ان بزرگان

دین کے زیر مطالعہ رہی ہیں۔

اس وقت کتاب خانے کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ یہ قیمتی اور علمی ذخیرہ اور ورثہ لکڑی کی عام سی الماریوں میں پڑا ہوا ہے اور مناسب اور جدید طرز پر دیکھ بھال نہ ہونے اور وسائل کی کمی کی وجہ سے ضائع ہونے کی طرف رواں دواں ہے۔ لکڑی کی الماریوں کو کیڑا لگ چکا ہے۔ بلکہ اکثر کتابوں میں بھی کیڑا لگ چکا ہے اور تیزی سے ان کا صفایا ہو رہا ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ اب بھی اگر کسی شخص نے اعلیٰ تعلیم اور دینی علوم میں تحقیق کرنی ہو تو لوگ یہاں مستفید ہونے کے لئے آتے ہیں۔ لیکن صد افسوس کہ اس اتنے قیمتی علمی ذخیرہ کو بچانے کے لئے نہ ہی تو حکومتی سطح پر اور نہ عام سطح پر کوئی موثر کوشش کی گئی ہے کہ کس طرح اس قیمتی ذخیرے کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔

مسائل کے فوری حل کے لئے تجویز

میں قارئین کرام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر اس سنجیدہ مسئلہ کی طرف کوئی قدم اٹھایا جائے تو کوئی ایسی وجہ نہیں کہ ہم حضرت مولاناؒ کے اس علمی اور قیمتی ذخیرے کو محفوظ نہ کرلیں۔ اس مسئلہ کے فوری حل کے لئے میرے ذہن میں جو تجویز آئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر اہل محبت اور دل والے حضرات فوری طور پر توجہ دیں تو وہاں لوہے اور شیشے والی الماریاں بنوا کر رکھ دی جائیں اور اس ذخیرے کو ان الماریوں میں شفٹ کر دیا جائے تو اس ذخیرے کو بچانے کی طرف ایک مثبت قدم ہوگا۔ اس کے بعد اگر مناسب ہو تو کوٹنگ کا انتظام اور سپرے وغیرہ اور بعد میں پھر نئی جلد بندی ترتیب وار شروع کر دی جائے تو جہاں پر حضرت مولاناؒ کا ذخیرہ محفوظ ہو جائے گا۔ تو دوسری طرف جو شخص بھی اس کار خیر میں حصہ لے گا اس کا نام بھی اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں اس لسٹ میں شامل ہو جائے گا کہ جنہوں نے اس دینی اور علمی ذخیرے کو بچانے کے لئے کوئی کوشش کی۔

راولپنڈی
سے
سیال شریف تک

اعلیٰ حضرت سید پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک موقع پر سیال شریف کی اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

ہر چہ بادا باد آنجامی رویم
مسکن شاہ است آنجامی رویم

(ترجمہ۔اب جو کچھ بھی ہو ہم تو وہاں جہاں پر ہمارے شاہ کا مقام ہے ضرور جائیں گے)

عرصہ دراز سے دل میں یہ خواہش جنم لے رہی تھی کہ حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کے مزار مبارک پر حاضری کا شرف حاصل ہو لیکن ظاہری طور پر کوئی ایسا سبب نہ بن رہا تھا جس سے اس خواہش کی تکمیل ہوتی۔ شاید اس کی وجہ دوری مقام اور سفر کی صعوبتیں یا پھر اصل بات کہ ابھی حاضری کا وقت ہی مقرر نہ ہوا تھا۔ اچانک ایک دن حضرت مولانا محمد ریاض صاحب سے اپنی اس دیرینہ خواہش کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں حیثیت مرشد راہ ہر وقت آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔ اپنے برادر بزرگ محمد بشیر صاحب اور عزیز دوست حاجی محمد نواز عادل صاحب سے بھی جب اس پروگرام کا ذکر کیا تو ان سب حضرات نے اس تجویز پر جب لبیک کہا تو دل کو کچھ تسلی ہوئی کہ شاید اب خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضری کا وقت آپہنچا ہے۔ ایک عزیز سے گاڑی لی اور مولانا محمد ریاض صاحب کی معیت میں سوئے سیال شریف روانہ ہوئے۔

پروگرام کچھ اس طرح ترتیب دیا تھا کہ ضلع سرگودھا میں حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کے علاوہ آپ کے اکابر خلفاء اور پھر واپسی پر بھیرہ شریف میں حضرت پیر امیر شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کریں گے۔ موٹروے بن جانے کی وجہ سے دور کے فاصلے بہت نزدیک ہو گئے ہیں اور یقین کریں کہ اب ان مقامات پر پہنچنا بھی انتہائی آسان ہو گیا ہے۔ کوٹ مومن تک ہم نے موٹروے پر سفر کیا اور پھر کوٹ مومن سے دائیں اتر کر مرولہ شریف کی طرف چل پڑے۔ یہاں پر بھی سڑکوں کی حالت کچھ اچھی نہیں بہر حال تقریباً ایک گھنٹہ سفر کے بعد ہم مرولہ شریف پہنچ گئے۔ وضو وغیرہ کیا اور پھر حضرت خواجہ معظم الدین مرولویؒ کے مزار پر انوار پر حاضری دی۔ فاتحہ پڑھی اور کچھ دیر

آپ کی خدمت میں بیٹھے رہے۔

حضرت خواجہ معظم الدین مرولویؒ

آپ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے اولین اور اکابر خلفاء میں سے تھے آپ کو اپنے مرشد کامل سے انتادرجہ عقیدت اور محبت تھی۔ آپ مرولہ شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان میں مختلف مقامات پر رہ کر تحصیل علم کے بعد ممالک اسلامیہ کا رخ کیا۔ آپ نے کچھ عرصہ ترکی میں بھی قیام کیا۔ آپ وہاں کے علماء کی مجالس میں شریک ہوئے۔ ترک علماء آپ کی علمی قابلیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ خلیفہ ترکی نے آپ کو شمس العلماء کے جلیل القدر خطاب سے نوازا۔ وہاں سے آپ حرمین شریفین روانہ ہوئے اور کافی عرصہ تک وہاں درس حدیث کی خدمات انجام دیتے رہے۔

حرمین سے واپسی پر سیال شریف روانہ ہوئے۔ تو حضرت خواجہ شمس العارفینؒ نے آپ کی صلاحیتوں اور علمی مرتبہ کی بناء پر آپ کو سیال شریف میں اہم خدمات پر مامور کیا۔ جن میں صاحبزادگان کی تعلیم و تربیت' جماعت پنج گانہ' طلباء کا درس' لنگر شریف کا انتظام اور فتاویٰ نویسی جیسے اہم کام آپ کے سپرد تھے۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ شمس العارفین کی ذاتی خدمت جیسے اہم کام بھی آپؒ ہی کے ذمے تھے۔

مرآۃ العاشقین میں درج ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے تقریباً ۳۵ خلفاء تھے لیکن آپ نے اپنے تمام خلفاء میں سے صرف خواجہ معظم الدینؒ کے بارے میں یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے۔

(ترجمہ۔ مولوی معظم الدین مرولویؒ نہایت بلند ہمت انسان' حافظ قرآن اور فاضل علوم ہیں' فریضہ حج ادا کرنے کے بعد وہ ریاضت میں مشغول ہیں اور تاحال ان کے نفس کی سلامت روی مسلم ہے)

حضرت پیر سیالؒ کے خلفاء میں سے سب سے زیادہ شہرت اعلیٰ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے پائی۔ لیکن آپؒ بھی حضرت مرولویؒ کو نہایت تعظیم سے ملتے اور آپ

کے قدموں کو چھوتے تھے۔ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ دو مرتبہ مرولہ شریف بھی حاضر ہوئے تھے۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ نے اپنی وفات سے پہلے وراثت تقسیم کی تو حضرت مرولویؒ کو اپنے صاحبزادگان کے مساوی حصہ دیا جو انہوں نے لنگر شریف ہی میں داخل کر دیا تھا۔

حضرت خواجہ معظم الدین مرولویؒ کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ آپؒ نے اعلیٰ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کی نماز جنازہ کی امامت کروائی۔ حضرت مرولویؒ اپنے مرشد کے وصال کے بعد ۱۳۰۰ ہجری میں سیال شریف سے واپس مرولہ تشریف لے آئے اور ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء کو مرولہ شریف میں وفات پائی۔ اور جہاں پر اب آپ کا مزار مبارک نورانی کرنیں بکھیر رہا ہے۔ مزار مبارک کے ساتھ اس وقت ایک مدرسہ بھی قائم ہے جہاں پر طلباء ہر قسم کے علوم و فنون سے مستفیض ہوتے ہیں ہم بھی کچھ دیر مزار مبارک پر ٹھہرنے کے بعد باہر نکلے تاکہ موجودہ سجادہ نشین صاحب سے بھی ملاقات کریں لیکن وہ بسلسلہ عرس حضرت خواجہ شمس العارفینؒ سیال شریف گئے ہوئے تھے۔

حضرت خواجہ مرولویؒ کے خاندان کے ایک چشم و چراغ جناب غلام کمال الدین صاحب سے ملاقات ہوئی آپ نے ہم سب کو پر تکلف ناشتہ کروایا۔ اور دعا کے بعد گاڑی میں بیٹھ کر سیال شریف روانہ ہوئے۔

شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کا شمار سلسلہ عالیہ چشتیہ کے شہرہ آفاق مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے مشائخ عظام کی زریں روایات کو جس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا اور تجدید احیائے دین کے فرض کو جس حسن خوبی کے ساتھ انجام دیا وہ تاریخ اسلام کا ایک جزو بن چکا ہے۔ آپؒ اپنے دور کے عارفوں کے شمس تھے۔ اس لئے آپ کو شمس العارفین کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

سرکار شمس العارفین ۱۲۱۴ھ / ۱۷۹۹ء میں موضع سیال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کو ابتداء ہی سے عام بچوں کی طرح کھیل کود سے کوئی شغف نہ تھا۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کر لیا اور کچھ عرصہ پنڈی گھیب میں چند کتابیں پڑھیں پھر وہاں سے مکھڈ تشریف لے گئے جہاں آپ نے تیرہ برس مقیم رہ کر دینی تعلیم کی تکمیل کی۔

مکھڈ میں مولوی محمد علی صاحب کے علم و فضل کا بڑا شہرہ تھا۔ خواجہ شمس الدین سیالویؒ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرنے لگے۔ آپ کو اپنے تعلیمی ذوق و شوق کے باعث اپنے ساتھیوں پر امتیاز حاصل تھا اور اس چیز نے مولوی صاحب کو بھی بہت متاثر کیا اور آپؒ بھی خواجہ صاحب پر خصوصی کرم فرمانے لگے۔

حضرت مولانا محمد علی مکھڈیؒ اگرچہ علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے لیکن اب کسی مرشد کامل کے متلاشی تھے جو ایک نگاہ میں حریم ذات کے دروازے کھول دے۔ ادھر خواجہ صاحب کا بھی یہی حال تھا۔ علوم ظاہری حاصل کر چکے تھے اور علوم باطنی کا شوق دل میں موجزن تھا۔ چنانچہ یہ دونوں ہستیاں شہنشاہ اقلیم ولایت پر پٹھان حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے در اقدس پر حاضر ہوئے۔ آپؒ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ عرض کیا مکھڈ سے آئیں ہیں۔ تب حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ تو کوئی مولوی رہتا ہے۔ تب حضرت مولانا نے عرض کیا کہ ۔(مولوی مینوں کہندے نیں) اس وقت حضرت شاہ سلیمانؒ مصلی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مولوی صاحب کے ساتھ بغل گیر ہوئے اور بڑی عزت و تکریم کی اور پھر رہائش کے لئے ایک الگ کمرہ مرحمت فرمایا۔ مولانا تو اپنی رہائش گاہ پر فروکش ہو گئے۔ لیکن خواجہ شمس الدین سیالویؒ پیر پٹھان کو دیکھتے ہی اپنا دل دے بیٹھے اور اتنا بھی صبر نہ رہا کہ اپنے استاد محترم کا انتظار کرتے' موقع ملتے ہی بیعت کے لئے درخواست کی۔ مرشد کامل نے شرف بیعت سے نوازا اور چند وظائف پڑھنے کا بھی حکم دیا۔

مرشد سے محبت کا یہ حال تھا کہ سال میں کئی کئی بار تونسہ شریف حاضر ہوتے اور

فیوض باطنی سے مالا مال ہو کر لوٹتے۔ خواجہ صاحب نے مرشد کامل کے ہمراہ چودہ مرتبہ مہار شریف کا سفر کیا۔ اور اس شان سے کہ ان کا سامان اپنے کندھوں پر رکھ کر ان کی سواری کے آگے پیدل چلتے۔ اور جب خواجہ صاحب کی عمر ۳۶ سال کی ہوئی تو حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اور ہدایت فرمائی کی بیعت کا کام پورے اہتمام سے کرنا اور جو بھی طالب ہدایت آئے اسے خالی نہ لوٹانا۔

آپ نے سیال شریف میں مقیم ہو کر رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا اور جوں جوں آپ کے فیوض و برکات کا شہرہ عام ہوتا گیا لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کرنے لگے۔ آپ نے سیال شریف میں زائرین اور فقراء کے لئے ایک وسیع لنگر خانہ قائم کیا۔ اس کے علاوہ ایک بڑی اسلامی درس گاہ کی بھی بنیاد رکھی اور آپ خود اس کی سرپرستی فرماتے رہے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ ذیل میں ان کی ایک کرامت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اس کرامت کے راوی حضرت مولانا معظم الدین مرولویؒ ہیں جن کو بارگاہ شیخ میں طویل حاضری کا شرف حاصل رہا۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ نماز ظہر کے لئے وضو فرما رہے تھے۔ خادم وضو کرا رہا تھا کہ اچانک حضرت نے اس کے ہاتھ سے کوزہ لے کر کسی اور چیز کو دے مارا۔ خادم پریشان ہو گیا کہ مجھ سے کون سی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ افسردہ خاطر ہو گیا اور حضرت مرولویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا۔ مولانا نے خادم کو تسلی دی اور کہا فکر نہ کرو کیونکہ فقیر کا کوئی عمل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ تم اس کوزے کی ٹھیکریاں سنبھال کر رکھو۔ چند ماہ بعد بخارا کے علاقے کا ایک آدمی آیا جب اس نے حضرت کی زیارت کی تو زور زور سے کہنے لگا۔ "ہمیں بود ہمیں بود" یعنی یہ وہی شخص ہے لوگوں نے جب اسے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے تو اس نے بتایا کہ میں بارگاہ الٰہی میں دعا مانگا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے غوث زمان کی زیارت کی توفیق عطا فرما۔ مجھے حضرت شمس الدین سیالویؒ کی زیارت بھی کرائی گئی اور سیالاں کا نام بھی بتایا گیا۔ میں اپنے

علاقہ سے روانہ ہوا تو راستہ میں جنگل میں سے گزر رہا تھا تو ایک شیر مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں نے پکارا اے سیالاں کے غوث میری مدد فرماؤ تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ شیر کے ماتھے پر ایک کوزہ آلگا۔ اور وہ وہیں ختم ہو گیا میں نے اس کوزے کی ٹھیکریاں سنبھال کر رکھ لیں اور جب خادم کی سنبھالی ہوئی ٹھیکریاں اور اس شخص کی لائی ہوئی ٹھیکریاں جوڑی گئیں تو حضرت کا کوزہ مکمل ہو گیا۔

وصال خواجہ شمس العارفین

آپ کی صحت آخر دم تک اچھی رہی اور آپ اپنے تمام معمولات باقاعدگی سے بجا لاتے رہے۔ ایک دن آپ نے اپنے صاحبزادہ خواجہ محمد دینؒ کو بلا کر اپنے قرب وصال کی خبر دی اور فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میری عمر میرے مرشد کی عمر سے زیادہ نہ ہو۔ چنانچہ ۱۸ صفر ۱۳۰۰ھ کو آپ بیمار ہوئے اور چند روز بیمار رہنے کے بعد ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ مولوی معظم الدین مرولویؒ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے عبادت خانہ میں دفن کیے گئے۔

خلفائے کرام

آپ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ کی اولاد کے علاوہ چار خلفائے اکبر بہت مشہور ہوئے جن میں حضرت مولوی معظم الدین مرولویؒ، پیر غلام حیدر شاہ صاحب جلال پوریؒ، حضرت خواجہ محمد فضل الدینؒ اور پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ شامل ہیں۔

سرگودھا شہر کی سڑکیں رش اور ٹریفک کنٹرولنگ کا مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے مقررہ وقت پر سیال شریف نہ پہنچ سکے اور عرس کی آخری دعا میں بھی شامل نہ ہو سکے۔ ہم جب سیال شریف پہنچے تو عرس مبارک کی تقریبات اختتام پذیر ہو چکی تھیں۔ بہر حال خواجہ صاحب کے آستانے پر حاضر ہوئے گو کہ شدید ہجوم تھا لیکن اس مقام پر پہنچتے ہی ایک عجیب و غریب روحانی تسکین اور دیرینہ خواہش کی تکمیل ہوئی۔ خواجہ صاحب کے سرہانے کی طرف ایک صندوق پڑا ہوا ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا موئے مبارک ہے اور

خاص مواقع پر زیارت کروائی جاتی ہے۔ آپؒ کے مزار مبارک کے دائیں طرف آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد دین سیالویؒ کا مزار مبارک ہے۔ جو کہ آپؒ کے بعد مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ بائیں طرف حضرت خواجہ مولانا محمد ضیاء الدین سیالویؒ کا مزار پرانوار اور ان کے ساتھ شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالویؒ آرام فرما ہیں۔ کچھ دیر ان ہستیوں کی خدمت میں کھڑے رہے پھر جب کچھ سکون ہوا۔ تو باہر نکل کر بنگلہ شریف کی طرف روانہ ہوئے تاکہ موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ حافظ حمید الدین سیالویؒ سے ملاقات کریں۔ آپ سے ملاقات کے بعد لنگر کھایا اور کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں الوداعی سلام کیا اور گنبد پر آخری نگاہ ڈالتے ہوئے چاچڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں حضرت خواجہ فضل الدین جو کہ حضرت شمس العارفین کے اکابر خلفاء میں سے ہیں ان کے حضور بھی حاضری دیں۔

حضرت خواجہ محمد فضل الدین / چاچڑ شریف

حضرت خواجہ محمد فضل الدینؒ کا حضرت شمس العارفینؒ کے اولین اور اکابر خلفاء میں شمار ہوتا ہے۔ آپ نے علوم ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل کے بعد حضرت شمس الدین سیالویؒ سے شرف بیعت حاصل کی۔ خواجہ صاحب نے آپ کو خلافت سے بھی نوازا اور علاقہ چاچڑ شریف میں خلق خدا کی فیض رسانی پر معمور فرمایا۔

حضرت خواجہ فضل الدینؒ صبر و توکل میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے ایک روایت کے مطابق آپ نے عمر بھر روپے پیسے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ جو عقیدت مند نقدی وغیرہ لاتا اسے ایک طاق میں رکھوا دیتے اور جب کوئی حاجت مند آتا تو اسے وہاں سے اٹھا لینے کی ہدایت فرماتے۔

آپ کو اپنے مرشد گرامی سے انتہاء درجہ کی عقیدت تھی بلکہ لوگوں میں اس حد تک مشہور تھا کہ آپ فنانی الشیخ ہیں۔

سیال شریف سے چاچڑ تک راستہ کچھ اچھا نہیں ہے بلکہ کچھ کچا راستہ بھی آتا ہے اور

بارش کے موسم میں تو یہاں تک پہنچنا بہت مشکل ہو گا۔ بہر حال ہم چاچڑ شریف پہنچے۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی اور کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد چل پڑے۔ تاکہ بیربل شریف میں حضرت غلام مرتضیٰ بیربلوی کی خدمت میں بھی حاضری دیں۔ آپ ایک مادر زاد ولی اللہ تھے اور آپ کی تاریخ وصال ۱۳۲۱ ہجری ہے۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد دوبارہ براستہ بھلوال موڑدے کی طرف روانہ ہوئے۔ کوٹ مومن سے ہوتے ہوئے سالم چوک میں گاڑی کھڑی کی اور وہاں سے بھیرہ شریف کے لئے روانہ ہوئے۔

امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہؒ بھیرہ شریف

حضرت پیر امیر شاہؒ کا مقام پیدائش بھیرہ ضلع سرگودھا ہے۔ بچپن ہی سے آپ سے ایسے اقوال صادر ہوتے جن سے معلوم ہوتا کہ یہ بچہ آگے چل کر ایک عظیم شخصیت بنے گا۔ ذرا ہوش سنبھالا تو شب و روز زہد و ریاضت میں مصروف رہنے لگے۔ متعدد اولیائے کرام کے مزارات پر چلہ کشی کی۔ آپ کو حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا اور پھر پیر سیالؒ نے خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا اور پھر بقیہ عمر اسی آستانے پر آنے جانے میں بسر کر دی۔

احکام شریعت کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ فرائض و واجبات تو کجا نوافل کی ادائیگی میں بھی کبھی تساہل سے کام نہ لیتے۔ نماز باجماعت کی سختی سے پابندی فرمایا کرتے۔

آپ نے قریباً ۹۰ سال کی عمر میں بروز ہفتہ دس جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال جمادی الثانی کی ۹ اور ۱۰ تاریخ کو پوری شرعی پابندیوں کے ساتھ بھیرہ شریف میں بڑے ادب و احترام اور محبت سے منایا جاتا ہے۔ حضرت پیر امیر شاہؒ کے تین صاحبزادے تھے اور آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے درمیانے بیٹے حافظ پیر محمد شاہؒ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔

حضرت پیر حافظ محمد شاہؒ

آپ نے بچپن ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اور پھر مختلف مقامات پر علوم دینیہ کی تحصیل فرمائی۔ آپ کو شروع سے ہی اشاعت علم کا بہت شوق تھا۔ اسی شوق کی بناء پر آپ نے دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی بنیاد رکھی جس میں درس نظامی کے مطابق علوم اسلامیہ کی تدریس کا انتظام کیا۔ نیز تبلیغ اسلام کے لئے ایک جماعت جند اللہ کے نام سے قائم کی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے پیر محمد کرم شاہ الازھریؒ آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازھریؒ

آپ نے ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۹۴۵ میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد عالم اسلامی کی عظیم درسگاہ الازھر یونیورسٹی (مصر) سے ایم اے کیا۔ اور مصر میں اپنی علمی و ادبی قابلیت کا لوہا منوایا۔ ۱۹۵۷ء میں اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کیا۔ اور یہ وہ ادارہ ہے جو اس وقت پورے پاکستان میں تعلیمی میدان میں قیادت کر رہا ہے اور اس کا نصاب تعلیم آپ نے اس طرح مرتب فرمایا کہ جس میں بیک وقت دونوں علوم کو یکجا کر دیا ہے۔ تاکہ آج کا مسلمان اپنے دین سے بھی پوری طرح آگاہ ہو جائے اور دنیوی میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہے۔ اس وقت اس دار العلوم کی بے شمار شاخیں ملک میں اور بیرون ملک دینی و دنیوی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

حضرت پیر کرم شاہ صاحبؒ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی کسی طرح کم نہ رہے۔ تفسیر قرآن پر "ضیاء القرآن" اور سیرت رسول پر "ضیاء النبیؐ" جیسی تصانیف اور اس کے علاوہ بے شمار تصانیف بھی ایک قیمتی خزانے کے طور پر موجود ہیں جس سے آنے والی نسلیں مستفیض ہوتی رہیں گیں۔

افسوس کہ زندگی نے وفا نہ کی اور بالآخر ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ آپ بھی اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ اور آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے محمد امین الحسنات شاہ صاحب

جملہ امور خانقاہی بڑی ذمہ داری سے سرانجام فرما رہے ہیں۔

ہم جب بھیرہ شریف پہنچے تو عصر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ وضو کے فوراً بعد نماز عصر ادا کی۔ نماز کے بعد مزار مبارک میں داخل ہوئے۔ دائیں طرف سب سے پہلے حضرت پیر محمد شاہؒ صاحب کا مزار مبارک' درمیان میں امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ صاحبؒ کا مزار پرانوار اور اس کے ساتھ ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ الازھریؒ کا مزار مبارک ہے۔ فاتحہ پڑھی کچھ دیر ان ہستیوں کے حضور کھڑے رہے جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ باہر نکلے تو مسجد کے ساتھ بائیں طرف وہ مقام دیکھا جہاں سے حضرت پیر کرم شاہ صاحبؒ نے درس کی ابتداء کی تھی۔ اس کے بعد دارالعلوم کے تمام حصے دیکھے اور ایسا معلوم ہوا کہ واقعی بین الاقوامی سطح پر یہاں کام ہو رہا ہے۔ لڑکیوں کے لئے ایک کالج کا انتظام ہے۔ جہاں ان کو بھی دینی و عصری علوم سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ دارالعلوم میں چھٹیاں ہونے کی وجہ سے طلباء سے تو ملاقات نہ ہو سکی اور نہ ماہنامہ ضیائے حرم کے مدیر صاحب سے کیونکہ وہ بھی چھٹیوں پر تھے۔ تمام ہاسٹل وغیرہ بھی دیکھے ماشاء اللہ لائبریری کا کیا کہنا۔ قدیم و جدید دونوں قسم کی کتابوں سے لائبریری بھری ہوئی ہے۔ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کی اور پھر صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب کی ملاقات کے لئے نکلے۔ تو پتہ چلا کہ آپ ابھی تک سیال شریف سے ہی واپس نہیں پہنچے۔ دیر کافی ہو رہی تھی اس لئے یہ پروگرام بنا کہ واپس چلتے ہیں لیکن مولانا ریاض صاحب فرمانے لگے کہ آئیں میں آپ کو اس مقام کی زیارت کرواتا ہوں جہاں پر حضرت پیر کرم شاہ صاحبؒ راتوں رات بیٹھ کر تفسیر قرآن لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ اس مقام کی زیارت کی۔ پھر آپ کے کمرے کو کھلوایا جہاں پر آپ بیٹھا کرتے تھے۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرے اور اتنی دیر میں لوپر ہی لنگر آگیا۔ چنانچہ لنگر کھایا۔ اسی اثناء میں صاحبزادہ کی بھی واپسی ہوئی اور کسی نے ان سے ذکر کیا راولپنڈی سے مہمان آئے ہوئے ہیں اور اوپر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فوراً دوبارہ گھر سے روٹی بھجوائی اور اپنی کمال مہربانی اور عظمت کا مظاہرہ

فرماتے ہوئے خود اوپر ہمارے پاس ملاقات کے لئے آگئے اور کافی وقت تک ہمارے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے دل تو چارہا تھا کہ آپ کے پاس بیٹھے رہیں اور آپ کی علمی اور روحانی گفتگو سے مستفیض ہوں لیکن وقت کی کمی آڑے آرہی تھی لہذا ہم نے دعا کی درخواست کے ساتھ اجازت چاہی۔ دار العلوم کی عمارت سے باہر آئے۔ بھیرہ شریف کا تھوڑا سا نظارہ کیا اور پھر سالم چوک سے گاڑی میں بیٹھ کر سوئے راولپنڈی راونہ ہوئے۔ اور یوں ۲۴ صفر ۱۴۱۹ھ کو جو مبارک سفر صبح نماز فجر کے بعد شروع ہوا تھا اختتام پذیر ہوا۔

گجرات

میں چند طویل اور قدیم
مزارات مقدسہ

یوں تو ہمارے پورے ملک میں محبوبان خدا اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ موجود ہیں لیکن صوبہ پنجاب میں بالعموم اور شہر گجرات میں بالخصوص اولاد انبیاء اور بے شمار بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ موجود ہیں۔ لیکن اس انتہائی اہمیت کے موضوع پر نہ تو کوئی قابل ذکر تحقیق کی گئی اور نہ ہی اس موضوع پر کوئی مستند کتاب ماضی قریب میں منظر عام پر آئی۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے گجرات کے ہی ایک شخص جناب ایم زمان صاحب کو یہ توفیق عطا کی کہ انہوں نے سال ہا سال کی انتہائی کوشش اور تحقیق کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اپنی مختلف تصانیف میں ان مزارات مقدسہ اور خاص کر پاکستان میں نوگز لمبے مزارات کے متعلق جن حقائق و واقعات سے پردہ اٹھایا ہے وہ واقعتاً قابل تعریف ہے۔

انہی بندگان خدا میں سے چند ایک کے حضور حاضری اور فاتحہ خوانی کے لئے چند احباب کے ہمراہ شہر گجرات روانہ ہوئے گجرات سے جناب کھوکھر صاحب کو اپنے ہمراہ لیا اور ان کی معیت میں جن جن مقامات پر حاضری کا شرف حاصل ہوا ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

مزار مبارک حضرت قنیط ابن آدم علیہ السلام

آپ کا مزار مبارک گجرات شہر سے باہر ایک مقام بڑیلہ شریف میں واقع ہے اور تقریباً ۲۱۰ فٹ لمبا ہے اور یہ مزار حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے حضرت قنیط کی طرف منسوب ہے۔ یہاں پر حاضری دی۔ مزار سفید رنگ کے پتھر سے بنا ہوا ہے۔ اور سر کی طرف ایک تختی بھی لگی ہوئی ہے۔ مزار مبارک پر موجود ایک شخص نے جن کا نام عنایت مولا ہے ہمیں بتایا کہ وہ عرصہ دراز تک انگلینڈ میں رہے اور وہاں پر انہیں یہاں حاضری کا اشارہ ہوا اور اس وقت سے وہ سب کچھ چھوڑ کر ہر وقت یہاں موجود رہتے ہیں اور یہ نئی تعمیرات بھی انہوں نے کروائی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ کے پہاڑوں پر اتارا گیا اور آپؑ نے یہاں سے کئی مرتبہ جدہ تک کا سفر کیا اور آپ کی

اولاد حجاز اور ہند میں خوب پھیلی' اور یوں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد آغاز ہی سے ہندوستان میں بھی آباد ہو گئی تھی۔

مزار مبارک حضرت نعماطوس علیہ السلام

آپ کا مزار مبارک چک کمالہ کے قریب ایک مقام ڈوبہ میں واقع ہے۔ اور کچا راستہ ہے آپ کا مزار مبارک تقریباً ۲۲ گز لمبا ہے اور پختہ تعمیر شدہ ہے۔ ارد گرد کافی درخت ہیں اور اکثر اوقات پرندوں کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ مزار مبارک کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے اور باہر ایک کنواں جس کا پانی انتہائی ٹھنڈا ہے موجود ہے۔ مزار مبارک پر موجود ایک انتہائی خوبصورت شکل بزرگ سے ملاقات بھی ہوئی۔ جنہوں نے ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے ہماری تواضع بھی کی۔ اور بتایا کہ وہ کافی عرصہ سے اس مزار مبارک پر موجود ہیں اور ماضی بعید میں انہوں نے پیدل حج کیا۔

اس مزار مبارک کی تعمیر حضرت سائیں گوہر الدین جو کہ خطہ گجرات کی عظیم روحانی ہستی تھی نے تعمیر کروایا۔ یہ وہ عظیم ہستی تھیں جن کے بارے میں مجدد وقت حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے حضرت پیر سید عبدالشکور شاہ صاحب کو ارشاد فرمایا تھا کہ جلیڈھر شریف میں حضرت خواجہ گوہر الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی فیض کی تکمیل کرو۔

مزار مبارک حضرت فینوش علیہ السلام

آپ کا مزار مبارک دریائے توی کے کنارے آخری سرحدی گاؤں نجان میں واقع ہے اور مزار کی لمبائی نو گز ہے۔ آپ کو علاقائی زبان میں بابا شہاب الدین غازی کے نام سے پکارا جاتا ہے لیکن حضرت حافظ شمس الدین گلیانوی کے قلمی نسخہ انوار الشمس کے مطابق آپ کا نام نامی حضرت فینوش ہے اور آپ حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے بتائے جاتے ہیں۔ اور اس نام کی تائید حضرت قاضی سلطان محمود صاحب آف اعوان شریف نے بھی کی اور آپ یہاں حاضری دیتے رہے۔ حضرت قاضی سلطان محمود صاحب وہ ولی کامل تھے جن کی بارگاہ ولایت میں حاضر ہو کر فیض کی خیرات لینے کو حکیم محمد اجمل دہلوی اور علامہ محمد اقبال جیسے
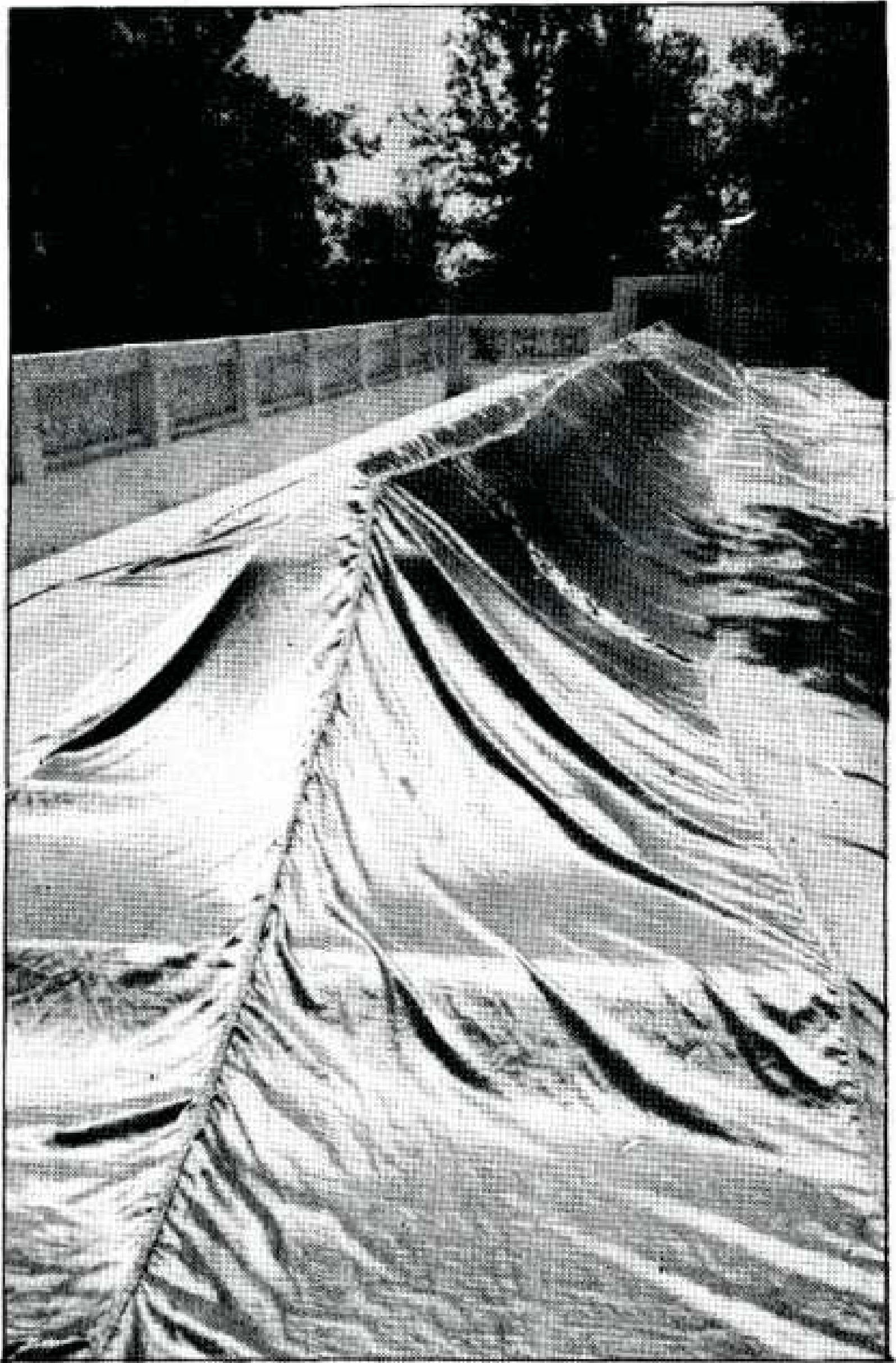
گجرات میں حضرت نطماطوس کا ۲۲ گز لمبا مزار

بلند پایہ حضرات سعادت دارین سمجھتے تھے اب بھی دیکھا گیا ہے کہ اس مزار مبارک سے فیض یاب ہونے کے لئے صاحب نظر اور صاحب کشف حضرات حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر انتہائی مسرت اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ ہم بھی کچھ دیر وہاں ٹھہرے اور فاتحہ وغیرہ پڑھی۔

مزار مبارک حضرت طانوخ علیہ السلام

آپ کا مزار مبارک ہیڈ مرالہ روڈ پر شیخ چوگانی میں واقع ہے۔ اور آپ کا مزار مبارک سطح زمین سے کافی بلندی پر ہے۔ حضرت طانوخ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے بتائے جاتے ہیں۔ آپ کے مزار مبارک کے ساتھ دریائے چناب کا ایک کنارہ گزرتا ہے۔ یہ مزار مبارک بھی حضرت سائیں گوہر الدین جنڈ ھر شریف والوں نے تعمیر کروایا۔ حضرت گوہر الدینؒ اپنے وقت کے بہت بڑی ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔

حضرت طانوخ علیہ السلام کے مزار مبارک کے باہر دروازے کے اوپر درج ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے

سر پنہاں گنج عرفان عارف سبحان

حضرت طانوخ علیہ السلام

آپ کے مزار مبارک کے ساتھ ہی جنوب کی طرف ایک چھوٹی سی مگر نہایت خوبصورت نقش و نگار والی مسجد بھی واقع ہے۔

مزار مبارک ولی کامل حضرت حافظ سخی محمد حیاتؒ

آپ کا مزار مبارک ایک اونچے قلعہ نما ٹیلہ پر واقع ہے۔ یہاں ماضی میں یقیناً نہایت خوبصورت عمارات موجود ہوں گیں لیکن اب وہ تمام عمارات کھنڈرات کی شکل میں موجود ہیں۔ آپ کا مزار مبارک گجرات سے جلالپور جٹاں روڈ کے آٹھویں کلومیٹر پر ایک نئی سڑک کی تعمیر ہوئی ہے۔ اس نئی سڑک پر دو کلومیٹر کے فاصلہ پر دور سے ہی آپ کا مزار مبارک نظر آتا ہے۔ آپ کا مزار مبارک اور ساتھ دوسرے مزارات مغلیہ دور کے فن تعمیر

کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔ حافظ صاحب قدیم دور کے اولیاء میں سے ہیں۔ نہ تو مزار مبارک پر کوئی آپ کے بارے میں تاریخ درج ہے اور نہ ہی وہاں پر کوئی ایسا شخص ملا جس سے کوئی معلومات حاصل ہوتیں۔ لیکن یہ بزرگ مغل بادشاہ جہانگیر کے دور میں ہوئے ہیں اور کشمیر جاتے ہوئے شہنشاہ جہانگیر نے حضرت حافظ صاحب سے ملاقات کی۔ آپ نے بادشاہ کو لنگر کی پیش کش کی جس کے جواب میں جہانگیر نے کہا کہ لشکر بہت زیادہ ہے تو آپ نے جواب دیا لنگر بھی بہت زیادہ ہے۔ جس پر شہنشاہ جہانگیر نے خوش ہو کر کئی بیگھے زمین کا فرمان جاری کر دیا اور ساتھ ہی زمین کا مالیہ بھی معاف کر دیا۔ جو کہ اب تک معاف ہے۔

وقت کی کمی کے پیش نظر ان ہی مقامات پر حاضری کا شرف حاصل ہوا کیونکہ شام کو واپسی بھی تھی۔ اور دوسرا یہ مقامات کافی دور دور اور مخالف سمتوں میں واقع ہیں۔

عارف کھڑیؒ کے حضور

”شالا میں بھی اس درباروں فائز
ہوواں شوقوں“

گجرات میں موجود اولیاء کی زیارات سے فارغ ہوئے تو پروگرام بنا کہ واپس جاتے ہوئے براستہ منگلا جائیں گے تاکہ کھڑی شریف میں عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش قادریؒ کے مزار مبارک کی بھی زیارت کرلیں۔ نہر کے ساتھ چلتے چلتے بالآخر کھڑی شریف پہنچ گئے۔ عصر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ مسجد میں حاضر ہوئے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد مزار مبارک کی طرف چل پڑے۔

حضرت میاں محمد بخشؒ اپنے دور کے عارف کامل اور بے مثل شاعر تھے۔ آپ کی تصنیف "سیف الملوک" پنجابی ادب کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

آپ کے والد ماجد حضرت میاں شمس الدین قادریؒ اپنے زمانے کے باکمال بزرگ اور حضرت پیرے شاہ غازی کی درگاہ کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت میاں محمد بخشؒ نے علوم دینیہ کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور زہد و تقویٰ کا اعلیٰ ذوق بھی انہی کی فیض نگاہ سے حاصل کیا۔

کتاب تذکرہ اولیائے پاکستان میں مذکور ہے کہ جب آپ علوم ظاہریہ سے فارغ ہوئے تو معرفت کے اسرار و رموز حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اس جوہر کی تلاش میں نکل پڑے جہاں بھی کسی صاحب دل کا پتہ چلتا پہنچ جاتے۔ اک دن نیند اور بیداری کے عالم میں دیکھا کہ حضرت پیرے شاہ غازی المعروف "دمڑی والے پیر" بازو سے پکڑ کر فرما رہے ہیں "تم میرے مرید ہو اور میں تمہارا پیر ہوں" لیکن ظاہری بیعت سلسلہ قادریہ میں میرے روحانی فرزند سائیں غلام محمد سے کرلو۔ میاں صاحب اٹھے اور بڑی خوشی کے ساتھ حضرت سائیں غلام محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا پیش کیا۔ آپؒ نے فرمایا چند دن صبر کرو کچھ عرصہ کے بعد جب دوبارہ مدعا عرض کیا تو یہی جواب ملا اور اس طرح کئی سال گزر گئے لیکن اس دوران آپ نے تزکیہ باطن اور سلوک کی کئی منازل طے کرلیں۔ آخر ایک دن سائیں غلام محمدؒ نے میاں صاحب کو اپنے شیخ کے مزار پر لے جا کر بیعت سے مشرف فرمایا اور حکم دیا کہ کشمیر میں جا کر شیخ احمد ولی کی خدمت میں حاضری دو اور مزید فیض ان سے حاصل کرو۔

حضرت شیخ احمد ولی یگانہ روزگار تھے۔ پھر جب فرمان پیر روشن ضمیر آپ سفر کی صعوبتوں کے بعد کشمیر پہنچے تو شیخ کے مسکن کا دریافت فرما کر اس محلہ میں پہنچے تو دیکھا ایک نوجوان تخت پر بیٹھا ہوا تلاوت قرآن مجید کر رہا ہے آپ اس نوجوان سے اجازت لے کر اندر داخل ہوئے تو اس نے پوچھا کہ آپ نے حضرت شیخ سے ملاقات کرنی ہے میاں صاحب نے فرمایا کہ ہاں تو اس نوجوان نے کہا کہ شیخ کا کوئی علم نہیں کہ کس وقت اور کب تشریف لائیں۔ حضرت میاں صاحب خاموش ہو گئے کہ اب کیا چارہ ہو گا۔ کہ اچانک دروازے سے ایک بزرگ نورانی صورت اندر تشریف لائے اور آتے ہی میاں صاحب سے اس طرح متوجہ ہوئے جیسے کوئی دیرینہ شخص بڑے تپاک سے ملتا ہے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ایک تہہ خانہ میں تشریف لے گئے۔ دروازہ بند فرما دیا اور باطنی توجہ فرماتے رہے۔ کچھ دیر بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باطن کو روحانیت سے معمور کر دیا ہے اب جاؤ اور ہر کام میں اس کی رضا بجا لاؤ۔ دعائیں لیتے ہوئے شیخ احمد ولیؒ سے رخصت ہوئے اور مرشد کامل کی اجازت سے واپس آکر کھڑی شریف میں قیام پذیر ہو گئے۔ اور پھر اپنے فیوض و برکات سے ایک عالم کو نوازا۔

حضرت میاں محمد بخشؒ کو اشعار کہنے سے بڑا لگاؤ تھا اور آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی محبّ کی طرف کوئی تحریر فرماتے تو اکثر نظم میں ہی تحریر فرماتے۔

حضرت میاں صاحب کی متعدد تصانیف ہیں مگر ان میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت آپ کی تصنیف "سیف الملوک" کو حاصل ہوئی جو آج بھی لاکھوں دلوں کی دھڑکن ہے اور خطہ پوٹھوار میں قریباً تمام لوگ اسے بڑی عقیدت اور محبت سے پڑھتے ہیں۔ ۱۳۲۴ ہجری میں عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش قادریؒ کا وصال ہوا اور اپنے مرشد معنوی حضرت پیرے شاہ غازیؒ کے مزار پر انوار کے قریب ہی آپ کی آخری آرام گاہ بنی آج بھی آپ کے مرقد انور پر حاضر ہونے والا دلی سکون اور مسرت حاصل کئے بغیر نہیں رہتا۔ آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ سلام پیش کیا اور کچھ دیر آپ کے حضور بیٹھے رہے کچھ عجیب و غریب دلی سکون اور مسرت حاصل ہوئی۔ یہاں سے آپ کے مرشد معنوی
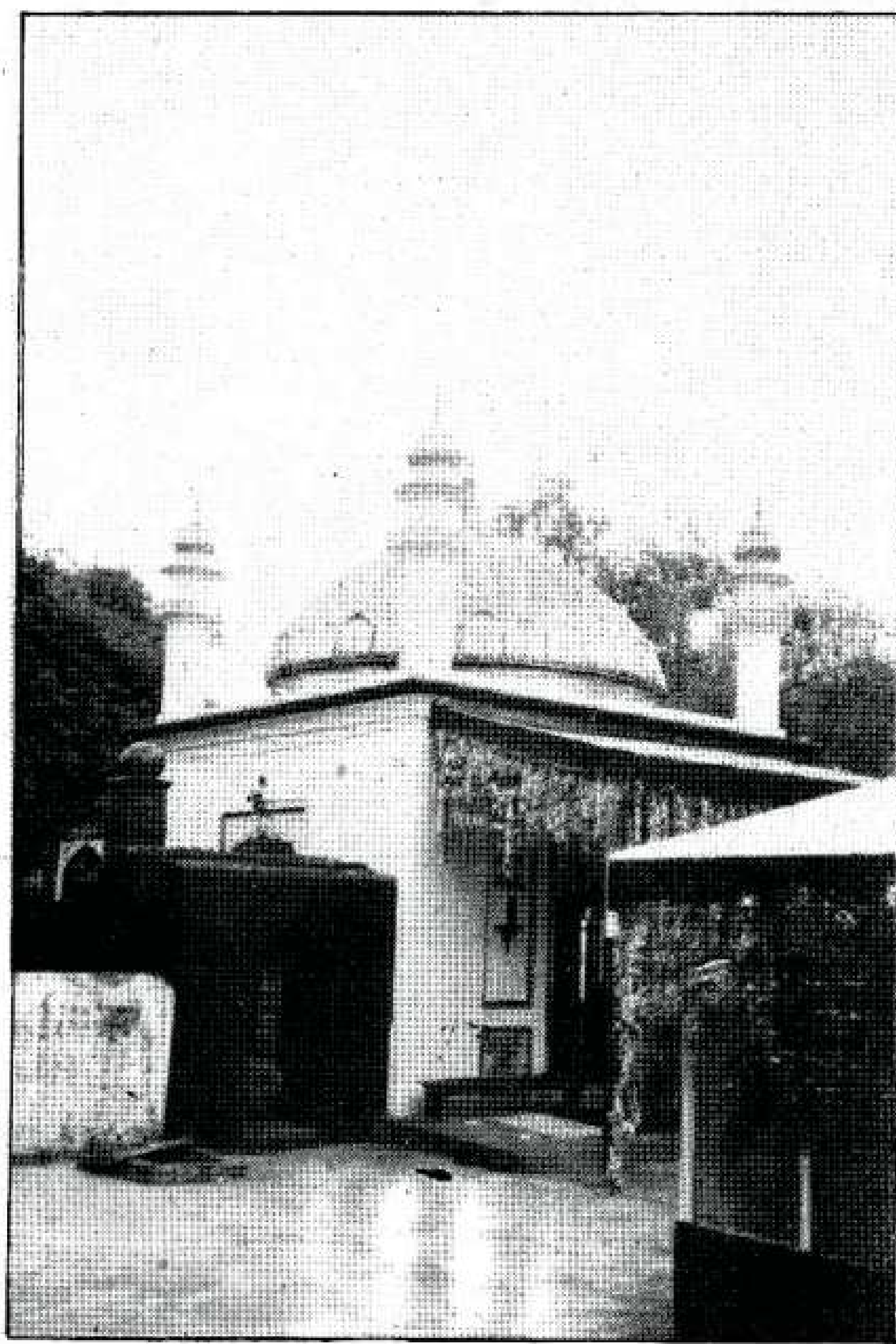
کھڑی شریف میں حضرت میاں محمد بخش ؒ کا روضہ مبارک

حضرت پیرے شاہ غازی المعروف دمڑی والی سرکار کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور فاتحہ پڑھ کر جب باہر نکلے تو حضرت میاں محمد بخشؒ صاحب کے مزار مبارک کے باہر ایک شخص بڑی سریلی آواز میں سیف الملوک پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر اس کے پاس کھڑے رہے۔ اور اپنے پسندیدہ اشعار بھی اس سے پڑھنے کی درخواست کی۔ جس کا پہلا مصرعہ یہ تھا۔
"نیچیاں دی آشنائی کولوں فیض کسے نہیں پایا" پڑھنے والے شخص کی بھی بڑی سریلی آواز تھی اور پھر جس کا کلام پڑھا جارہا تھا وہ بھی سامنے تھا اور پھر شام سے پہلے کا وقت اور پرندوں کی آوازیں تو یقین مانیں کہ ایک عجیب وغریب سماں بندھ گیا تھا۔ بڑی روحانی اور قلبی مسرت ہوئی۔ اگر کوئی شخص بھی عارف کھڑی کے مزار مبارک کی زیارت کو جائے تو وہ ضرور وہاں پر سیف الملوک سنے کیونکہ وہاں پر سیف الملوک سننے کا ایک علیحدہ ہی مزہ ہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر حضرت پیرے شاہ غازی کے چلہ گاہ کی طرف گئے۔ اس کے بعد حضرت میاں محمد بخشؒ صاحب کے والد محترم حضرت میاں شمس الدینؒ کے مزار مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد حجرہ مبارک حضرت میاں محمد بخشؒ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ اب یہ حجرہ بند رہتا ہے اور اس میں حضرت میاں صاحبؒ کے جملہ تبرکات محفوظ ہیں۔ حجرہ مبارک کے باہر ایک طرف ایک پیڑی رکھی ہوئی ہے۔ جس کے بارے میں ہمیں بتایا گیا کہ اس پیڑی پر حضرت میاں محمد بخشؒ صاحب بیٹھ کر یاد الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔

ان تمام زیارات کے بعد آخری دعا کے ساتھ اس امید پر واپس روانہ ہوئے کہ

"شالا میں بھی اس درباروں فائز ہوواں شوقوں"

حضرت سید سائیں سہیلی سرکار' مظفر آباد

حضرت سائیں سخی سہیلی سرکارؒ کو علاقہ مظفر آباد (آزاد کشمیر) میں ایک عظیم مقام حاصل ہے۔ آپؒ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ ایک مرتبہ کشمیر کا مہاراجہ پرتاب سنگھ ایک عام آدمی کے روپ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس پر حضرت سخی سہیلی سرکارؒ نے فرمایا کہ پرتاب سنگھ تم اپنے آپ کو لوگوں سے تو چھپا سکتے ہو مگر ان فقیروں سے نہیں چھپا سکتے۔

آپؒ حضرت سید شاہ شیخ حیدرؒ سے سلوک کی منازل طے کرنے اور فیض حاصل کرنے کے بعد سیہون شریف تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت شہباز قلندرؒ کے دربار اقدس پر بھی چلہ کش رہے۔ ایک عرصہ تک آپ جنگلوں اور بیابانوں میں ریاضت کرتے ہوئے تقریباً ایک صدی قبل اس مقام پر جلوہ افروز ہوئے جہاں پر اب آپؒ کا مزار مبارک ہے۔ آپؒ کا آستانہ مرجع عام و خاص ہے۔ آپؒ کا وصال تقریباً ۱۹۰۰ء کے قریب واقع ہوا۔ آپؒ کے روضہ کے قریب ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ۱۳ جنوری کو شروع ہوتا ہے جو ۲۱ جنوری کو اختتام پذیر ہوتا ہے۔ جب آپؒ کے عرس مبارک کی تقاریب کا آغاز ہوتا ہے تو دربار عالیہ کے قرب و جوار میں ایک شہر آباد ہو جاتا ہے۔ اور شدید سردی کے باوجود آزاد کشمیر اور پاکستان کے گوشے گوشے سے عقیدت مند نذرانہ پیش کرنے کے لئے حاضری دیتے ہیں اور اپنی اپنی عقیدت کے مطابق فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

سوئے شہر

لاہور

یوں تو الحمد اللہ کافی مرتبہ لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن عرصہ سے ایک خواہش تھی کہ آپؒ کے علاوہ بھی لاہور میں بے شمار اولیاء اپنے روحانی تصرفات سے لوگوں کو فیض یاب کر رہے ہیں ان بزرگان کے حضور بھی حاضری کا شرف حاصل کریں۔ اور پروگرام اس طرح طے ہوا کہ کم از کم دو رات لاہور میں ٹھہرا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ بزرگان دین کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہو۔ خیال تو تھا کہ کسی مناسب ہوٹل میں ٹھہریں گے لیکن جب لاہور پہنچے تو حاجی محمد نواز صاحب کے ایک عزیز نے اتنا مجبور کر دیا کہ ہم ہوٹل جانے کی بجائے سید حالان کے گھر چلے گئے اور انہوں نے کمال محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیں ایک گاڑی مع ڈرائیور کے دی تاکہ ہمیں ٹرانسپورٹ کا کوئی مسئلہ درپیش نہ ہو اور کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مقامات کی زیارت کر سکیں ان دو دنوں میں جن جن مقامات پر حاضری کا شرف حاصل ہوا ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

نماز فجر سے پہلے ہی حضرت داتا گنج بخشؒ کے حضور سلامی کے لئے پہنچ گئے لیکن اسی طرح ہجوم اور رش۔ کیونکہ آپؒ کا مزار مبارک ہی تمام اولیاء میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور پھر اس در سے کس کس ولی نے فیوض و برکات حاصل نہیں کئے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ خراساں سے چلتے ہیں تو یہاں پہنچ کر آپ کی خدمت میں چلہ کش ہوتے ہیں اور اگر اجودھن سے حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ لاہور کے لئے نکلتے ہیں تو اس مقام پر آ کر رکتے ہیں۔ آپ کا روحانی فیض جس طرح آپ کی زندگی مبارک میں تھا اس طرح بعد از وصال بھی جاری و ساری ہے صرف فیض حاصل کرنے کا طریقہ آنا چاہئے۔ حضرت داتاؒ صاحب کے بارے میں بے شمار کتابیں بھری پڑی ہیں اور پھر کون ہے جو آپ کے حالات و واقعات یا آپ کی شخصیت سے واقف نہیں۔ یہ تو صرف آپ کی خدمت میں حاضری اور برکت کے لئے آپ کا ذکر کر دیا ہے۔

آپؒ کے حضور اپنا حقیر سا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ فاتحہ اور دعا سے فراغت کے

بعد مسجد میں نماز ادا کی۔ اور نئی مسجد دیکھنے کے بعد باہر آ گئے۔

لاہور کے پہلے مبلغ اسلام / حافظ سید محمد اسماعیل بخاری محدثؒ

آپؒ حضرت داتا گنج بخش سے بھی پہلے لاہور میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لائے آپ کو کئی لاکھ احادیث مبارکہ زبانی یاد تھیں اور آواز ایسی تھی کہ جس کے کان میں پڑ جاتی ایک دم اثر ہوتا۔ آپؒ واعظان اسلام میں سب سے پہلے بزرگ ہیں جو لاہور تشریف لائے اور جو شخص آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتا کلمہ توحید پڑھے بغیر واپس نہ جاتا۔

آپؒ کا مزار مبارک ہال روڈ پر واقع ہے سطح سڑک سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جانا پڑتا ہے۔ جہاں بائیں طرف آپ کا مزار مبارک ہے۔ اور ایک عجب پر کیف مقام ہے۔

مزار پُر انوار حضرت سید یعقوب زنجانیؒ المعروف صدر دیوان

آپؒ زنجان (ایران) سے ملک ہند تشریف لائے اور لاہور میں سکونت پذیر ہوئے اور ہزاروں طالبان حق نے آپؒ کے دست مبارک پر بیعت کر کے باطنی منازل طے کیں۔ آپؒ کا وصال ۶۰۴ ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک شاہ عالمی دروازہ کے باہر لیڈی ایچیسن ہسپتال کے قریب واقع ہے۔ آپؒ کے مزار مبارک کے ساتھ اور بھی قبور ہیں۔ اور ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ ہم جس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت بلند آواز میں تلاوت قرآن پاک ہو رہی تھی۔ آپؒ کے مزار مبارک کے بائیں طرف ایک بند حجرے کی بھی زیارت کی۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔ حجرہ اعتکاف حضرت خواجہ معین الدین چشتی پوچھنے پر معلوم ہوا۔ کہ حضرت خواجہ صاحب حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر چلہ کش ہونے کے علاوہ اس مقام پر بھی معتکف ہوئے۔

حضرت میاں میر قادریؒ لاہوری

آپؒ کا اسم مبارک میر محمد اور لقب حضرت میاں میر ہے۔ آپ کو شاہ میر بھی کہتے ہیں۔ آپؒ کا سلسلہ نسب ۲۸ واسطوں سے حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپؒ والدہ سے اجازت لے کر ریاضت اور مجاہدہ کی غرض سے نکلے۔ اور سیوستان (علاقہ

سندھ) کے پہاڑ میں قطب اولیاء اور عارف کامل حضرت شیخ خضر سیوستانی سے بیعت حاصل کی اور اپنے مرشد سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد لاہور تشریف لائے۔ اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ ساری عمر مخلوق خدا کی خدمت اور ہدایت میں گزار دی۔ بے شمار لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کی خدمت اقدس میں جو بھی آتا روحانی فیض سے مالا مال ہو جاتا۔

آپ کا مزار مبارک علاقہ حضرت میاں میر میں ہے۔ مزار مبارک پر ایک خوبصورت گنبد ہے۔ آپؒ کے حضور حاضری دے کر انتہائی اطمینان اور سکون قلب حاصل ہوا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے عظیم اور محبوب خلیفہ حضرت میاں نتھا سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت میاں نتھاؒ سرکار

حضرت میاں نتھا بڑی صاحب کمال شخصیت تھیں۔ حضرت میاں میر رات کو کسی شخص کو اپنے پاس نہیں ٹھہرنے دیتے تھے مگر میاں نتھاؒ سرکار کو آپؒ کے پاس شب باشی کی اجازت تھی۔ مشہور ہے کہ پتھر اور درخت تک آپؒ سے ہمکلام ہوتے تھے۔ اور میاں نتھاؒ نے اپنے آپ کو یاد الٰہی میں ایسا نابود کیا تھا کہ "نہ تھا" صرف ذات الٰہی تھی آپؒ کو اس قدر علم حاصل تھا کہ ایک روایت کے مطابق آپ لوح محفوظ کی تحریر پڑھ سکتے تھے آپؒ کی وفات پر حضرت میاں میر بہت روئے۔ اور حضرت میاں میر نے وصیت کی تھی کہ بعد از وصال مجھے میاں نتھا کے قریب دفن کرنا۔

حضرت میاں نتھاؒ سرکار کا مزار مبارک ایک پر کیف اور پر تاثیر مقام ہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

آپؒ ان قدیم اکابر اولیا سے ہیں جو لاہور میں نور اسلام پھیلانے تمام اولیاء سے پہلے تشریف لائے۔ اور جب حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کو آپ کے پیرو مرشد نے لاہور جانے کے لئے کہا تو آپؒ نے جوابا عرض کیا تھا کہ وہاں تو میرے بڑے پیر بھائی شاہ

حسین زنجانی موجود ہیں پھر وہاں میرے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر مرشد کامل نے فرمایا۔ کہ تم لاہور کی طرف روانہ ہو۔ چنانچہ جب حضرت علی ہجویریؒ اپنے مرشد کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو شہر سے ایک جنازہ آرہا تھا لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ جنازہ کس کا ہے تو جواب ملا کہ یہ جنازہ شاہ حسین زنجانی کا ہے۔

حضرت حسین زنجانی ایران کے مشہور تاریخی شہر زنجان میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد تلاش حق کے جذبے سے مرشد کامل کی تلاش میں نکلے اور حضرت ابوالفضل ختلی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہونے کے بعد سلوک کی منازل طے کیں اور مرشد کامل کے حکم پر تبلیغ اسلام کے لئے لاہور پہنچے۔ اور عرصہ دراز تک لاہور میں دین اسلام کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ کثیر تعداد میں ہندو آپؒ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ آپؒ سے بے شمار کشف و کرامات کا ظہور ہوا۔

آپ کا مزار مبارک علاقہ چاہ میراں میں واقع ہے۔ اور مرجع خلائق ہے۔

حضرت شاہ عنایت قادریؒ

کتاب اولیاء لاہور کے مطابق آپ شاہ رضا قادری شطاریؒ کے خلفاء میں سے ہیں اور ایک طویل مدت تک مرشد کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد قصور میں دین اسلام کی تبلیغ پر مامور ہوئے۔ حضرت بلھے شاہ بھی آپ کے مریدین میں سے تھے اور آپ ہی سے روحانی فیض حاصل کیا۔

حضرت شاہ عنایت قادریؒ کا مزار مبارک کوئیر روڈ کے قریب واقع ہے۔ اور انتہائی اونچا مینار دور سے ہی نظر آجاتا ہے آپ کے مزار مبارک کے پہلوؤں میں آپ کے دو صاحبزادوں کی قبور مبارکہ ہیں اور انتہائی خوبصورت مزار مبارک ہے۔

شیخ محمد اسماعیل المعروف میاں وڈاؒ

شیخ حافظ محمد اسماعیل المعروف میاں وڈا ایک ولی کامل اور صاحب تاثیر بزرگ ہو گزرے ہیں آپ علم فقہ میں بڑی دسترس رکھتے تھے آپؒ کا مزار مبارک شالا مار باغ سے

جنوب کی طرف شالامار لنک روڈ پر واقع ہے۔ اور درس میاں وڈا کے نام سے مشہور ہے ایک اونچے سے چبوترے میں چار پکی قبریں ہیں ان میں سے ایک قبر آپ کی ہے۔ اور باقی تین قبریں آپؒ کے خدام کی ہیں۔ آپ کے مزار مبارک کے ساتھ ایک قدیم دور کی مسجد بھی ہے۔ جس کے بارے میں ایک روایت اس طرح ہے کہ اس مسجد میں اس وقت ایک جوگی فقیر رہتا تھا جب حضرت میاں وڈاؒ نے اس جوگی سے کہا کہ یہ عبادت خانہ اہل اسلام ہے تو یہاں سے چلا جا تو اس نے انکار کر دیا۔ جس پر آپؒ نے اس سے کہا کہ تجھ کو یہاں سے ضرور جانا ہو گا۔ تو جوگی نے کہا کہ اگر میں یہاں سے چلا جاؤں تو یہ مسجد بھی میرے ہمراہ چلے گی۔ آپؒ نے فرمایا کہ اچھا اگر تیرے ساتھ جاتی ہے تو لے جا اس جوگی نے اپنا بستر کاندھے پر رکھ کر مسجد کو کہا کہ اے مسیت میرے ساتھ چل صرف یہ کلمہ کہنے سے ہی وہ مسجد اپنی جگہ سے چل پڑی۔ آپؒ نے غصہ میں آکر دیوار مسجد کو ایک عصا مار کر فرمایا کہ اے مسجد تجھ میں تاقیامت تدریس و عبادت ہوتی رہے گی تو اس کے ساتھ نہ جا۔ وہ مسجد ٹھہر گئی۔ الغرض جوگی چلا گیا۔ اور آپ نے وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا آپؒ کے اس فرمان کا اثر اب تک موجود ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود بھی درس و تدریس کا سلسلہ بدستور جاری وساری رہا۔

ہم رات گئے اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ تلاوت کلام پاک ہو رہی تھی۔

حضرت شاہ جمال لاہوریؒ

آپؒ کا مزار مبارک شاہ جمال روڈ پر واقع ہے اور اندر سے انتہائی خوبصورت بنا ہوا ہے مزار مبارک کے اوپر ایک بڑا سبز گنبد ہے اور ساتھ ہی ایک طرف مسجد بھی ہے آپؒ کا سلسلہ طریقت حضرت معروف کرخیؒ سے ملتا ہے۔ آپ صاحب کمال اور صاحب جمال بزرگ ہو گزرے ہیں۔

سید موج دریا بخاریؒ

آپؒ کا مزار مبارک ایڈورڈس روڈ پر واقع ہے۔ اور روضہ کے اوپر ایک بہت بڑا

گنبد بنا ہوا ہے۔ اس گنبد کے اندر کافی قبریں ہیں۔ جو آپؒ کی اولاد اور عزیزوں کی بتائی جاتی ہیں حضرت موج دریابخاریؒ سادات عظام بخاری اور مشائخ کرام سہروردی کے مشاہیر میں سے ہیں۔ آپؒ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔

سید ابو اسحاق المعروف سید میران بادشاہ

آپؒ کا مزار مبارک مسجد وزیر خان کے تہہ خانہ میں ہے۔ آپ کا سال وفات ۷۸۶ ہجری ہے جو کہ بسم اللہ شریف کا عدد ہے آپ کا اصل نام سید ابو اسحاق بن شہریار اور وطن اصلی شہر گازرون تھا جو ایران میں واقع ہے۔ حکم مرشد کے مطابق لاہور میں وارد ہوئے اور آپؒ کے فیضان ظاہری و باطنی سے بے شمار لوگ مستفیض ہوئے۔

شیخ طاہر بندگیؒ

شیخ طاہر بندگی حضرت مجدد الف ثانی کے مرید تھے۔ اور آپ کی خدمت میں رہ کر ولی کامل ہو گئے اور پھر مرشد کامل سے آپؒ کو لاہور کی قطبیت عطا ہوئی۔ جب آپؒ لاہور آئے تو ہزارہا لوگ آپ کے مرید ہوئے اور روحانی فیض حاصل کیا۔ آپؒ کتب احادیث و تفسیر تحریر کر کے فروخت کرتے اور اسی پر اپنی بسر اوقات کرتے۔ آپؒ کا مزار مبارک قبرستان میانی صاحب میں ہے۔ اور اب بھی بے شمار لوگ آپؒ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔

سید مٹھا لاہوریؒ

آپؒ کا شجرہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کی وفات ۶۶۱ ہجری میں ہوئی۔ اور مزار مبارک لوہاری دروازہ کے اندر سید مٹھا بازار میں سر راہ واقع ہے۔

لاہور کے بزرگوں میں سے یہ بزرگ آج تک مرجع خاص و عام ہیں آپ کا اصلی نام سید ابی غفار حسینی تھا لیکن چونکہ نہایت خوش خلق اور شیریں زبان تھے اس لئے سید مٹھا کے نام سے مشہور ہوئے۔

پیر بلتی شہیدؒ

حضرت پیر بلتی بروز جمعۃ المبارک ۹ ذی الحجہ ۹۴۴ ہجری میں اس جنگ میں شہید ہوئے جو مغل کفار اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی۔ جس جگہ اب آپ کا مزار مبارک ہے اسی جگہ آپ کا حجرہ تھا اور یہیں آپکو دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک کشمیری بازار میں سرراہ واقع ہے اور دہلی دروازہ سے شہر جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پر آتا ہے۔

حضرت سید عزیز الدین المعروف پیر مکی

آپؒ لاہور کے قدیم اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ آپ کا اصل نام عزیز الدین تھا لیکن آپؒ کے مکہ مکرمہ میں بارہ سال گزرنے کی وجہ سے پیر مکی مشہور ہوئے۔ آپؒ نے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران مکہ مکرمہ کے اکابر اولیاء و صالحین سے ملاقاتیں کیں اور ان سے کسب فیض کیا۔ آپؒ حسب القائے ربانی لاہور تشریف لائے۔ اور ہر خاص و عام کو اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرمایا ۶۱۲ ہجری میں آپ نے اس جہان کو کوچ کیا اور آپ کو آپؒ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ آپؒ کا مزار مبارک راوی روڈ پر ایک گلی کے آخر میں واقع ہے اور ساتھ ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

مزار پر انوار حضرت شاہ چراغ گیلانیؒ

آپ کا مزار مبارک ایک چبوترے میں ہے اور اسمیں آٹھ قبریں ہیں ان میں سے ایک قبر مبارک آپکی ہے اور باقی قبور آپ کے عزیز و اقارب کی ہیں۔ آپ کا مقبرہ عہد عالمگیر میں تعمیر ہوا اور بڑے ڈاکخانے کے جنوب میں ہائی کورٹ کے ساتھ واقع ہے۔ آپ سید گیلانی ہیں اور ایک عظیم بزرگ ہو گزرے ہیں۔

حضرت پیر برہان یا بھورانؒ

آپ کا مزار مبارک ٹکی دروازے کے باہر سرکلر روڈ پر پیر برہان سٹریٹ میں واقع ہے۔ لوح مزار پر یہ عبارت درج ہے۔

"آپؒ قادری خاندان سے ہیں اور تقریباً ۱۱۵۰ ہجری میں بخارا سے تشریف لائے"

آپ اکبر بادشاہ کے دور حکومت میں فوت ہوئے۔

شیخ عارف چشتیؒ

آپؒ کا مزار مبارک قبرستان میانی صاحب میں (قبرستان پراچیاں) حاجی نور کی چار دیواری کے مشرق میں واقع ہے اور ایک چبوترے کی شکل میں موجود ہے۔ ایک روایت کے مطابق ان کے مزار مبارک کے اوپر جانور آ جا نہیں سکتا تھا۔

حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ

آپؒ کا سلسلہ قادریہ ہے۔ اور حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے آپؒ ایک عظیم صاحب کرامات بزرگ ہو گزرے ہیں آپکی تاریخ وفات ۱۱۷۷ ہجری ہے۔ اور آپؒ کا مزار مبارک بیرون دہلی دروازہ و اکبری دروازہ سرکلر روڈ پر واقع ہے۔ اور ایک بلند چبوترے میں آپ کا مزار ہے اور نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔

عاشق رسول ﷺ، شاعر مشرق، حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ

حضرت علامہ محمد اقبالؒ پر لکھنا کوئی آسان کام نہیں لیکن اگر اس تذکرہ بزرگان دین میں اس عاشق رسول کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ تذکرہ نامکمل رہے گا۔ اس لئے چند ایک کلمات اور مختصر تذکرہ صرف حضرت علامہ کے حضور حاضری کی غرض سے تحریر کئے جا رہے ہیں۔

اقبالؒ کی پوری زندگی عشق رسول ﷺ سے معمور ہے اور ان کی تمام شاعری کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ مسلمانوں کے دلوں میں نبی اکرم ﷺ کے عشق کی شمع روشن کریں۔ کسی نے ایک مرتبہ علامہ محمد اقبالؒ سے عرض کیا کہ حضرت یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات نے آپ کو مشرق و مغرب کے علوم سے نوازا ہے۔ جس پر علامہؒ نے جواب دیا کہ مجھے تو ان علوم وفنون نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا مجھے تو صرف اور صرف نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام پہنچانے کے عمل نے فائدہ

پہنچایا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

"سیرت اقبال" میں درج ہے کہ آپ حب رسول ﷺ میں اس قدر سرشار تھے کہ جب کبھی ذکر رسول ﷺ ہوتا تو آپ بیتاب ہو جاتے اور دیر تک روتے رہتے۔ آپؒ کے نزدیک مسلمانوں کی ساری مشکلات کا حل عشق رسول ﷺ ہی تھا۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰؐ آبروئے ما زنام مصطفیٰؐ

ایک روایت کے مطابق حضرت علامہ روزانہ دس ہزار مرتبہ نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھا کرتے تھے۔ "روزگار فقیر" کے مطابق حضرت علامہؒ کے عشق و محبت رسول ﷺ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں غازی علم دین شہید کی شہادت اور راجپال کا ذکر آیا۔ یہ سن کر علامہ اس قدر روئے کہ ان کی ہچکی بندھ گئی جب حالت بہتر ہوئی تو رقت انگیز لہجہ میں فرمایا

"میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ تمہارے پیغمبر ﷺ نے ایک دن میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے"

غازی علم دین کی شہادت کے زمانے میں آپؒ کی زبان سے بار بار یہ جملہ سنا گیا۔

"اسیں تے گلاں کردے رہ گئے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا"

حضور ختم المرسلین ﷺ کے ساتھ حضرت علامہؒ کی دلی وابستگی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ توحید ورسالت پر کامل ایمان کو اتحاد ملی کا اہم وسیلہ تصور کرتے تھے اور عشق رسولؐ کو مسلمانوں کے لئے ایسا نسخہ کیمیا سمجھتے تھے جو دلوں کو مرکز مہر و وفا کرنے کا ذریعہ ہو اور "انسان کامل" کا معیار نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہو فرماتے ہیں کہ ۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے
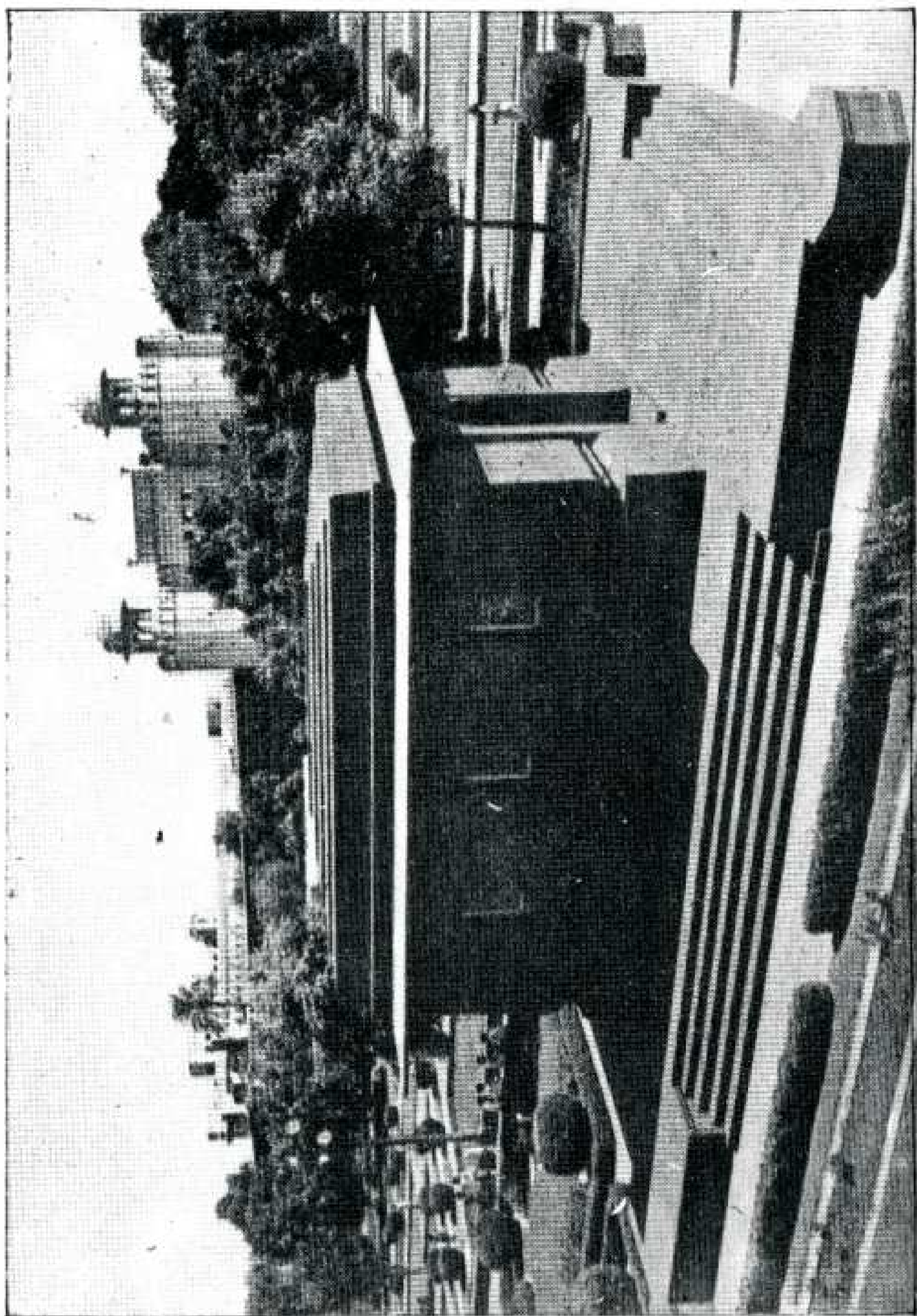
اقبالؒ نے رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو ملت اسلامیہ کی نجات کا اہم ترین وسیلہ قرار دیا اور عظمت آدم کی شناخت ان کا نظریہ خودی ہے اور یہ قرآن پاک کی اس تعلیم پر مبنی ہے کہ انسان ہی خلاصہ کائنات ہے اور یہ کائنات اسی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اقبالؒ خودی کے اس فلسفہ کی بنیاد بھی قرآن کے فلسفہ "لا الہ" پر رکھتے ہیں۔

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ

اس امت مسلمہ کی بیداری کے لئے حضرت علامہ اقبالؒ نے جو فلسفہ خودی پیش کیا اس کی غرض و غایت صرف یہ تھی کہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد اپنے آپ کو پہچانے اور اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو کام میں لائے۔ اقبالؒ نے ملت اسلامیہ کو قرآن پاک میں تدبر کی تلقین کی ہے کیونکہ قرآن پاک نے ہی وحدت کا وہ پیغام دیا جو تا ابد اذہان کی تطہیر و تنویر کا موثر ترین ذریعہ ثابت ہو گا۔

حضرت علامہ محمد اقبالؒ ایک اسلامی مفکر ہیں اور جن کے مخاطب مسلمان اور پورا مشرق ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ بھی حاصل کیا وہ اسلام سے حاصل کیا لہذا میرا دل اگر اسلام کے لئے دردمند ہے تو یہ ایک قدرتی خواہش ہے۔ آپؒ نے واضح کر دیا کہ معاشرہ میں جو ابتری ہے اس کا باعث مذہب نہیں بلکہ مذہب سے گریز ہے۔ اسلام نہ تو عیسائیت ہے اور نہ ہی رہبانیت بلکہ یہ ایک نظام زندگی ہے اور اسی کا نام دین ہے۔ اقبالؒ نے وحدت اسلامی کے سلسلے میں روایات کی حیات بخش اور زندہ اقدار کی اس طرح ترجمانی کی کہ انسانی وقار اور آزادی کو نیا جذبہ اور تڑپ نصیب ہوئی۔ اقبالؒ نے مسلمانان عالم کے مسائل کا عمیق مطالعہ کیا اور اسلامی وحدت کا تصور پیش کیا۔ اقبالؒ نے زمانے کے انقلابات کو دیکھتے ہوئے ملت اسلامیہ کے مسائل کا حل تجویز کیا۔ انہیں احساس تھا کہ قوموں کی زندگی کن قوتوں کی رہین منت ہے۔ جب تک قلب اور روح آزادی اور اتحاد کے لئے اپنے اندر تڑپ محسوس نہیں کریں گے وحدت اسلامی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ آپؒ نے وحدت اسلامی کو روح انسانی کا جوہر قرار دیا اور ملی اتحاد کو عملی زندگی کی بنیاد قرار دیتے ہوئے

اس امر پر زور دیا کہ انسانیت کے شرف اور ملیت کا انحصار ملی وحدت پر ہے مسلمانوں کے زوال اور جمود کی سب سے بڑی وجہ باہمی اختلافات ہیں۔

اقبالؒ نے اسلامی قومیت کو مروج اور مقبول بنانے کی جدوجہد کی اور اس بات پر زور دیا کہ تاریخی روایات اور ثقافتی ورثے کے اعتبار سے مسلمان ایک قوم ہیں اور قرآن حکیم میں بھی مسلمانوں کے لئے "امت" کے سوا اور کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا۔ آپؒ فرماتے ہیں ۔

اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

اقبالؒ کے نزدیک ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھنے میں ہی عافیت ہے۔ ملت افراد کا مجموعہ ہے۔ وحدت اسلامی کا راز توحید پر کامل ایمان اور ایقان میں مضمر ہے اس کے لئے یہ امر ناگزیر ہے کہ فکر و عمل میں اتحاد پیدا کیا جائے۔ آپؒ نے توحید کے وحدانی پہلو پر بہت زور دیا ہے۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے فقط اک مسئلہ علم کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
خود مسلمان سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام

مسلم اتحاد کا راز توحید ہی میں مضمر ہے اگر توحید کی نشر واشاعت کا اہتمام ہو جائے تو ملی وحدت کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی۔ یہ توحید ہی ہے کہ جس کے فیض سے ملت اسلامیہ نے کائنات کو اپنے علم و فضل سے آشنا کیا۔ اقبالؒ کا پیغام قرآن حکیم ہی کی حیات آفریں تعلیمات پر مبنی ہے اور اسلامی اخوت کا جو پیغام اقبالؒ نے دیا ہے وہ قرآن کے حقیقی اور ابدی پیغام سے ہمیں آشنا کرتا ہے۔ جب تک مسلمان قوم متحد نہیں ہوتی لادینی قوتوں کا مقابلہ کرنا انتہائی کٹھن مرحلہ ہے۔ اقبالؒ نے مسلمانوں کو ایک عالمگیر ملت کی حیثیت سے اقوام عالم کے سامنے پیش کیا۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اقبال شاعر اور

مصلح کے علاوہ اور بہت سی صلاحیتوں سے متمتع تھے اور یہ بات بلا خوف وتردید کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے ملت اسلامیہ کی شکستہ کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے کے سلسلے میں جو خدمات دیں ان کے اعجاز سے اقبال ملت اسلامیہ کا اقبال بن گئے ہیں۔

آخر میں رب تعالیٰ سے خلوص دل سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کے عاشق اور درویش کامل حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے اور عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

<><><>
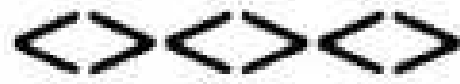
حضرت صابر شاہ مجذوب لاہوری

آپ کا مزار مبارک ایک پر کیف مزار ہے۔ آپؒ کے مزار مبارک پر ایک شخص سے ہماری ملاقات ہوئی جسکی آواز میں ایک عجیب اثر تھا۔ حضرت صابر شاہ فقیر مجذوب شروع سے ہی لاہور میں مقیم تھے اور احمد شاہ ابدالی کے پیر تھے۔ آپؒ نے ۱۱۶۱ ہجری میں شہادت پائی اور آپ کا مزار مبارک ایک انتہائی بلند چبوترے پر بادشاہی مسجد کے مغربی جانب لیڈی ولنگڈن ہسپتال کے قریب واقع ہے۔

معصوم شاہ مجذوب لاہوریؒ

یہ مجذوب زمانہ قریب میں ہی گزرے ہیں۔ کتاب اولیائے لاہور کے مطابق لاہور میں ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ کوچہ طاقان والا میں جو معصوم شاہ کی تھڑیاں مشہور ہیں ایک مکان کی چوبی چوکھٹ پر آپ اپنی زندگی میں بارہ برس تک آگ جلاتے رہے مگر اس لکڑی کی چوکھٹ کو آگ کا داغ نہ لگا اس لئے وہ کوچہ حضرت ''معصوم دیاں تھڑیاں'' مشہور ہو گیا۔ آپ کا مزار لوہاری کے باہر انار کلی بازار میں مکی مسجد کے اندر واقع ہے۔

اس کے علاوہ فقیر تاجے شاہ مجذوب کا مزار چوک گوالمنڈی کے پاس سبز منڈی کے ساتھ ''مسجد تاجے شاہ'' کے اندر واقع ہے اور نظام شاہ مجذوب اور مستان شاہ مجذوب کے مزارات قبرستان میانی صاحب میں دل افروز سٹریٹ پر تکیہ نظام شاہ میں واقع ہے۔

حضرت عبداللہ صحرائی قادریؒ

آپ کا مزار مبارک تاریخی مسجد خواجہ ایاز کے قریب ہی واقع ہے آپ اپنے وقت میں ولی کامل اور بزرگ شخصیت ہو گزرے ہیں۔ آپ کے مزار مبارک پر آپ کی اولاد کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس نے آپ کی زندگی پر مختصر روشنی ڈالی۔

ان بزرگان مذکورۃ کے علاوہ بھی بے شمار اولیاء لاہور میں آرام فرما ہیں۔ وقت اور شوق دونوں چیزیں ہوں تو پھر ان مقامات پر پہنچا کوئی مشکل نہیں۔

لاہور سے شہر قصور

بُلھا شوہ دی ذات نہ کائی

اولیائے لاہور کے حضور جب حاضری دے چکے تو شہر قصور روانہ ہوئے۔ تاکہ وہاں پر حضرت بلھے شاہؒ کے حضور زیارت کا شرف حاصل کریں۔

"حضرت بلھے شاہؒ مشہور صوفی بزرگ ہو گزرے ہیں اور آپ کی صوفیانہ شاعری کی وجہ سے آپ کو انتہا کی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب چودہ واسطوں سے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۰۹۱ ہجری میں ہوئی اور آپ کے والدین نے آپ کا نام عبداللہ شاہ رکھا۔ آپ نے اپنی زندگی کے ابتدائی چند سال اپنے آبائی گاؤں موضع اچ گیلانیاں میں گزارے لیکن اس علاقے میں آپ کے والد کے حالات کچھ سازگار نہ رہے اور بعض مجبوریوں کی بناء پر انہیں ترک وطن کرنا پڑا۔ اور کسی نئے مقام کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ چلتے چلتے ایک مقام ملک وال پسند آگیا اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ کچھ عرصہ یہاں سکونت کے بعد ملک وال کے قریب ایک گاؤں پانڈو میں اپنے اہل وعیال سمیت آباد ہوگئے۔ آپ کے والد محترم نے اسی گاؤں کی ایک مسجد میں قرآنی تعلیمات کا سلسلہ شروع کیا۔ جس سے یہ علاقہ ایک دینی مرکز بن گیا۔

حضرت بلھے شاہ نے مسجد کوٹ قصور میں تعلیم حاصل کی اور آپ کے استاد خواجہ غلام مرتضیٰ قصوری ایک جید عالم و فاضل تھے اور سید وارث شاہ بھی اسی عظیم استاد کے شاگرد تھے۔ حضرت بلھے شاہ علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو ان کے ذوق بصیرت کو اور بھی جلا ملی آپ عربی' فارسی اور سندھی میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ حضرت بلھے شاہ نے اپنے استاد عظیم سے تعلق قائم رکھا اور جب مستقل طور پر قصور میں آگئے تو کبھی کبھار ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے۔ علوم ظاہریہ کی فراغت کے بعد حضرت بلھے شاہ کی نگاہ بصیرت حقیقت کی متلاشی تھی اور آپ کسی مرشد کامل کا دامن تھامنا چاہتے تھے۔ جو توحید کی مے سے انہیں سرشار کر دیتا۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ عنایت قادریؒ لاہور میں مسند ولایت پر جلوہ افروز تھے اور آپ کے زہد و تقدس کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔

حضرت بلھے شاہ جب مرشد کامل کی تلاش میں پھر رہے تھے تو ایک دن آرام کی

خاطر کسی درخت کے سایہ میں لیٹ گئے تھکاوٹ کی وجہ سے نیند آگئی اور عالم خواب میں آپ کو اپنی پانچویں پشت کے بزرگ کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے پیاس کی حاجت ظاہر کی آپ نے دودھ کا بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کیا۔ انہوں نے تھوڑا سا خود پیا اور باقی آپ کو پلا دیا۔ جس سے آپ کا سینہ نور بصیرت سے بھر گیا۔ دوسری رات پھر اسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور آپ نے اپنا مدعا بیان کیا کہ میں کسی مرشد کامل کی تلاش میں ہوں۔ تو اس بزرگ نے آپ کو حضرت شاہ عنایت قادری کی بیعت کرنے کی بشارت دی۔ اب آپ نے اپنے والد بزرگوار سے لاہور جانے کی اجازت مانگی جو انہیں فوراً مل گئی۔ لاہور پہنچ کر حضرت شاہ عنایتؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا آپ تو خاندانی سید ہیں اور میں تو ایک باغبان کا بیٹا ہوں میں تمہیں کیا دے سکتا ہوں اور جب حضرت بلھے شاہ نے تن من سے اپنے تئیں آپ کے سپرد کر دیا تو شاہ عنایت آپ کے خلوص سے بے حد متاثر ہوئے بیعت لی اور اپنے فیض سے نوازا۔

حضرت بلھے شاہ کو اپنے مرشد سے بے انتہاء عقیدت و محبت تھی ہر وقت ان کی خدمت میں رہتے اور اگر کبھی کچھ عرصہ کے لئے جدائی ہوتی تو عالم رویا میں زیارت ہو جاتی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کو مرشد کی خدمت سے حکم ہوا کہ اب قصور میں جا کر قیام کرو آپ اپنی ہمشیرہ کو ساتھ لے کر قصور آگئے اور شہر سے باہر ایک تالاب کے کنارے ڈیرا جما دیا۔ آپ کے دو شاگرد بھی آپ کے ساتھ قصور آئے۔

قصور میں حضرت بلھے شاہ کے محاسن کا چرچا عام ہونے لگا۔ آپ اپنا بیشتر وقت عبادت الٰہی میں گزارتے۔ محفل سماع بھی گرم رہنے لگی جس سے عقیدت مندوں کا ہجوم لگا رہتا۔

حضرت بلھے شاہ کو اپنے محترم استاد حافظ غلام مرتضیٰ سے بھی خاصا لگاؤ تھا اور ان کی خدمت کو عین سعادت سمجھتے تھے۔ ایک بار حافظ صاحب کی بیٹی کی تقریب شادی میں حضرت بلھے شاہ کو مہمانوں کی خدمت پر مامور کیا گیا اور مہمانوں کی اتنی کثرت تھی کہ آپ

ایک لمحہ کے لئے بھی فارغ نہ تھے۔ اتفاق سے اسی دن آپ کے روحانی مرشد حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے کچھ رشتہ دار خاص طور پر لاہور سے آپ کو ملنے آئے اور جب حضرت بلھے شاہ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ایک درویش کو ہدایت کی کہ ان مہمانوں کی خاطر مدارت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی جائے اور کہہ بھیجا کہ میں مہمانوں سے فارغ ہوتے ہی ان کی خدمت میں آجاؤں گا لیکن حضرت بلھے شاہ تمام رات شادی کے کام سے فرصت نہ پا سکے اور ادھر وہ مہمان ہمہ تن منتظر تھے۔ لیکن جب رات گئے تک حضرت بلھے شاہ تشریف نہ لائے تو قدرتی طور پر وہ مایوس ہو کر صبح ہوتے ہی بلا اطلاع لاہور واپس چلے گئے اور شاہ عنایتؒ سے حضرت بلھے شاہ کی اس بے اعتنائی کی شکایت کے ساتھ یہ تاثر دیا کہ انہوں نے غرور اور تکبر کی وجہ سے ہمیں ملنا پسند نہ کیا۔ حضرت شاہ عنایتؒ نے اس غیر متوقع بے رخی کو سخت ناپسند کیا اور جلال میں آکر حضرت بلھے شاہ کو اپنے روحانی فیض سے محروم کر دیا۔ ادھر بلھے شاہ نے مرشد کے فیض سے اپنے دامن کو خالی محسوس کر لیا۔ چنانچہ آپ نے شادی کے کام کو چھوڑا اور اپنے ڈیرے کا انتظام بھی ایک درویش کے سپرد کر کے قصور کو کچھ عرصہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔ بڑی مشکلوں اور مصیبتوں کے بعد اپنے مرشد کے بزرگ شیخ محمد غوث گوالیاریؒ کے مقبرہ پر حاضر ہوئے جو قلعہ گوالیار کے اندر ہے اور آپ کے مزار مبارک کے ساتھ ہی ہندوستان کے نامور راگی تان سین کا مرقد بھی ہے خواب میں آپ کو شیخ محمد غوث گوالیاری کی زیارت ہوئی۔ جنہوں نے آپ کو عرفان کی دولت بخشی اور تان سین کی قبر پر بیری کے پتے کھانے کی ہدایت فرمائی۔ صبح اٹھتے ہی آپ نے حسب فرمان تان سین کی قبر سے درخت کے پتے کھائے جس سے آپ میں موسیقی کا کمال پیدا ہو گیا اور ساتھ ہی آپ کی طبیعت میں کچھ سکون بھی آیا۔ گوالیار سے واپس لاہور آکر شاہ عنایت قادریؒ کے قوالوں سے ملے اور آپ نے انہیں بتایا کہ آپ گانے والی کے بھیس میں اپنے پیر کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ قوالوں نے حضرت شاہ عنایتؒ کے سامنے اس فرضی مغنیہ کے فن موسیقی کی تعریف کی اور پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے سماع کی اجازت دے دی۔

حضرت بلھے شاہ اس اجازت سے بہت خوش ہوئے اور گانے والی کا بھیس بدلا اور قوالوں کے ساتھ مرشد کی محفل میں جا پہنچے اور روٹھے پیر کو منانے کے لئے آتش شوق اور بھی بھڑک اٹھی تھی اور اس پر موسیقی کے فیض نے کلام میں سوزو درد اور بول کو جادو اثر بنادیا تھا۔ لہذا آپ نے ایسے درد بھرے لہجہ میں گانا شروع کیا کہ ساری محفل آفرین کی صداؤں سے گونج اٹھی۔ آپ نے جب محفل کا یہ رنگ دیکھا تو آپ اصل مقصد کی طرف آئے اور اپنی مشہور زمانہ کافی گانا شروع کردی۔

تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا

چھتیں بوہڑیں وے طبیبا ۔ نئیں تاں میں مر گئیاں

تیرے عشق نچایا کر تھیا تھیا

جب آپ کافیاں گا چکے تو حضرت شاہ عنایتؒ نے آپ سے پوچھا تو بلھا ہے آپ نے کہا میں بلھا نہیں بھلا ہوں یعنی بھولا بھٹکا ہوا ہوں۔ پیر نے آپ کو گلے سے لگالیا اور معرفت کا چھینا ہوا خزانہ واپس کر دیا اور ساتھ کہا کہ اب یہ تمہاری مستقل دولت ہے اسے کوئی نہیں چھینے گا۔

آپ کا وصال ۱۱۸۱ ھجری کے قریب ہوا اور آپ کو قصور میں دفن کیا گیا آپ کا مزار اقدس قصور میں مرجع خلائق ہے۔ کچھ دیر آپ کی خدمت میں بیٹھنے کے بعد باہر آئے تو صحن میں قوال آپ کی مشہور و معروف کافیاں پڑھ رہے تھے۔ کچھ وقت ان کے پاس بیٹھے اور پھر گاڑی میں سوار ہو کر واپس لاہور روانہ ہوئے۔

صوبہ سندھ
میں چیدہ چیدہ
بزرگاہ دین کا مختصراً تذکرہ

سید عبداللہ شاہ غازیؒ

حضرت سید عبداللہ شاہ غازیؒ کا شمار بھی قدیم ترین اولیاء سندھ میں ہوتا ہے اور کراچی میں آپؒ کا اسم گرامی بہت مشہور ہے بلکہ کلفٹن اور کراچی کی شہرت بھی در حقیقت آپؒ ہی کی ذات گرامی کا صدقہ ہے۔ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ ہی کی ذات والا صفات کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپؒ ہی سادات کرام کی پہلی شخصیت ہیں جو سب سے پہلے سرزمین سندھ میں وارد ہوئے اور سندھ میں لوگوں کو اسلام سے متعارف کرایا اور اپنی تمام تر قوتیں اور کوششیں اسلام کے فروغ کے لئے صرف کر دیں اور کئی سندھیوں کو اسلام کی عظیم دولت سے مالا مال فرمایا۔ آپ کی تاریخ ولادت ۹۸ ھجری اور وصال مبارک ۱۵۱ ھجری بیان کی جاتی ہے ایک عظیم جنگ کے دوران آپؒ شہید ہوئے اور آپؒ کے جسد مبارک کو دشمنوں کے ڈر سے چھپا کر ایک اونچی پہاڑی پر آپؒ کو دفن کر دیا گیا جو اس وقت کلفٹن کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مخدوم لعل شہباز قلندرؒ

حضرت مخدوم لعل شہباز قلندر کو اولیاء میں جو مرتبہ اور مقام ولایت کا شرف حاصل ہوا وہ کم ہی اولیاء کو نصیب ہوتا ہے۔ آپؒ کا سلسلہ قلندرانہ تھا۔ آپؒ کا اسم گرامی سید عثمان علی اور لقب شمس الدین لعل شہباز قلندر ہے۔ آپؒ کا خاندانی سلسلہ تیرہویں پشت میں حضرت امام جعفر صادقؒ سے جا ملتا ہے۔ آپؒ کا اصلی وطن مروند تھا جو شہر تبریز سے کچھ فاصلے پر ہے۔ آپؒ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں ۔

منم عثمان مروندی کہ یار خواجہ منصورم
ملامت می کنند خلقے و من بر دار می رقصم

آپؒ نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اس کے بعد عربی اور فارسی میں دسترس حاصل کی۔

اکثر بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ سیاحت میں گزارتے ہیں اور اس عرصے میں سلوک و عرفان کی منازل طے کرنے کے ساتھ

ساتھ بزرگان دین کی خدمت میں حاضری کے علاوہ ان سے فیض بھی حاصل کرتے ہیں اسی طرح شہباز قلندر بھی سفر کرتے ہوئے ملتان پہنچے اور حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کی خدمت میں حاضری دی اور آپؒ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ اس کے علاوہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ اور شیخ صدرالدین عارفؒ جیسی عظیم اور روحانی شخصیات سے فیض حاصل کیا اور بالآخر سیہون (سندھ) میں آکر سکونت پذیر ہو گئے۔ اس وقت سیہون کفر و الحاد کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔ لیکن آپؒ نے یہاں تشریف لانے کے بعد عوام کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کرنے کے بعد ان کی کایا ہی پلٹ دی۔ مخلوق کی اصلاح کے ساتھ ساتھ آپؒ ہمیشہ حق تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے۔ کتاب تذکرۃ اولیاء پاکستان کے مطابق مشہور ہے کہ آپ نے سیہون کے قریب ایک غار میں چلہ کھینچا اور یہ غار اب بھی سیہون اسٹیشن کے پاس باغ میں ہے اور "لعل باغ" کہلاتا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ کبھی کبھی وجد کی حالت میں شعر بھی کہتے تھے۔ آپؒ کے کلام میں صوفیانہ رنگ اور جذبات کی شدت کے علاوہ بلندی فکر، عشق رسولؐ اور عشق اہل بیت کی عقیدت پائی جاتی ہے۔ عشق رسول ﷺ سے متعلق دو شعر ملاحظہ ہوں۔

آن شاہ ہر دو عالم عربی محمدؐ است
مقصود بود آدم عربی محمدؐ است
عثمان چوشد غلام نبی و چہار یار
امیدش از مکارم عربی محمدؐ است

آپؒ کا وصال ۲۱ شعبان ۶۷۲ ہجری کو ہوا۔ اور آپ کو آپ ہی جائے قیام پر دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک سیہون شریف (سندھ) میں مرجع خاص و عام ہے۔ آپؒ کا روضہ مبارک سب سے پہلے سلطان فیروز تغلق کے دور میں تعمیر ہوا۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کا شمار سندھ کے اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔ اگرچہ

علاقہ سندھ میں بڑے بڑے جلیل القدر اولیاء اللہ اور صوفیاء پیدا ہوئے لیکن جو مقبولیت اور شہرت حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے حصہ میں آئی وہ کسی اور کو میسر نہ ہوئی۔ آپؒ کا نسبی رشتہ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کے خاندان سے ملتا ہے۔ آپؒ کے والد ماجد کا شمار بھی اپنے زمانہ کے اکابر بزرگان میں ہوتا ہے۔

کتاب تذکرہ پاکستان کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۱۶۸۹ء ہے اور یہ اورنگزیب عالمگیر کی حکومت کا زمانہ تھا۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے عظیم عالم اور فاضل تھے۔ عربی' فارسی اور سندھی زبانوں پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ آپؒ نے قرآن پاک' احادیث نبویہ ﷺ کے مضامین اور تصوف کے علوم و معارف کو جس دلکش اور پر کیف انداز میں اپنی شاعری میں سمو دیا ہے اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ آپؒ کو حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ سے بڑا عشق و محبت تھا۔ اور مولانا روم کی مثنوی کے مطالعہ ہی نے آپؒ کے اندر تصوف کا شوق اجاگر کیا۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی نے قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لئے بھی عظیم خدمات سرانجام دیں۔

آپؒ نے اپنی شاعری میں جابجا محبوب حقیقی کی اطاعت کی تلقین کی ہے۔ آپؒ نے زندگی بھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے اپنا سچا عشق قائم رکھا اور اس عظیم منزل کی رسائی تک نبی اکرم ﷺ کی ذات والا صفات کو ذریعہ بنایا۔ ایک مقام پر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی فرماتے ہیں کہ دنیا میں اضطراب و بے چینی کا علاج صرف عقیدہ توحید اور قرآنی تعلیمات میں مضمر ہے۔ آپؒ نے اس کو ہمیشہ اخوت کا سرچشمہ سمجھا اور ہمیشہ سب کو اتحاد اور یگانگت کا درس دیا۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کو ہمیشہ غریب طبقہ سے بے حد محبت رہی وہ ان کے دکھ درد کو محسوس کرتے اور جابجا اپنی شاعری میں ان کی ترجمانی بھی کیا کرتے۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کا وصال ۱۷۵۲ء میں بھٹ میں ہوا۔ اور آپ وہیں مدفون ہوئے۔ اور ہر سال صفر میں آپ کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

عرس کے موقع پر احاطہ مزار میں محفل سماع منعقد ہوتی ہے اور قوال حضرات حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کی کہی ہوئی کہانیاں اور کافیاں پیش کرتے ہیں اور سامعین سے داد حاصل کرتے ہیں۔

حضرت سچل سرمستؒ

آپؒ کا اسم گرامی عبدالوہاب سچل سرمست تھا۔ آپ علاقہ سندھ کے مشہور صوفی بزرگ اور شاعر ہیں۔ آپؒ کا شجرہ اڑتیسویں پشت میں حضرت فاروق اعظمؓ سے ملتا ہے۔ اس نسبت سے آپؒ فاروقی بھی کہلاتے تھے۔ حضرت سچل سرمست اپنے والد کی وفات کے وقت بہت چھوٹے تھے اس لئے آپؒ کے چچا عبدالحق نے آپ کی پرورش کی۔ بچپن ہی سے آپؒ پر عشق الٰہی کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ اس زمانے میں حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی بھی آپ کے علاقے میں آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؒ کے ہاں بھی آئے۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کی نظر آپؒ پر پڑی تو پاس بلا کر پیار کیا اور فرمایا کہ ہم نے معرفت الٰہی کی لذت سے دل میں جو ہنڈیا پکائی ہے اس کا ڈھکن سچل اتاریں گے۔

آپؒ سلوک و عرفان کی منازل طے کرنے کے لئے ویرانوں اور جنگلوں میں پھرتے رہے اور اس قدر پرہیزگار اور باخدا بن گئے کہ لوگ آپ کو منصور آخرالزمان کے نام سے پکارتے تھے۔

آپ کو مختلف زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔ جن میں عربی' فارسی' ہندی' پنجابی' سرائیکی اور سندھی شامل ہیں۔ اور آپؒ نے تقریباً ان ساری زبانوں میں اشعار کہے ہیں۔ اور بے شمار کتابیں تصنیف کیں۔

آپؒ کے صوفیانہ کلام میں ایک عجیب نورانی تڑپ پائی جاتی ہے۔ آپؒ حضرت فریدالدین عطارؒ نیشاپوری سے بہت متاثر تھے۔ اور آپؒ فرماتے ہیں کہ میں فریدالدینؒ عطار کے وجود میں خدا کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور فرماتے ہیں۔

عطار نبود آنکه خدا بود خدا بود
او پاك وجود آنکه خدا بود خدا بود

کتاب تذکرۃ اولیاء پاکستان کے مطابق آپؒ فرماتے ہیں کہ عشق الٰہی کی انتہا حاصل کرنے کے لئے عاشق کو بتدریج تین منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ (۱) فنافی الشیخ (۲) فنافی الرسولؐ (۳) فنافی اللہ۔۔جب تک کوئی فنافی الشیخ نہیں ہوتا فنافی الرسولؐ کی منزل کو نہیں پا سکتا اور جب تک فنافی الرسولؐ نہ ہو معرفت الٰہی کی منزل تک اس کی رسائی ناممکن ہے۔

حضرت سچل سرمست نے ۱۴ رمضان ۱۲۴۲ ہجری کو وفات پائی۔ مزار مبارک درازن شہر میں ہے۔ اس وقت کے والی خیرپور نے آپؒ کے مزار مبارک پر مقبرہ تعمیر کروایا اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً آپؒ کے مزار مبارک کی تعمیر و توسیع ہوتی رہی۔
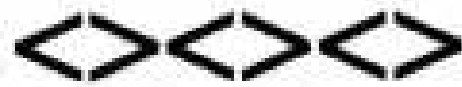
شرقپور شریف

میں شیر ربانیؒ کی خدمت میں حاضری

سلسلہ نقشبندیہ کے جن اولیاء کرامؒ نے پنجاب میں بے پناہ شہرت حاصل کی، حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کا شمار بھی انہی اولیاء میں ہوتا ہے۔ حضرت میاں صاحب نے اپنی ساری زندگی اتباع رسول ﷺ میں گزاری اور اپنے مریدین کو بھی اسی سنت پر عمل کرنے کا درس دیا۔

کافی عرصہ سے حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کا شوق دل میں موجزن تھا۔ اپنے ایک عزیز ملک عبدالواحد صاحب کے گھر ماہنامہ رسالہ "محبوب" (لاہور) کے ایڈیٹر جناب احمد علی قائد شرقپوری سے ملاقات ہوئی۔ تو ان سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ جس پر آپ نے برجستہ فرمایا کہ انشاء اللہ دسمبر میں میرے ہی ساتھ میاں صاحب کی خدمت میں ضرور تمہاری حاضری ہوگی۔ واقعی بعض اشخاص کی زبان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات نے ایسا اثر رکھا ہوتا ہے کہ وہ جو کہتے ہیں پورا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ہم چند احباب کے ہمراہ دسمبر میں ہی میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے لئے پہنچ گئے۔ جن شخصیت کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے ان کا سلسلہ بیعت بھی اسی گھرانے سے ہے۔ آپ شرقپور شریف میں ہی سکونت پذیر ہیں۔ شرقپور حاضر ہونے کے بعد سب سے پہلے جناب احمد علی قائد شرقپوری صاحب سے ملے۔ آپ نے ناشتہ وغیرہ کا انتظام کروایا۔ پھر آپ کی ہی معیت میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ صاحب کی خدمت میں حاضری دی اور یوں ان کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ پورا ہو گیا کہ تم میری ہی معیت میں حاضری کا شرف حاصل کرو گے۔

آپ کا مزار مبارک دو ہزاں والے قبرستان میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔ مزار مبارک پر ہر وقت آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے اور ہر زائر اپنی عقیدت اور محبت کے مطابق آپؒ کے فیضان سے مستفید ہوتا ہے۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری اپنے وقت کے قطب الاقطاب اور ولی کامل تھے۔ آپ کی ذات بابرکات سے کئی مردہ دل نور الٰہی سے منور ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت
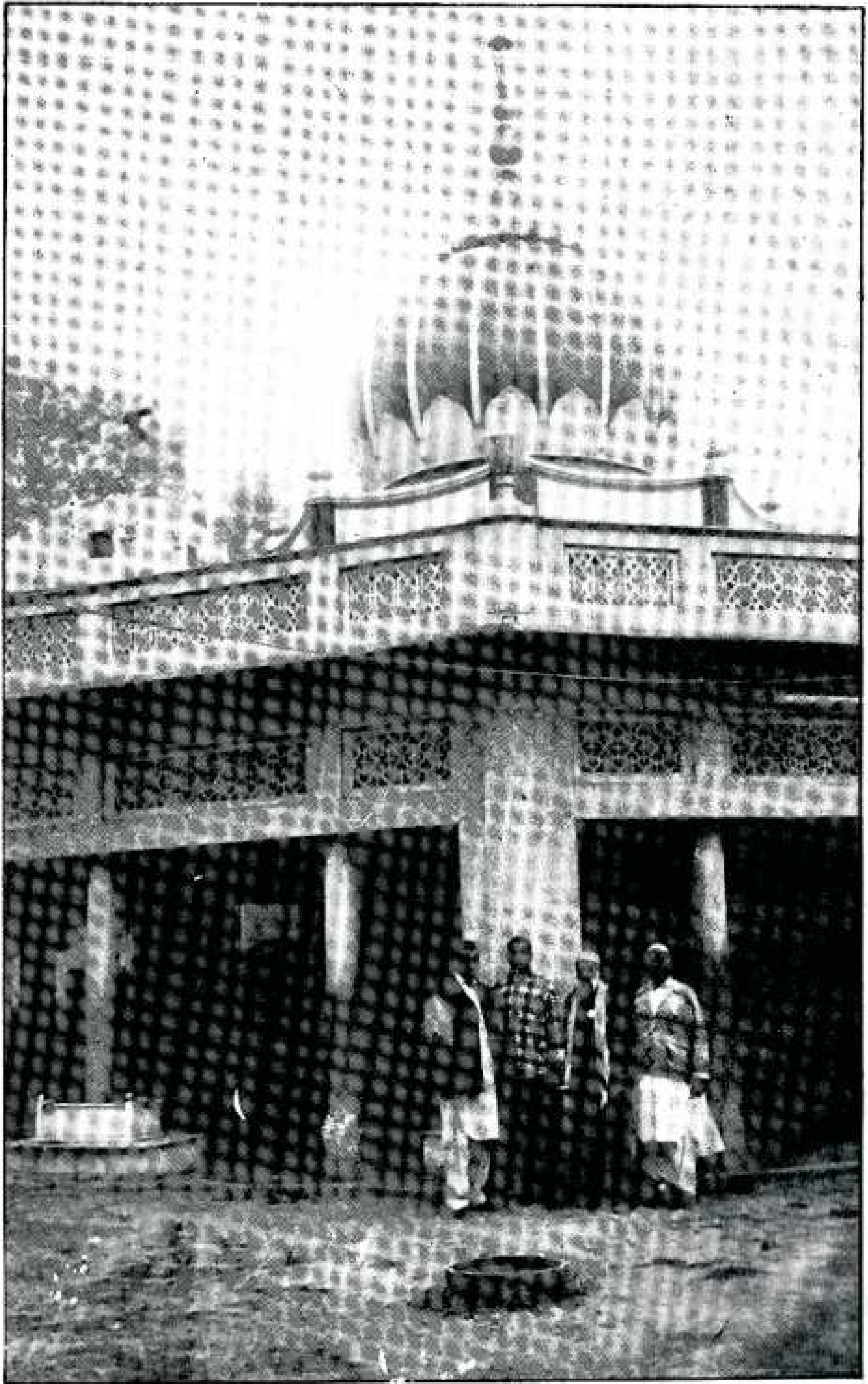
شرقپور شریف میں حضرت شیر ربانیؒ کا روضہ مبارک

۱۸۶۵ء میں ہوئی اور جو شخص بھی آپ کو دیکھتا بے اختیار پکارتا کہ یہ بچہ تو مادر زاد ولی ہے۔ آپؒ کی پیشانی مبارک میں نورولایت چمکتا تھا۔

تعلیم و تربیت مکمل ہونے پر کوٹلہ شریف میں حضرت امیر الدین نقشبندیؒ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے اور پھر ریاضتوں اور مجاہدوں میں مشغول ہو گئے اور انتہائی مختصر عرصہ میں ایک خاص مقام حاصل کرنے کے بعد اپنے پیر و مرشد سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کو اپنے مرشد سے اس درجہ عقیدت و محبت تھی کہ ایک دن حضرت بابا امیر الدینؒ نے گرم دودھ کی خواہش کی۔ لنگر خانے میں لکڑیاں وغیرہ نہ تھیں۔ آپ نے اپنے بدن کے کپڑے جلا کر دودھ گرم کیا اور یوں اپنے مرشد کی خواہش کو پورا کر کے ان کی خدمت میں ایک مقام خاص حاصل کیا۔

ایک مرتبہ حضرت علامہ محمد اقبالؒ آپ سے ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے چونکہ حضرت علامہ اقبالؒ کی داڑھی نہیں تھی جس پر حضرت میاں صاحبؒ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا لیکن حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی پہنچ بھی کچھ کم نہ تھی اور بذات خود علامہ اقبالؒ ایک ولی کامل سے کم نہ تھے۔ فوراً حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت گناہوں سے تو بے شک نفرت کی جاتی ہے لیکن گناہ گار سے نہیں اور نبی اکرم ﷺ کا ایک ارشاد گرامی ہے کہ

الصالحون للّٰہ والطالعون لي

(اچھے اور نیک لوگ خداوند تعالیٰ کے اور برے لوگ میرے لئے)

خدا ان کو ہی لیتا ہے عمل جن کے ہوں اچھے
بروں کو آپؐ لیتے ہیں یہ ہے عادت محمدؐ کی
گناہ گارم ولیکن خوش نصیبم

حضرت علامہ اقبالؒ ایک سچے اور عظیم عاشق رسولؐ تھے۔ حضرت میاں صاحبؒ علامہ اقبال کی زبان سے حضور ﷺ کا اسم گرامی سن کر بے تاب ہو گئے اور پھوٹ پھوٹ کر

رونے لگے اور پھر فوراً علامہ اقبال کو سینے سے لگا لیا اور بے شمار دعائیں کیں۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کا طریقہ تبلیغ اور اصلاح احوال بالکل سادہ اور لوگوں کی نفسیات کے مطابق ہوتا تھا۔ جس مقام پر آپ سمجھتے کہ یہاں پیار و محبت کی ضرورت ہے وہاں نہایت محبت اور پیار سے سمجھاتے اور جس جگہ سمجھتے کہ یہاں بات ذرا سختی سے بنے گی تو اس مقام پر سخت رویہ اختیار فرماتے تاکہ بات بن جائے اور مسئلہ بھی حل ہو جائے۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حضرت نماز میں بے حضوری رہتی ہے اور حلاوت حاصل نہیں ہوتی تو پھر ہمیں ایسی نمازیں پڑھنے کا کیا فائدہ۔ میاں صاحبؒ نے اس شخص کی بات پوری آرام و تسلی سے سن کر کہا کہ تو مجھے ایک بات بتا کہ اگر تیرے گھر کو آگ لگ جائے اور تیرا گھر بھی اس جگہ واقع ہو کہ جہاں قریب قریب نہ کوئی دریا، نہ کوئی کنواں اور نہ کوئی نہر گزرتی ہو اور صرف گندے پانی کی ایک نالی ہی وہاں سے گزرتی ہو۔ تو گھر میں آگ لگ جانے کی صورت میں تو کیا کرے گا۔ اس شخص نے فوراً جواب دیا کہ اس نالی کے گندے پانی سے ہی آگ کو بجھانے کی کوشش کروں گا۔ جس پر آپؒ نے فرمایا کہ بھائی دوزخ کی آگ بجھانے کے لئے تیری یہ نمازیں بھی انشاء اللہ ضرور کام آئیں گی لہذا توان کو جاری رکھ اور ترک نہ کر۔

عادات و خصائل

کسر نفسی اور خاکساری آپ کی فطرت تھی۔ آپ اس بات کو ہمیشہ ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی شخص آپ کی جوتی اٹھائے یا سیدھی کرے اور اگر کوئی ایسا کرتا تو آپؒ وہ جوتی اس کو دے دیتے اور ساتھ فرماتے کہ اسے لے جاؤ یہ اب میرے کام کی نہیں رہی۔ کیونکہ نہ ہی میں کوئی بزرگ ہوں اور نہ ولی پھر تم لوگ اس طرح میری تعظیم کیوں کرتے ہو۔

آپ اگر چارپائی پر بیٹھے ہوتے اور کوئی عقیدت مند آکر نیچے بیٹھ جاتا تو اس کو زبردستی اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھاتے اور اگر وہ بوجہ ادب نہ بیٹھتا تو پھر آپؒ اس کے ساتھ

زمین پر بیٹھ جاتے۔ سخاوت 'خیرات 'دریادلی اور کریمی کا آپؒ ایک عملی نمونہ تھے۔ بے شمار پیسہ آپؒ کے پاس آتا لیکن اسی رفتار سے آپؒ اسے راہ خدا خرچ کرتے جاتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اقدس پر اس قدر توکل تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہماری مسجد مہمانوں سے بھر جائے اور ہمارے پاس ایک پیسہ بھی ان کو کھلانے کے لئے نہ ہو تو مجھے اس بات کی قطعاً فکر نہ ہو گی کہ اب پیسے کہاں سے آئیں گے کیونکہ یہ سب کچھ اللہ پاک ہی اپنے فضل و کرم سے کرتا ہے۔

آپ کی یہ عادت مبارکہ بھی تھی کہ راہ چلتے ہوئے لوگوں کو ہمیشہ سلام میں سبقت کرتے اور اس بات کے ہرگز متوقع نہ رہتے کہ لوگ پہلے انہیں سلام کریں۔

تعمیر مساجد

تعمیر مساجد میں آپؒ کا شوق و جذبہ انتہائی درجہ کا تھا۔ بلکہ اسے آپؒ ایک اہم تبلیغی فریضہ سمجھتے تھے۔ جتنی مساجد بھی آپؒ نے بنوائیں ان تمام مساجد میں آپؒ نے خود بطور مزدور کام کیا۔ مساجد کے ساتھ کنوئیں اور طلباء کیلئے حجرے بھی بنوائے۔

آپؒ کا وصال ۳ ربیع الاول ۱۳۴۷ ہجری میں ہوا۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو دوہڑاں والے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ نرینہ اولاد میں آپ کے دو صاحبزادے ہوئے جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

آپؒ کے بعد آپؒ کے برادر اصغر حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری جانشین ہوئے۔ آپؒ کی تربیت حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ نے ہی کی اور آپؒ کے ہی دست حق پرست پر بیعت کر کے خلافت حاصل کی اور اپنے پیر و مرشد کے وصال کے بعد ان کی مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔

خداوند کریم ان بزرگان کے حضور ہماری اس حاضری کو قبول و منظور فرمائے اور اس نظر کرم سے بھی محروم نہ رکھے جو ان پر رہتی ہے۔ آمین

شرقپور شریف میں حضرت شیر ربانیؒ کا مزار مبارک

حوالہ جات REFERENCES

اس کتاب کی تیاری میں درج ذیل کتب سے استفادہ کے علاوہ کئی مجلات اور کئی شخصیات سے زبانی معلومات بھی حاصل کر کے درج کی گئیں۔

-	تذکرۃ الاولیاء	حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ
-	سوانح مولوی رومؒ	مولانا شبلی نعمانیؒ
-	امام ابن عربیؒ	عینی النظامیؒ
-	ابن عربیؒ	ابو جاوید نیازی
-	سیالکوٹ سے خیبر تک	ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ
-	تذکرہ اولیائے پاکستان	علامہ عالم فقری
-	مہر تاباں	مولانا محمد دین سکھنڈی
-	اولیائے لاہور	محمد لطیف ملک
-	عرباسہ	ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ

☆......☆......☆

تصاویر
پاکستان

حضرت میاں میر قادری کا مزار مبارک

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
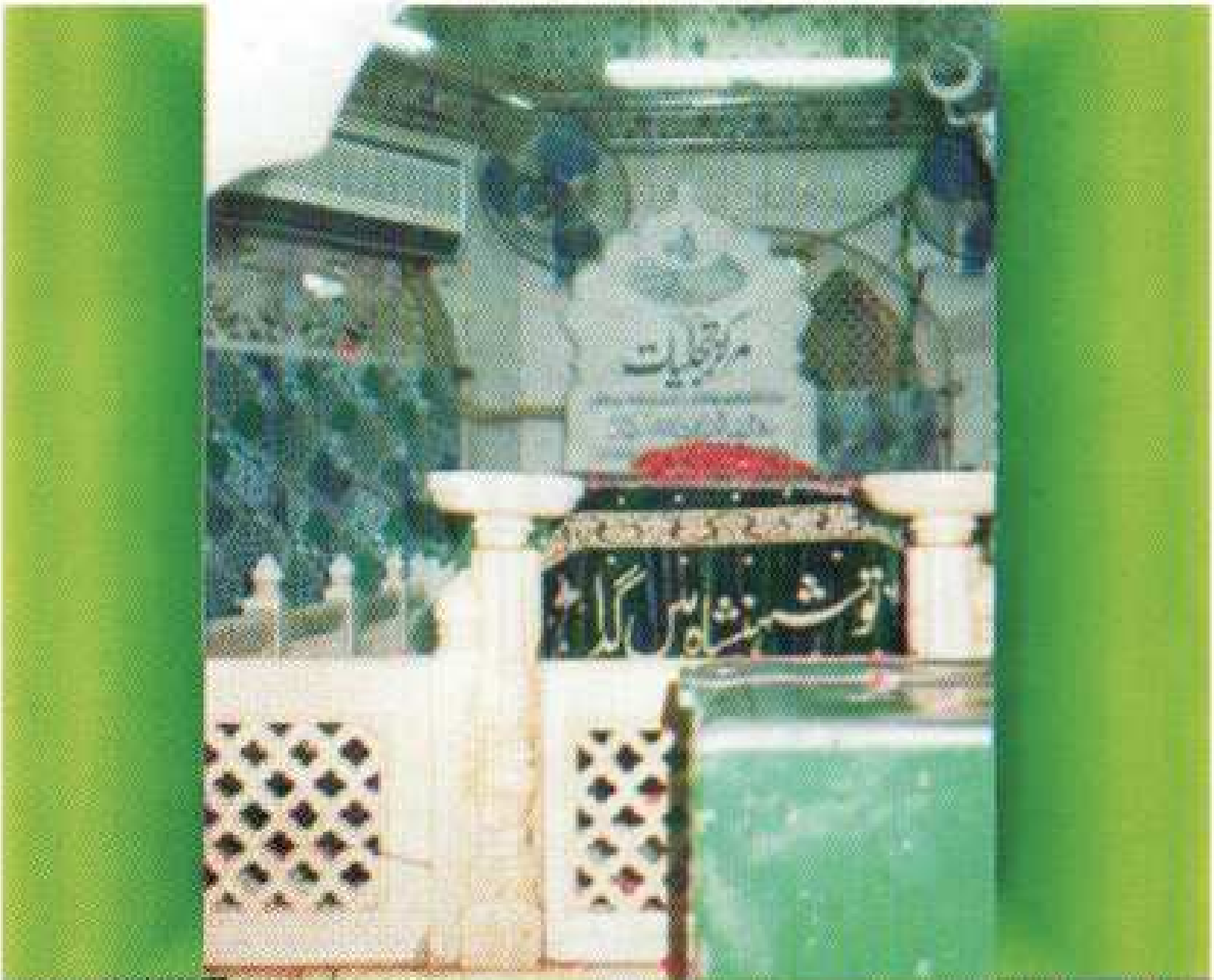
لاہور کے پہلے مبلغ اسلام سید اسماعیل بخاریؒ

لاہور میں حضرت سید یعقوب زنجانیؒ کا مزار مبارک

میاں میر میں حضرت میاں نتھا سرکارؒ کا مزار مبارک

لاہور میں حضرت شاہ عنایت قادریؒ کا روضہ مبارک

قصور میں حضرت بلھے شاہؒ کا مزار مبارک

سیال شریف میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کا مزار پر انوار

گجرات میں حضرت شاہ دولہ کی قبر مبارک

حضرت پیر امیر شاہ کا روضہ مبارک
بھیرہ شریف

مکھڈ شریف میں مولوی محمد علی مکھڈی کا مزار مبارک

مرولولہ شریف میں حضرت خواجہ معظم الدین مرولوی کا روضہ مبارک

کھڑی شریف میں حضرت میاں محمد بخشؒ کا مزار پر انوار
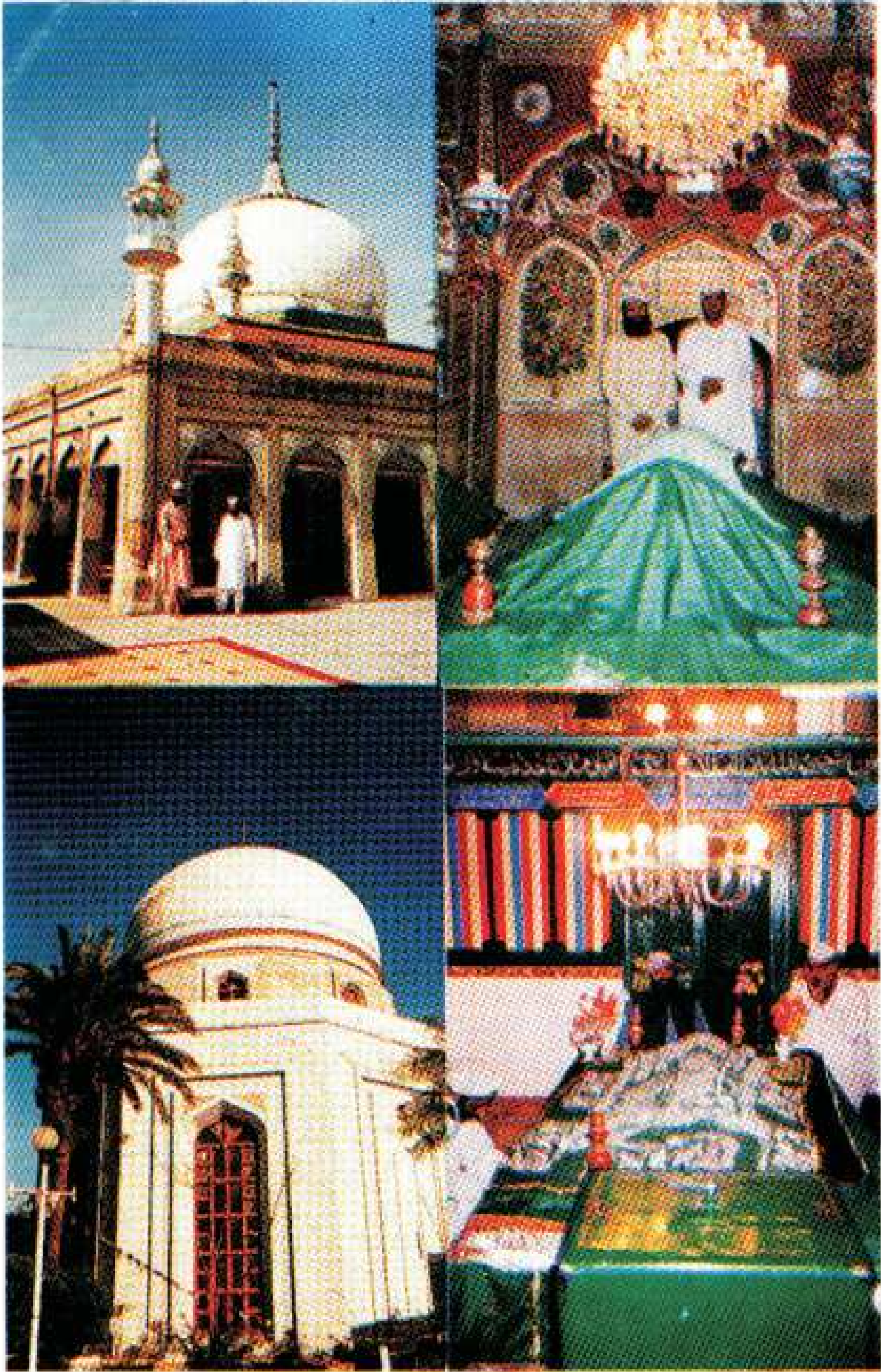
پشاور میں رحمان بابا کا روضہ مبارک

No.F.5-6/2013-DBNB
GOVERNMENT OF PAKISTAN
NATIONAL HISTORY & LITERARY HERITAGE DIVISION
NATIONAL LIBRARY OF PAKISTAN

Islamabad 03, April, 2019

Subject:- **ACKNOWLEDGE RECEIPT.**

Dear Sir,

I acknowledge with thanks the receipt of the following books/brochures delivered to National Library of Pakistan under Copyright Law:

تعداد کتب	سال اشاعت	نام مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
01	1999	افتخار احمد حافظ قادری	زیارات مقدسہ (تحریر و تصاویر)	1-
01	2000	افتخار احمد حافظ قادری	سفر نامہ ایران و افغانستان (تحریر و تصاویر)	2-
02	2000	افتخار احمد حافظ قادری	زیارتِ حبیب ﷺ	3-
01	2001	افتخار احمد حافظ قادری	ارشاداتِ مرشد	4-
02	2001	افتخار احمد حافظ قادری	خزانۂ درود و سلام	5-
01	2001	افتخار احمد حافظ قادری	دیارِ حبیب ﷺ (تحریر و تصاویر)	6-
02	2001	افتخار احمد حافظ قادری	گلدستۂ قصائدِ مبارکہ	7-
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	قصائدِ غوثیہ	8-
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	سرزمینِ انبیاء و اولیاء (تصویری البم)	9-
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	زیارات اولیائے پاکستان (تصویری البم)	10-
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	بارگاہِ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ	11-
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ	12-
01	2002	افتخار احمد حافظ قادری	مقاماتِ مبارکہ آل و اصحابِ رسول ﷺ	13-
01	2003	افتخار احمد حافظ قادری	زیارات شام (تصویری البم)	14-
01	2003	افتخار احمد حافظ قادری	زیارات شہر رسول ﷺ (تصویری البم)	15-
01	2003	افتخار احمد حافظ قادری	اولیائے ڈھوک قاضیاں شریف	16-
02	2005	افتخار احمد حافظ قادری	فضیلتِ اہل بیتِ نبوی ﷺ	17-
01	2006	افتخار احمد حافظ قادری	زیارات مصر (تحریر و تصاویر)	18-
01	2006	افتخار احمد حافظ قادری	بارگاہ پیر رومی میں (تحریر و تصاویر)	19-

-20	سفرنامہ زیاراتِ مراکش (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2008	01
-21	زیاراتِ مدینہ منورہ (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2008	01
-22	زیاراتِ ترکی (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2008	01
-23	زیاراتِ اولیائے کشمیر (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2009	01
-24	گلدستہ دُرود سلام	افتخار احمد حافظ قادری	2009	01
-25	تکمیل الحسنات	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-26	انوار الحق	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-27	خزینۂ دُرود و سلام	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-28	فرموداتِ حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-29	التفکر والاعتبار	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-30	70 صیغہ ہائے دُرود و سلام	افتخار احمد حافظ قادری	2010	01
-31	ورفعنا لک ذکرک (92 صیغہ ہائے دُرود و سلام)	افتخار احمد حافظ قادری	2011	01
-32	زیاراتِ ایران (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2012	01
-33	سفرنامہ زیاراتِ ترکی (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2013	01
-34	کتابچہ حضرت دادا ابرلاس رحمۃ اللہ علیہ	افتخار احمد حافظ قادری	2013	01
-35	ہدیۂ دُرود و سلام	افتخار احمد حافظ قادری	2013	01
-36	سفرنامہ زیاراتِ عراق و اُردن (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2013	01
-37	دُرود و سلام کا نادر و انمول انسائیکلوپیڈیا (جلد اول و جلد دوم)	افتخار احمد حافظ قادری	2013	01
-38	سدرۃ شریف تا مدینہ منورہ (تحریر و تصاویر)	افتخار احمد حافظ قادری	2014	01
-39	شانِ بتول رضی اللہ عنہا بزبانِ رسول ﷺ	افتخار احمد حافظ قادری	2014	01
-40	الصلوات الالفیۃ/صلوات النبویۃ	افتخار احمد حافظ قادری	2015	01
-41	شانِ علی رضی اللہ عنہ بزبانِ نبی ﷺ	افتخار احمد حافظ قادری	2016	01
-42	عظائم الصلوات والتسلیمات	افتخار احمد حافظ قادری	2016	01
-43	شانِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بزبانِ سید المرسلین ﷺ	افتخار احمد حافظ قادری	2016	01
-44	سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما	افتخار احمد حافظ قادری	2016	01
-45	الصلوات الالفیۃ بأسماء خیر البریۃ	افتخار احمد حافظ قادری	2017	01
-46	سفرنامہ زیاراتِ ازبکستان	افتخار احمد حافظ قادری	2017	01

01	2017	افتخار احمد حافظ قادری	شاہِ حبشہ حضرت اصحمۃ النجاشی رضی اللہ عنہ	-47
01	2017	افتخار احمد حافظ قادری	سفرنامہ زیارتِ ترکی	-48
01	2017	افتخار احمد حافظ قادری	صلاۃ وسلام برائے زیارت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم	-49
01	2017	افتخار احمد حافظ قادری	سفرنامہ زیارت شام	-50
01	2018	افتخار احمد حافظ قادری	سیدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ	-51
01	2018	افتخار احمد حافظ قادری	الفیۃ الصلوات علی فخر الموجودات	-52
01	2018	افتخار احمد حافظ قادری	مناقب والدین مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم	-53
01	2018	افتخار احمد حافظ قادری	حیات انور	-54
01	2018	افتخار احمد حافظ قادری	شہزادیٔ کونین علیہا السلام	-55
01	2019	افتخار احمد حافظ قادری	مومنین کی مائیں	-56

2. These valuable books have been added in the National Library Collection. The readers of the Library will get Knowledge and information from these books. I hope that National Library of Pakistan will receive all forthcoming publications in future.

With regards,

Yours sincerely

3/4/2019

(Muhammad Riaz)
Assistant Director/Delivery of Books &
Newspapers Branch

Iftakhar Ahmad Hafiz Qadri,
House 999/A-6, Street No.9,
Afshan Colony,
Rawalpindi Cantt.
Cell: 0344-5009536

مختصر تعارف

افتخار احمد حافظ قادری شاذلی، راولپنڈی

ملازمت

- پاکستان میں موجود غیر ملکی سفارت خانوں (شام، لبنان، قطر، سعودی ملٹری اتاشی) میں تقریباً 20 سال بطور معاون عربی زبان واکاؤنٹس میں خدمات سرانجام دیں۔
- سعودی عرب (وزارت دفاع، ابواب الروضۃ، تیمورک العربیۃ السعودیۃ) میں تقریباً 10 سال بطور معاون عربی زبان واکاؤنٹس میں خدمات سرانجام دیں۔

فوجی اعزازات (ایوارڈز)

- سعودی وزارت دفاع، ریاض میں بطور سعودی یونیفارم پرسن خدمات سرانجام دیں اور دوران ملازمت حکومت سعودیہ کی طرف سے 2 فوجی ایوارڈز سے نوازا گیا۔

لسانیات

- پاکستان میں سعودی عرب کے ثقافتی سنٹر "مرکز تعليم اللغة العربية" سے عربی زبان کا دوسالہ کورس مکمل کیا۔
- سفارت خانہ ایران کے زیر انتظام ثقافتی سنٹر خانہ فرہنگ ایران سے فارسی زبان کا ایک سالہ ایڈوانس کورس مکمل کیا۔

زیارت مقدسہ کے اسفار

- وطن عزیز میں موجود زیارت مقدسہ کے علاوہ 11 بلاد اسلامیہ (حجاز مقدس/شام/مصر/مراکش/ایران/عراق/اردن/لبنان/افغانستان/ترکی) میں کئی کئی بار زیارت مقدسہ پر حاضری کے لئے طویل ترین سفر طے کئے اور ان سفروں کے نتیجے میں کئی سفرنامے منظر عام پر آئے۔

تحریری کاوشیں

- الحمدللہ! اب تک 60 کے قریب کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں بلادِ اسلامیہ میں زیارت مقدسہ کے سفرنامے، شخصیات (خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، خلفائے اربعہ، شاہ حبشہ) اور درود و سلام کی کتب سرفہرست ہیں۔

مضامین و مقالات

- روزنامہ نوائے وقت، الاخبار، اوصاف، دی نیشن، مجلہ ضیائے حرم، فیضان سدرۃ، پیغام آشنا، نور الحبیب، کاروان قمر، طلوع مہر اور آئینہ کرم کے علاوہ دیگر کئی رسائل و جرائد میں 100 سے زائد مضامین و مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

عالمی کانفرنسز میں شرکت

- سال 1983 اور سال 1984 میں وزارت سائنس و ٹیکنالوجی کی طرف سے OIC کے زیر انتظام دو بین الاقوامی کانفرنسز میں بطور معاون عربی زبان شرکت کی۔
- اکتوبر 2007 میں سرزمین ایران میں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ پر منعقدہ عالمی رومی کانفرنس میں راولپنڈی ڈویژن کی طرف سے شرکت اور مقالہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔
- مارچ 2008 میں یونیورسٹی آف سرگودھا میں انٹرنیشنل رومی کانفرنس میں شرکت اور مقالہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

روحانی سعادتیں اور اعزازات کا حصول

- ستمبر 1996 میں 2 بار بیت اللہ شریف کے اندر حاضری کی سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی۔
- مرکزی مسجد حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں 16 اکتوبر 2001 نماز فجر کی اذان دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔
- مفتی اعظم عراق حضرت الشیخ السید عبدالکریم بیارہ رحمۃ اللہ علیہ کی 2 بار زیارت کا شرف حاصل ہوا، یہ وہ خوش نصیب شخصیت تھیں جنہیں سال 1932ء میں 2 صحابہ اکرام کے مزارات مبارک کی منتقلی کے موقع پر ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔

25/09/2019

التماسِ دُعا
معزز قارئین کرام سے درخواست ہے
کہ حضور پُر نور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی
اُمتِ مرحومہ کی بخشش و مغفرت اور بلندی
درجات کیلئے دُعا فرمائیں اور بالخصوص
مصنف کتاب ہذا اور اُس کے مرحوم والدین
کریمین کے لئے بھی دُعاؤں کی درخواست
ہے۔شکریہ
افتخار احمد حافظ قادری